

بہت عرصے سے امجد صاحب کی خواہش تھی کہ میں ان کی خدمت میں کوئی ایسی کتاب لکھوں جس میں کرامات اولیاء کا ذکر کیا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ مثلاً ایک چیز جو انبیاء کے زمانے میں نہیں ہوئی اور انبیاء کی ذاتی زندگی میں ایسے مواقع بہت کم آئے جہاں وہ ایک جگہ سے فوراً دوسری جگہ چلے گئے مثلاً اولیاء کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی مقامات پر تھے جو کہ ناممکن ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے ایک بات جو سامنے آتی ہے، وہ یہ کہ اللہ کا کوئی کتنا نیک انسان کیوں نہ ہو وہ اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ بغیر اسباب کے نہیں جا سکتا۔

میں نے اس کتاب میں جو کہ من گھڑت روایات ہیں جیسا کہ آپ کے سامنے آئے گا یہاں کوئی پانی پر چل رہا ہے کسی کے لیے خانہ کعبہ چل کے جاتا ہے اور کچھ لوگ چار ہزار نوافل ادا کرتے ہیں جو کہ عقل کے خلاف ہے اور کئی بار تو ایسی من گھڑت روایتیں شامل کی جاتی ہیں کہ انسان سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے اگر ان کی روایات پہ آپ غور کریں تو یقین نہیں آتا جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کے معجزات ہیں پھر آپ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا آپ مطالعہ کریں تو ان کی زندگیاں ایک انسان کی طرح نظر آئیں گیں کہ زندگی بھر وہ لوگ

محنت و مشقت کرتے رہے کوئی کسی کو اڑ کر ملنے نہیں گیا نہ ہی کسی نے پانی پہ مصلے رکھ کر نماز ادا کی جب انسان خرافات میں کھو جاتا ہے پھر اللہ بھی اسے ہدایت نہیں دیتا تو ہمیں دُعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہم سب کو صراطِ مستقیم دکھائے اور نئی چیزیں دین میں داخل کرنے کی ہمت نہ دے۔ آمین!

ہر حمد و ثناء میرے اللہ رب العزت کے لیے بے شمار درود و سلام پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔ کافی عرصہ سے میں علماء کے مناظرے دیکھتا رہا ہوں اور ٹی وی پہ بھی مختلف موضوعات پر بحث وغیرہ سنی ہیں اور کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے تو ان سے جو کچھ میں نے سیکھا ہے وہ آپ لوگوں کے ساتھ بانٹ رہا ہوں یہ ضروری نہیں کہ آپ کو میری ہر بات سے اتفاق کرنا پڑے گا میں کافی عرصہ سے ایک غیر جانب دار انسان ہو کر تین مکتب فکر کا مطالعہ اور تقریریں سنتا رہا ہوں جو بات ان میں مجھے نظر آئی وہ یہ کہ یہ لوگ اتنا کچھ کرتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے جو غلطیاں کی ہیں یہ لوگ یہ کہنے کی بجائے کہ ان کی غلطیاں ہیں انہیں ماننے کی بجائے ان کا دفاع شروع کر دیتے ہیں جو چیز میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ کہ بریلوی اور دیوبند میں تھوڑا ہی فرق ہے یعنی ان دونوں کی نانی دادی ایک ہیں جب آپ پہلی بار دیوبندیوں سے بات کریں گے تو یہ تاثر ملے گا کہ یہ بڑے توحید کے قائل ہیں مگر جب آپ ان کے بارے میں تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا جیسے بریلوی حضرات کے عقائد ہیں ان

کے بھی ویسے ہی ہیں ایک دو باتوں کو چھوڑ کر مگر دیوبندی اتنے سخت نہیں جتنے کے بریلوی حضرات ہیں بریلوی تو دین میں انہوں نے اتنی گڑبڑ کر رکھی ہے کہ ان کے عام بندے بالکل جاہل ہیں وہ خود قرآن و حدیث کا مطالعہ تو کرتے نہیں وہ سمجھتے ہیں دین صرف ہمارے علماء کے لیے ہے ایک عام آدمی دین کے بارے میں نہیں جان سکتا اگر وہ کوشش کرے گا تو راستے سے بھٹک جائے گا۔ اس لیے عوام نے سارا دین علماء پر چھوڑ رکھا ہے اور علماء اور پیر بریلویوں کو خوب پاگل بناتے ہیں اور ہر کام جس میں علماء اور پیروں کا فائدہ ہوتا ہے اس پر بہت زور دیتے ہیں اور لوگ بھی ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور تقلید کی بات کی تو یاد آیا کہ بریلوی حضرات دعویٰ تو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا کرتے ہیں مگر اصل میں وہ تقلید امام احمد رضا کی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں اب تو ابوحنیفہؒ کا تو نام نہیں لیتے اب تو احمد رضا خان کو بھی اپنا امام سمجھتے ہیں اور ہر جگہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بریلوی کہلواتے ہیں یہ کیا کہ اپنے آپ کو بریلوی کہنا شروع کر دیا۔

اب آپ سوچیں گے کہ میں اہلحدیث کا ذکر کیوں نہیں کر رہا میں تو خود اہلحدیث ہوں اگر مجھے ان میں کوئی خرابی نظر آتی تو میں اب تک اہلحدیث نہ ہوتا اہلحدیث تو حید کے بہت پکے ہیں اور بریلوی حضرات اگر تو حید پہ بات کریں تو ان کے اپنے آپ پر بات آتی

میرے نزدیک اس زمانے میں اگر کوئی حق پر ہے تو وہ صرف اور صرف اہلحدیث ہیں جن کا دین ہر طرح کی بدعات و خرافات سے پاک ہے یہ کسی بات پر بھی جو کہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو عمل نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اہلحدیث ہوں اور اللہ میاں سے دُعا ہے کہ مجھے جب بھی موت آئے تو اسی مسلک میں آئے۔

میں نے کہا تھا کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کا نظام ایک جیسا ہے وہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ ان دونوں میں اپنے بزرگوں کی ہر اس چیز سے بھی پیار کیا ہے جو کہ ان کی غلطیاں ہیں مثال آپ کے سامنے ہے جیسا کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا کہ ان کا ایک مرید آیا تو اس نے کلمہ کا ذکر کیا کہ وہ ایسے کلمہ پڑھ رہا تھا ”اشرف رسول اللہ“ جب مرید نے اشرف علی تھانوی کو بتایا کہ وہ اسی طرح کلمہ پڑھتا اس پر مولانا اشرف علی تھانوی اس سے کہنے لگے کہ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میں سنت رسول ﷺ پر ہوں اسی طرح بریلوی کتاب کشف المحجوب میں ایک مرید آتا ہے وہ کلمہ اس طرح پڑھتا ہے ”چشتی رسول اللہ“ اب آپ خود ہی سوچیں کہ ان دونوں عبارات پر نہ دیوبندی اشرف علی تھانوی کو برا کہتے ہیں اور نہ ہی اس بارے میں بات کرتے ہیں اور اسی طرح داتا گنج بخش ہجویری کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہتے بلکہ انہیں ڈیفینڈ کرتے ہیں کہ اس وقت یہ لوگ ایسی حالت میں ہوتے ہیں جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ لوگ اس طرح انہیں

ڈیفینڈ کرتے ہیں۔

یہ چیزیں میں نے مختصر لکھی ہیں کیونکہ یہ دونوں یہ باتیں جانتے ہیں اور وہ ان بزرگوں کی کوئی تنقید نہیں کرتے۔ اب اس کے بعد اب یہاں جو رمضان کے روزے 2017ء میں آئے تو بول ٹی وی پر ایک پروگرام پیش کیا گیا جس کا عنوان تھا ”عالم کے بول“ جسے پیش کیا ڈاکٹر عامر لیاقت نے اور ان کا انصاف دیکھیں کہ اہل حدیث کا ایک عالم قاری خلیل الرحمن جاوید جو بہت شریف آدمی ہیں اور ایک دیوبندی مولوی تھا اور باقی ایک عالم التشیعہ کا عالم تھا اور میرا خیال ہے کہ پانچ بریلوی علماء تھے جن میں سے دو مانے ہوئے شرارتی عالم تھے اور سوالات بھی سبھی اختلافی تھے ایک سوال کسی نے کیا کہ گیارہویں کا کھانا حلال ہے یا نہیں تو شرارتی لیاقت نے جان بوجھ کر اس کے بارے میں قاری خلیل الرحمن جاوید سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ حلال نہیں ہے اس پر مولانا نورانی کی باری آئی ہاں مجھے یاد آیا اس سے قبل قاری صاحب نے یہ کہا کہ ہندو کھڑے بت کو پوجتے ہیں اور تم لوگ یعنی بریلوی لٹاکر پوجتے ہو اس پر کوکب نورانی نے عامر لیاقت سے کہا وہ نہیں سننا چاہتے اور قاری صاحب سے کہا گیا کہ آپ سے بہت سے مسلمانوں کی گستاخی ہوئی ہے۔ آپ کو معافی مانگنی ہوگی بے چارے شریف آدمی تھے انہوں نے معافی مانگ لی اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اب کوکب نورانی سے کہو کہ وہ بھی معافی مانگے وجہ یہ تھی کہ جب گیارہویں کا سوال

پوچھا گیا تو اس نے کہا تھا کہ یہ یعنی گیارہویں شریف حلال ہیں وہ گیارہویں کو حلال سمجھتے ہیں جو حلال نہیں وہ اسے حلال نہیں سمجھتے یہ ہے بریلوی علماء کی عقل اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین!

اس پر قاری صاحب نے لیاقت سے کہا کہ کوکب نورانی سے بھی کہو وہ معافی مانگے لیاقت واقعی شیطان ہے وہ صاف مکر گیا کہ کوکب نورانی نے کچھ کہا ہے جہاں میزبان اس طرح کے ہوں وہاں انصاف ملنا مشکل ہے۔ اب آپ خود سوچیے کہ معاشرے میں بریلوی مکتب فکر نے جو تباہی کی ہے وہ مثالیں آپ کے سامنے ہیں آپ خود دیکھ سکتے ہیں جتنے یہ بریلوی کہتے ہیں یہ جعلی پیر ہیں ارے بھائی جعلی پیر وہی ہوتا ہے جو پکڑا جائے وہ پیر تو جعلی ہو جاتا ہے جو نہیں پکڑے جاتے وہ سچے پیر ہیں ان جعلی پیروں کی داستانیں اگر آپ سنیں تو آپ کو علم ہوگا کہ ان لوگوں نے کتنے دھوکے دیئے ہیں ٹی وی پر ہر روز ایسے لاکھوں واقعات ان کے جھوٹے ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ بریلوی علماء بڑے دعوے کرتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ سے بہت عشق ہے۔ کاش وہ حضور ﷺ کی نقل اس بارے میں بھی کر لیتے جیسا کہ حضور ﷺ نے اسلام کے شروع میں قبروں کی زیارت منع کی تھی پھر جیسے جیسے دیکھا کہ صحابہ اکرام آپ کے اسلام میں داخل ہو گئے ہیں پھر کہا کہ تم اب قبروں کی زیارت کیا کرو یہی بات اگر بریلوی علماء بھی اپناتے تو یہ جو آج مزاروں پر ہو رہا ہے کبھی نہ ہوتا اب بریلوی

علماء کیا کہتے ہیں کہ جو خرابیاں مزاروں پر ہوتی ہیں اس کے ذمہ دار کچھ جاہل لوگ ہیں۔ کیا آپ انہیں تعلیم نہیں دے سکتے سنا ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ بھی ہے کہ عورتوں کو درباروں پر نہیں جانا چاہیے اب بریلوی علماء یہ قبروں پہ سجدے کرنے کو بھی غلط کہتے ہیں مگر اس کا مشورہ ان جاہل لوگوں کو کیوں نہیں دیتے جو دھمال ڈالتے ہیں قبروں پہ سجدے کرتے ہیں وہاں نشہ کرتے ہیں قبروں کا طواف بھی کرتے ہیں بلکہ ایک دربار پر دیکھا کہ لوگ مگر مچھوں کو ہار ڈالتے ہیں اور بڑا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی سبھی خواہشات یہ مگر مچھ پوری کرتے ہیں اور کسی دربار پہ دیکھو تو مور بیٹھے ہوں گے یہ کہتے ہیں کہ ان موروں کو ہمارے بزرگوں سے محبت ہے کسی جگہ بچھو ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بچھو کسی کو ڈستے نہیں یہ سب ان بزرگوں کی کرامت ہے اور اس طرح کی کتنی خرافات ہیں جو مزاروں پہ ہوتی ہیں اس وقت آپ اگر یوٹیوب کھولیں تو وہاں بریلوی علماء کا پروپیگنڈہ ہوگا جو اہل حدیثوں کے خلاف ہوتا ہے اگر میں نے یہ ان کے جواب میں لکھ دیا تو اس میں کیا برائی ہے۔

اب بریلویوں کی کتاب ”کراماتِ اولیاء“ لکھنے والے ہیں علامہ عالم نقری چھاپنے والے شبیر برادرز ہیں 40 بی اُردو بازار لاہور۔ آپ صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ کو ان کی زندگی ایک عام انسان سے ملتی جلتی ہوگی وہ محنت مزدوری کر کے اپنی روزمرہ زندگی عام انسان کی طرح گزارتے ہیں یہ جو کتاب ہے اس میں آپ کوئی بزرگ ہوا

میں اُڑتا ہوا ملے گا کوئی پانی پر چل رہا ہے۔ یہ بات تو ہر کوئی مانتا ہے کہ اولیاء کی زندگی میں کوئی کرامت ہو سکتی ہے اگر آپ ان کی زندگی کو کرامات بنادیں آپ خود سوچیں کہ پھر کیا رہ جائے گا۔ علامہ عالم فقری اپنی کتاب کراماتِ اولیاء صفحہ ۷۱ پر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ ایک قافلے کے ساتھ حج کو جا رہے تھے یہ قافلہ ایسے بیابان سے گزرا جہاں دور دور تک پانی کا نشان تک نہ تھا لوگ تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پہنچے جہاں کنواں تو تھا مگر رسی اور ڈول نہ تھا بڑی پریشانی ہوئی سوچنے لگے اب کیا کیا جائے خواجہ حسن بصریؒ نے کہا تھوڑا سا صبر کرو میں نماز پڑھ لوں تم پھر پانی پی لینا آپ اُٹھے نماز میں کھڑے ہو گئے ادھر کنویں کا پانی جوش میں آیا اور وہ کناروں تک اُچھلنے لگا تمام لوگوں نے پانی پی لیا ایک شخص نے لالچ کرتے ہوئے پانی سے ایک مشکیزہ بھر لیا تو پانی پھر کنویں کی تہہ میں چلا گیا خواجہ حسن بصریؒ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اگر یہ دوست مشکیزہ نہ بھرتا کنویں کا پانی کبھی نیچے نہ جاتا۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس واقعہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مسجد خیف میں روزانہ جانا:

مشہور ہے کہ ابو عمرو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے ایک دفعہ ایک نو عمر لڑکا تعلیم کے لیے پہنچا اور ابو عمرو نے اسے بری نیت سے دیکھا جس کے نتیجے میں اسی وقت سارا قرآن بھول گئے اور گھبرائے ہوئے حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ سنایا آپ نے

حکم دیا کہ ایام حج قریب ہیں پہلے حج کرو اس کے بعد مسجد خیف میں پہنچ جاؤ وہاں تمہیں محراب مسجد میں صاحب مصروف عبادت ملیں گے جب وہ نماز سے فارغ ہوں تو ان سے دُعا کی استدعا کرنا۔ ابو عمر و کہتے ہیں جب میں مسجد پہنچا وہاں ایک کثیر مجمع تھا کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے تو سب تعظیماً کھڑے ہو گئے جب وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو انہوں نے انہیں اپنا پورا واقعہ سنایا چنانچہ اس بزرگ کے تصرف سے دوبارہ قرآن یاد ہو گیا بزرگوں نے پوچھا تجھے میرا پتہ کس نے بتایا انہوں نے حسن بصریؒ کا نام لیا یہ سن کر انہوں نے فرمایا حسن بصریؒ نے مجھے بدنام کر دیا میں بھی ان کا راز فاش کر کے رہوں گا۔ فرمایا جو صاحب ظہر کی نماز کے وقت یہاں تھے وہ حسن بصریؒ تھے جو اسی طرح روزانہ یہاں آتے ہیں اور ہم سے باتیں کر کے بصرہ پہنچ جاتے ہیں حسن بصریؒ جس کے رہنما ہوں اسے کسی غیر کی حاجت نہیں۔ یہ واقعہ لکھ رہا تھا تو یاد آ گیا پچھلے دنوں ایک بریلوی عالم کی تقریر دیکھ رہا تھا کہ وہ کہنے لگے کسی عیسائی کے ساتھ مسلمان کا مناظرہ تھا اس عیسائی نے کہا کہ اللہ نے ہمارے نبی کو یہ معجزہ دیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے تو اس پر مسلمان نے غوث پاک کو یاد کیا وہ آگئے اور انہوں نے فوراً ایک مردے کو زندہ کر دیا اور عیسائی کو بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ جب مردہ زندہ کرتے تو وہ یہ کہتے اُٹھ جا اللہ پاک کے حکم سے مگر غوث پاک نے کہا اے مردے غوث کے حکم سے اُٹھ جاؤ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک اور واقعہ سنا کہ کسی نے اعلیٰ حضرت کو حافظ کہہ دیا انہیں

اچھا نہ لگا کیونکہ وہ قرآن کے حافظ نہیں تھے انہوں وعدہ کر لیا کہ وہ اب حافظ بن کر دکھائیں
 رمضان کا مہینہ آیا تو وہ مغرب کا کھانا کھا کر عشاء تک ایک پارہ حفظ کر لیتے اس طرح پورے
 رمضان میں انہوں نے قرآن حفظ کر لیا کچھ لوگوں کو جب اعلیٰ حضرت کی یہ کرامت بتائی گئی
 تو انھوں نے نہیں مانا اس پر اعلیٰ حضرت نے بتایا کہ حضرت علیؓ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو
 وہ ایک پاؤں پیڈل پر رکھتے تو دوسرا رکھتے ہی وہ پورا قرآن پاک ختم کر دیتے اب آپ خود
 ہی غور کریں میں کچھ نہیں کہوں گا۔

غیب سے دینار ملنے کی کرامت:

ایک بار حضرت مالکؓ کشتی میں سفر سمندر کر رہے تھے سمندر کے درمیان پہنچ کر
 ملاحوں نے مسافروں سے کرایہ وصول کیا حضرت مالک کے پاس کرایہ نہ تھا ملاحوں نے
 حضرت مالکؓ کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے جب انہیں ہوش آیا تو وہ پھر کرائے کا مطالبہ
 کرنے لگے اور دھمکی دی کہ اگر تم نے کرایہ نہ دیا تو تمہیں سمندر میں پھینک دیں گے۔ آپ
 نے سمندر پر ایک نگاہ ڈالی تو سمندر کے پانی میں ایک ارتعاش پیدا ہوا ہزاروں مچھلیاں اپنے
 منہ میں سونے کے دینار پکڑے ظاہر ہوئیں حضرت مالکؓ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مچھلی کے منہ
 سے سونے کا دینار نکال کر ملاحوں کو دیا ملاح اس صورت حال کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور آپ
 کے قدموں میں آگرے آپ چپ رہے اور کشتی سے باہر نکل کر پانی پر چلنے لگے اسی دن سے

آپ کا نام مالکؑ دینا رپڑ گیا۔

اسمِ اعظم کا اثر:

حضرت عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کرانے کے لیے ایک غلام خریدا جب رات ہوئی تو میں نے اسے اپنے کمرے میں بلایا لیکن وہ مجھے معلوم نہ ہوا حالانکہ سب دروازے طرح بند تھے جب صبح ہوئی تو وہ ایک درہم میرے پاس لایا جس پر سورہ اخلاص کا نقش تھا میں نے پوچھا یہ تم کہاں سے لائے ہو۔ کہنے لگا ہر روز ایک ایسا ہی درہم آپ کو اس شرط پہ دے سکتا ہوں کہ آپ رات کو مجھے بلایا نہ کریں گے (میں نے یہ بات منظور کر لی۔) یہی قصہ رہا رات کو وہ غائب رہتا اور صبح کو مجھے ایک درہم دے دیتا جب بہت دن ہو گئے تو میرے ہمسائے کہنے لگے اے عبدالواحد! اس غلام کو تم فروخت کرو کیونکہ یہ کفن کھسوٹ ہے اس سے مجھے بہت رنج ہوا میں نے ان لوگوں کو رخصت کر دیا اور سوچا رات کو اس کی خبر لوں گا۔ جب عشاء کی نماز ہوئی تو وہ جانے کے ارادے سے کھڑا ہوا اور بند دروازے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کھل گیا اور پھر اشارہ کیا تو وہ بند ہو گیا اسی طرح اور دروازوں کے ساتھ بھی ایسا ہوا میں برابر اس کی حرکتوں کو دیکھتا رہا آخر وہ جب نکل کر چلا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا یہاں تک کہ وہ ایک چٹیل میدان میں پہنچا وہاں اس نے سب کپڑے اتار کر ایک ٹاٹ پہن لیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا اور فارغ ہو کر آسمان کی طرف منہ

اُٹھا کر یہ دُعا کی:

”اے میرے بڑے آقا و مالک میرے چھوٹے آقا کی مزدوری دے دو۔“

اسی وقت آسمان سے ایک درہم آن پڑا اور اس نے اُٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا میں اس کا یہ قصہ دیکھ کر حیران ہوا اور مجھے اس کے مال سے دہشت ہو گئی پھر میں بھی کھڑا ہوا اور وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور دل میں جو خطرے آئے تھے اللہ سے اس کی مغفرت چاہی اور اس کو آزاد کرنے کا ارادہ کر لیا جب میں وہاں سے لوٹا تو کیا دیکھا ایک گھوڑے پر ایک سوار کو دیکھا اس نے خود ہی مجھ سے پوچھا اے عبدالواحد آج تم یہاں کیسے بیٹھے ہو میں نے اپنا قصہ اسے سنا دیا اس نے کہا تمہیں خبر بھی ہے کہ تمہارے اور شہر کے درمیان کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا مجھے تو کوئی خبر نہیں ہے کہ یہاں سے شہر کتنا دور ہے کہا بڑے تیز رفتار سوار کے لیے بھی دو برس کی مسافت ہے مگر جب تک تمہارا غلام نہ آئے تم یہاں سے ہلنا نہیں وہ آجائے گا خیر جب رات ہوئی تو وہ ہاں پہنچ گیا اور ایک خوان ساتھ لیے جس پہ طرح طرح کے کھانے تھے مجھ سے کہا اے آقا کھاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا میں نے کھانا کھایا اور وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی اسم اعظم پڑھا جو میری سمجھ میں نہ آتا تھا اور چند قدم کے بعد میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا پھر مجھ سے کہا اے آقا کیا تم نے مجھے آزاد کرنے کی نیت نہیں کر لی تھی کہا میری قیمت لے کر مجھے آزاد کر دو اور آخرت میں بھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ پھر اس نے زمین سے ایک ڈھیلا اُٹھا کر مجھے دیا میں نے

دیکھا تو وہ سونے کا تھا، پھر میرا غلام چلا گیا میں اس کی جدائی کی حسرت ہی کرتا رہ گیا پھر میرے ہمسائے میرے پاس آئے اور کہا میاں اس کفن کھسوٹ کا تم نے کیا کیا میں نے کہا خبردار وہ کفن کھسوٹ نہیں تھا میں نے اس کی ساری کراحتیں سنائیں سب رونے لگے اور توبہ کی۔

اب آپ نے یہ کراحت سنی کہ کیسے اس غلام نے کراحتیں دکھائیں آپ سنتے جائیے اور خود فیصلہ کیجئے۔

ابھی رات کو میں دیکھ رہا تھا کہ ایک بریلوی عالم 1965ء کی جنگ کا واقعہ سنار ہے تھے کہ انڈیا والوں نے مشورہ کیا کہ ہم ایسا کریں گے رات کو سیالکوٹ کے پاس جوان کا محاذ ہے وہ کمزور ہے ہم رات کو وہاں حملہ کریں گے اور فجر تک ہم شاہی مسجد میں پہنچ کر وہاں شراب پیئیں گے اتنے میں ایک کمہار اپنا گدھا لے کر جا رہا تھا کہ اس نے ایک بجلی کی طرح لائٹ دیکھی تھوڑی دیر بعد ہی ایک ذرا بڑی لائٹ اسے دکھائی دی جس سے اس کے گدھے کی دونوں بوریاں گر گئیں اتنے میں ایک عربی آدمی گھوڑے پر آیا اس نے کہاں میں بوریاں تمہاری گدھے پر رکھو ادوں گا اس عربی جوان نے گھوڑے پر ہی سوار رہتے ہوئے تلوار سے دونوں بوریاں اٹھا کر گدھے پر رکھ دیں اور کمہار نے اُسے سارا واقعہ سنایا کہ یہ بوریاں کیسے گریں اور ان سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت علیؑ اور جو پہلے آپ نے بجلی دیکھی وہ میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ تھے ہمیں حضور ﷺ نے بھیجا کہ جاؤ ملک کلمہ

طیبہ کے نام پر بنایا گیا تھا کافر اس پر حملہ کرنے والے ہیں تم انہیں جا کر روکو تو ہم چلے آئے۔
 اب آپ لوگ خود فیصلہ کیجیے کہ اس کہانی میں کتنا سچ ہے کیوں کہ جب پاکستان نے
 بنگلہ دیش کھویا تب تو کوئی مدد نہیں آئی۔ اس وقت مدد کیوں نہیں آئی جب مسلمان عورتوں کی
 عزتیں لوٹی جا رہی تھیں انہیں بچانے کوئی نہیں آیا۔

بریلوی مذہب میں اب کرامات ہی رہی گئی ہیں جب جی چاہا ایک نئی کرامت بنالی
 جیسا کہ ممتاز قادری کا واقعہ ہے مولوی خادم حسین صاحب جب وہ واقعہ سناتے ہیں تو کہتے
 ہیں میں اس سے پہلے یہ بات صاف کر دوں کہ مجھے ممتاز قادری سے کوئی مخالفت نہیں ہے مگر
 افسوس ان کے علماء پہ ہوتا ہے کہ یہ حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں مولوی خادم حسین کہتا
 ہے کہ ممتاز قادری شہید کی باڈی گاڑی میں رکھی ہوئی تھی کہ ان کے والد گاڑی میں ان کے
 پاس گئے تو ممتاز قادری شہید اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے والد سے کہا میں نے ایسا اس لیے کیا کہ
 آپ مجھے مرا ہوانہ سمجھیں میں زندہ ہوں شہید مرتے نہیں ہیں اتنے میں دو سچا ہی آگئے اور
 ممتاز قادری پھر اسی طرح سو گیا اور پھر اس کا والد اس کی قبر پر گیا تو دعا مانگ رہا تھا کہ قبر سے
 دو تلواریں نمودار ہوئیں اور ممتاز شہید کی آواز آئی آپ فکر نہ کریں ابا جان میں سب کچھ ٹھیک
 کر دوں گا اس طرح کی باتیں یہ ان کی طرف منسوب کر کے یہ کیا دکھانا چاہتے ہیں فرض کر
 لیں اگر ممتاز قادری شہید اگر زندہ ہو گیا تھا تو اس کے والد کو کہنا چاہیے تھا بیٹا میں تو یہ بات

مانتا ہوں چل ان کے پاس چل جوان باتوں کو نہیں مانتے تو ان کے سارے جھوٹ کا پول کھل جاتا۔

پانی پر چلنے کی کرامت:

حضرت عتبہ غلامؓ ایک دفعہ حسن بصریؒ کے ساتھ دریا کے کنارے چل رہے تھے کہ اچانک پانی کہ اوپر چلنا شروع کر دیا یہ دیکھ کر حسن بصریؒ حیرت زدہ ہو گئے اور ان سے سوال کیا آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا انہوں نے فرمایا آپ تو وہ کرتے ہیں جس پہ حکم ہوتا ہے لیکن میں وہ امور انجام دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی منشا ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ بحر تسلیم و رضا میں غرق رہتے تھے۔

پانی پر مصلیٰ:

حضرت احمد بن ابراہیم المطلبؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت شبرؒ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت معروف کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نماز فجر کے بعد آپ کے پاس آؤں گا لیکن آپ عشاء کے وقت بھی تشریف نہیں لائے چنانچہ میں چشمِ براہ تھا۔ تو دیکھا کہ آپ اپنا مصلیٰ اٹھا کر دریائے دجلہ پر پہنچے اور پانی کے اوپر چل کر صبح تک حضرت معروف سے مصروف گفتگو رہے واپسی پر میں نے قدم پکڑے دُعا دے کر فرمایا کہ جو تم نے دیکھا ہے اس کو میری

حیات میں کسی سے نہ بیان کرنا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کی کرامت:

جس دن سلطان ابراہیم لکڑیوں کا گھٹا اٹھائے بازار میں آیا کرتے تھے تو بلخ کا ایک

امیر آدمی بھی وہیں تھا اس نے سلطان ابراہیم کو پہچان لیا اور بادشاہی چھوڑ کر لکڑیاں بیچنے پر

ملامت شروع کر دی۔ حضرت سلطان ابراہیم کو اس کی باتوں پر بڑا غصہ آیا بیٹھے بیٹھے لکڑیوں

پہ ہاتھ مارا تو وہ سونے کی بن گئیں سلطان ابراہیم نے سارا سونا اسے بخش دیا اور کہا کہ آج بلخ

کی سلطنت کی وجہ سے میری حلال روزی ضائع ہو گئی۔

قطب مدار کی محفل:

حضرت ابو بکر راقی سے روایت ہے کہ حضرت خضر ہر ہفتہ بغرض ملاقات حضرت

محمد علی حکیم ترمذی کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ان سے علمی بحثیں کیا کرتے تھے

ایک دفعہ مجھے بھی اپنے ساتھ جنگل میں اپنے ہمراہ لے گئے وہاں میں نے دیکھا ایک درخت

کے سایہ میں ایک سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اور ایک نورانی شکل والے بزرگ اس پر جلوہ

افروز ہیں لیکن جب اُن بزرگ نے ان کو دیکھا تو خود تعظیماً تخت سے نیچے اتر آئے اور آپ

کو اس پر بٹھا دیا پھر یکے بعد دیگرے چالیس بزرگوں کا اجتماع ہو گیا جس کے بعد آسمان

سے کھانا نازل ہوا اور سب نے مل کر کھالیا اس کے بعد نہ جانے آپ نے ان بزرگ سے کیا سوال کیا انہوں نے جواب دیا میری سمجھ میں نہ آسکا پھر وہاں سے روانگی کے بعد پلک جھپکتے ہی ہم لوگ ترمذ پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں سعادت نصیب ہوگی جب میں نے پوچھا وہ کون سا مقام تھا اور کون لوگ تھے تو فرمایا وہ مقام بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے پھر میں نے سوال کیا کہ آپ اتنی دور جا کر اتنی جلدی آپ ترمذ کیسے پہنچ گئے تو فرمایا یہ سب ایک کرامت ہے۔

قصہ ابلیس و آدم:

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذی فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ میں ایسا شدید بیمار ہوا کہ میرے اور درود و وظائف میں کمی آگئی اور میرے ذہن میں یہ آیا اگر میں مریض نہ ہوتا تو یقیناً میری عبادت میں اور اضافہ ہوتا اسی وقت غیب سے ندا آئی تو ہمارے مصالح پر اعتراض کرتا ہے جب تیرا کام سہو اور ہمارا کام راستی ہے یہ سن کر میں بہت نادم ہوا اور صحت یابی عبادات میں اضافہ کر دیا۔ پھر فرمایا کہ عبادت کرنے والا اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جاتا ہے کہ لوگ اس کا احترام کرتے ہیں وہ نفس پر قابو پا کر اللہ کی شان بیان کرنے لگتا ہے اور نفس سے ہوشیار رہتا ہے پھر اس سلسلہ میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا جس وقت حضرت آدمؑ و مائی حوا کی توبہ قبول ہوئی تو وہ ایک ساتھ رہنے لگے تو ابلیس نے اپنا بیٹا خناس کو مائی حوا کے پاس چھوڑ کر کہا

کہ میں تھوڑی دیر بعد آکر اسے لے جاؤں گا اسی دوران حضرت آدمؑ بھی تشریف لے آئے اور خنّاس کی گردن ماردی اور اسکے جسمانی ٹکڑے مختلف درختوں پر لٹکا کر حضرت حواؑ پر بہت ناراض ہوئے کہ تم نے اسے یہاں کیوں آنے دیا تمہیں معلوم نہیں تھا اور حضرت آدمؑ چلے گئے تو ابلیس نے آکر حضرت حواؑ سے خنّاس مانگا جب انہوں نے ابلیس کو پورا واقعہ سنایا یہ سن کر ابلیس نے خنّاس کو آواز دی تو اس کے جسم کے تمام ٹکڑے یکجا ہو گئے۔ پھر ابلیس اس کو آپ کے سپرد کر کے چلا گیا جب حضرت آدمؑ نے واپس آکر خنّاس کو دیکھا تو مائی حواؑ پر بہت غصہ ہوئے اور خنّاس کو قتل کر کے جلادیا نصف خاک ہوا میں اُڑادی نصف پانی میں ڈال دی جب وہ چلے گئے ابلیس نے پھر آکر مائی صاحبہ سے خنّاس کو طلب کیا تو مائی صاحبہ نے پھر سارا واقعہ اسے سنایا تو ابلیس نے پھر خنّاس کو آواز دی وہ اپنے اصلی روپ میں آ موجود ہوا تیسری بار پھر اصرار کر ابلیس، خنّاس کو مائی صاحبہ کے حوالے کر دیا لیکن اب کی مرتبہ حضرت آدمؑ نے اس کو ذبح کر کے گوشت پکایا اور آدھا خود کھایا اور آدھا حوا کو کھلا دیا یہ واقعہ معلوم کر کے ابلیس نے اظہار مسرت سے کہا کہ میری سکیم یہی تھی کہ خنّاس کا گوشت سینہ انسانی میں نفوذ کر جائے۔ اسی وجہ سے انسانوں کو وسوسہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی کرامت:

اور اب حضرت اعلیٰ حضرت کی ایک کرامت جو بوٹیوں پر موجود ہے مولانا صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت اپنے بچے کو احمد رضا خان کے پاس تعویذ لینے کے لیے لائی اور انہیں کہا کہ میرے بچے کو کوئی تعویذ دیں تاکہ یہ ٹھیک ہو جائے جب اعلیٰ حضرت نے اسے تعویذ لکھ کر دے دیا تو وہ گھر چلی گئی جیسے ہی اس نے تعویذ بچے کو دیا بچے نے دم توڑ دیا وہ اعلیٰ حضرت کے پاس گئی اور انہیں سارا واقعہ سنایا کہ اس کا بچہ کیسے مرا اس پر احمد رضا خان نے کہا بچے کو میرے پاس لے آؤ جب وہ مرے ہوئے بچے کو لے آئیں تو آپ نے پانی کی چھینٹیں بچے پر ماریں اور وہ زندہ ہو گیا پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہابی ہمارے غوث اعظم کو نہیں مانتے کہ وہ مردے زندہ کر سکتے ہیں مگر یہاں تو ان کے غلام بھی مردے زندہ کرتے ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اس واقعہ میں کتنا سچ ہے۔

ایک اور کرامت:

شیخ محمد رازیؒ فرماتے ہیں میں کئی سال حضرت اصمؒ کی مجلس میں رہا صبح و شام ان کی خدمت میں گزارے میں ایک دن بھی آپ کو چشمگین نہیں دیکھا ایک دن آپ بازار سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا آپ کے ایک شاگرد کو سبزی فروش نے پکڑا ہوا تھا اور کہہ رہا

تھا تو مجھ سے سبزی لے کر گیا تھا اسے ہضم بھی کر لیا ہے اور مجھے ابھی تک قرضہ واپس نہیں کیا آج میں تمہیں نہ چھوڑوں گا۔ اگر آپ کو اپنے شاگرد پہ اتنا ترس آتا ہے تو اپنی جیب سے ادا کر دیں یہ سنتے ہیں آپ جلال میں آگئے اپنے کندھے سے چادر اُتار کر نیچے پھینک دی دیکھتے ہی دیکھتے چادر کا دامن اثر فیوں سے بھر گیا بقال سے کہا اب تم اپنے پیسے اُٹھا لو اگر اپنے حق سے زیادہ اُٹھاؤ گے تو سزا پاؤ گے بقال نے اپنا حق اُٹھایا مگر لالچ کی وجہ سے مزید ہاتھ بڑھایا اور مزید اثر فیاں اُٹھانی چاہیں اس کا ہاتھ وہی خشک ہو گیا۔

عالم اضطرابی کا میلہ:

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت سہل بن عبد اللہ قسریؒ ایک جنگل میں تھے کہ انہیں ایک بڑھیا ملی چنانچہ جب آپ نے اس کی اعانت کرنا چاہی تو اس نے ہاتھ اُٹھا کر مٹھی بند کر لی جب اس نے مٹھی کھولی اس میں سونا تھا پھر اس نے آپ سے کہا تم تو رقم جیب سے نکالتے ہو اور مجھے قدرتی ملتی ہے اور یہ کہہ کر اچانک غائب ہو گئی جب آپ نے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرنا شروع کیا تو دوران طواف دیکھا کہ کعبہ خود اس کا طواف کر رہا ہے آپ اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا جو اختیاری طور پر یہاں پہنچتا ہے اس کے لیے طواف کعبہ ضروری ہے لیکن جو اضطرابی عالم میں آتے ہیں کعبہ خود ان کا طواف کرتا ہے۔

ہر سمت سونا ہی سونا:

عمر ولیث ایک مرتبہ ایسا علیل ہوا کہ اطباء نے جواب دے دیا پھر اس نے عالم یاس میں حضرت سہل بن عبداللہ فستری کو بلا کر دُعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ دُعا اسی کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو لہذا تم توبہ کر کے قیدیوں کو رہا کرو جب اس نے حکم کی تعمیل کی تو اس نے کہا اے اللہ جس طرح تو نے اس کو عطا کی اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی دکھا دے یہ کہتے ہی وہ تندرست ہو گیا اور اسی وقت کھڑا ہو گیا اور بہت سی دولت پیش نذرانہ کرنی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا پھر کسی مرید نے رستے میں پوچھا اگر آپ نذرانہ قبول کر لیتے تو میں سبکدوش ہو جاتا آپ نے فرمایا اگر تجھے دولت دیکھنی ہے تو سامنے دیکھ اس نے نظر اٹھائی تو ہر طرف سونا ہی سونا نظر آیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہو اس کو دولت کی تمنا کیسی؟

پردہ پوشی:

ایک عورت حضرت حاتمِ اصم کی خدمت میں حاضر ہوئی ایک مسئلہ دریافت کیا مگر اسی دوران اس کی ہوا نکل گئی وہ بڑی شرمندہ ہوئی آپ نے زور سے فرمایا کہ بلند آواز میں بات کرو میں اصم (اُونچا سننے والا ہوں) آپ کی مراد یہ تھی کہ اس عورت کی شرمساری جاتی

رہے اس عورت نے بلند آواز میں اپنا مسئلہ پوچھا۔ جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ نے اپنے آپ کو اصم مشہور کر رکھا تا کہ اس عورت کو احساسِ ندامت نہ ہو۔

ولایت ملنے کا آسان طریقہ:

ایک روز سریؒ مجلس میں بیٹھے تھے کہ خلیفہ بغداد کا ایک مصاحب شیخ احمد نامی گھوڑے پر سوار ادھر سے گزرا شیخ نے توجہ باطنی دی وہ اسی وقت گھوڑے سے اتر کر حاضر خدمت ہوا شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ان گنت مخلوق میں سے آدمی سے زیادہ کوئی چیز ضعیف نہیں ہے کاش یہ بے چارہ جانتا کہ میں کیا چیز ہوں اور کس چیز سے پیدا ہوا ہوں شیخ کا یہ کلام نشتر کی طرح شیخ احمد کے دل میں اتر گیا اس قدر رویا کہ ہوش جاتے رہے جب اپنے آپ میں آیا تو رات بھر کسی سے بات چیت کی اور نہ کچھ کھایا یا صبح پھر خدمتِ شیخ میں حاضر ہوا کہا اے اُستاد تیرا یہ سخن دل میں گھر کر گیا ہے دنیا میری نظروں میں ہیچ و نا کارہ ہو گئی ہے۔ اس پر ان کے اُستاد نے فرمایا غیر اللہ سے پوری طرح روگردانی کی جائے دل کو اللہ کے ساتھ لگایا جائے یہ سن کر شیخ احمد نے کہا اے اُستاد اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ چند روز کے بعد ایک بوڑھی عورت بد حال آئی اور کہا اے امام اہل اسلام! میرا جوان ہمت بیٹا ایک روز تیری مجلس میں آیا اور دیوانہ ہو کر گیا اب میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے اس عورت کی حالت دیکھ کر شیخ کا دل پیسجا اور کہا غم نہ کر پریشان نہ ہو تیرا بیٹا جب آ گیا میں تجھے

اطلاع دے دوں گا۔

ایک رات شیخ احمد خدمت شیخ میں حاضر ہوا آپ نے ایک خادم سے کہا جاؤ اس کی ماں کو بلا کر لاؤ جب اس کی ماں اپنے اہل و عیال کے ساتھ آگئے تو سب نے اسے دیکھ کر نالہ و فریاد کرنا شروع کر دیا ہر چند چاہا کہ ان کے ساتھ گھر چلے مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوا بلکہ شیخ سے کہا آپ نے ان لوگوں کو ناحق بلایا اور میرا وقت خراب کیا ہے یہ تو میرے لیے وبال جان ہو گئے ہیں ہر وقت یادِ الہی میں صرف ہوتا تھا اس پر اس کی بیوی بولی تو نے اپنا بنا بنایا کام خراب کر دیا ہے مجھ پر جو گزرے گی اس کو اپنے سر لوں گی اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لیتا جا اس نے کہا بہت خوب اس وقت لڑکے نے جو لباس زیب تن کر رکھا ہے باپ نے اسے اُتر وایا اس کی بجائے اسے پرانی گدڑی پہنا دی اور ہاتھ میں زنبیل دے دی لڑکے کی ماں نے جب یہ حالت دیکھی تو لڑکے کو ساتھ لے گئی اور شیخ احمد اپنی راہ دشت لی۔ چند ماہ بعد ایک شخص خانقاہ شیخ سریٰ میں آیا اور کہا مجھے شیخ احمد نے بھیجا ہے وہ کہتا ہے میری سانس اڑی ہوئی ہے ابھی وقت ملاقات ہے تشریف لائیں شیخ سریٰ اس شخص کے ساتھ ہو گئے جب وہاں پہنچے دیکھا شیخ احمد خاک گورستان پر پڑا ہوا تھا اور کچھ دیر کا مہمان ہے مگر زبان کو حرکت دیتا ہے شیخ احمد نے آنکھ کھولی اور کہا مرحبا بروقت آئے یہ آخری ملاقات ہے یہ کہا اور اللہ کو پیارے ہو گئے شیخ سریٰ اُٹھے، چاہا کہ تجہیز و تکفین کریں اس کو وہاں چھوڑا اور شہر کی طرف چل

پڑے دیکھا کہ لوگوں کی کثیر تعداد قبرستان کی طرف آرہی ہے پوچھا کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا کیا آپ کو خبر نہیں کہ اس وقت آسمان سے آواز آرہی ہے کہ جو چاہتا ہے خدا کے ولی کا جنازہ پڑھنا ہے وہ قبرستان کو جائے پس کافی لوگ شریک جنازہ ہوئے اور ان کے جسم کو سپرد خاک کر دیا۔

دُعا سے مرید کو گناہ سے بچانے کی کرامت:

حضرت جنیدؒ کا مرید جو بصرہ میں رہتا تھا ایک روز اس کے دل میں گناہ کا خیال پیدا ہوا اس کو یہ خیال آتے ہی اس کا پورا چہرہ سیاہ ہو گیا جب خود کو آئینے میں دیکھا تو خوب گھبرایا اور شرم کے مارے گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا تین روز بعد اس کے چہرہ کی سیاہی بالکل ختم ہو گئی اس کا چہرہ پھر پہلے کی طرح روشن ہو گیا اسی روز ایک شخص آیا اور اسے حضرت جنیدؒ کا خط دیا جب اس نے خط پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ اپنے دل کو اپنے قابو میں رکھو اور بندگی کے دروازے پر ادب سے رہو اس لیے کہ آج مجھے تین دن و رات سے دھوبی کا کام کرنا پڑا کہ تمہارے منہ کی سیاہی دور ہو۔

سچا بندہ:

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابو یزید کو بعض مرتبہ

بعد نماز عشاء سے صبح تک مراقبہ میں مشغول دیکھا کہ صرف پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوئے اور ایڑی اور پنجہ اٹھائے ہوئے اور ٹھوڑی سینے پر رکھی ہوئی اور آنکھیں کھولے ہوئے تھے صبح کے وقت سجدہ کیا اور بہت دراز سجدہ کیا پھر قعدے میں بیٹھے اور پھر دُعا کی اے اللہ! آپ سے ایک قوم نے آپ کو طلب کیا تو آپ نے ان کو پانی پر چلنا اور ہوا میں اُڑنا اور زمیں کو طے کرنا اشیاء کا ماہیت کا بدل دینا بطور کرامت عطا کیا۔ اسی طرح بیس سے زائد کرامتیں شمار کیں۔ پھر کہا وہ اس پر راضی ہو گئے اور میں ان باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

پھر میری طرف دیکھا کہا کون ہے یحییٰ ہے میں نے کہا جی حضور فرمایا تو یہاں کب سے کھڑا ہے میں نے کہا کہ میں کافی دیر سے کھڑا ہوں یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا کچھ حالت مجھ سے بیان کر۔ فرمایا تیرے مناسب حال بیان کرتا ہوں کہ اللہ سبحان تعالیٰ نے مجھے فلک دنیا میں داخل فرمایا اور ملک دنیا میں گشت کرایا اور زمین میں تحت الثریٰ تک کی سیر کرائی پھر مجھے فلک علویٰ میں پہنچایا اور جملہ افلاک اور حیات اور عرش کی سیر کرائی پھر مجھے فرمایا تجھے کون سی چیز پسند آئی جو تجھے دی جائے میں نے جواب دیا مجھے کوئی چیز پسند نہیں آئی جو میں آپ سے طلب کروں فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے جو سچے دل سے میری عبادت کرتا ہے میں تیرے ساتھ یہ کروں گا یہ کروں گا اور بہت سی چیزوں کا شمار کیا میں گھبرا گیا اور مجھے تعجب ہوا۔ میں نے عرض کیا حضور نے ایسے وقت معرفت کا سوال کیوں نہ کیا حالانکہ آپ سے

ایسے شہنشاہ نے فرمایا جو چاہے مانگ یہ سن کر مجھے ڈانٹا اور فرمایا چپ رہ مجھے اس پر اپنے سے بھی رشک آیا میں نہیں چاہتا کہ ان کو سوائے ان کو کوئی بھی نہ پہنچانے۔

ریت کا سونا بن جانا:

حضرت خواجہ فضیل عیاضؒ جن دنوں ڈاکہ زنی سے لوٹتے تھے تو لوٹا ہوا مال علیحدہ رکھ دیتے اور اس پر قافلے والوں کا نام لکھ لیتے۔ جن دنوں آپ نے توبہ کی جہاں کہیں کسی قافلے والے کے متعلق معلوم ہوتا اس کے پاس جاتے اور لوٹا ہوا مال اسے واپس دے دیتے اور اسے راضی کرتے ایک دن ایک شخص کے پاس گئے جو یہودی تھا اور وہ اپنا مال واپس لینے کے لیے راضی نہ تھا کہنے لگا میرے میں تو اتنا خالص سونا تھا اس میں سونا نہیں خواجہ نے قسم کھا کر کہا کہ کوئی سونا نہیں تھا آپ نے بڑی عاجزی و انکساری سے اس یہودی سے کہا اس میں کوئی سونا نہیں تھا اس پر یہودی نے کہا میں تب تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا سونا نہیں مل جاتا میں آپ سے راضی نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد اس نے کہا میرے گھر چلے جاؤ طاقچے میں سونے کی بھری ایک تھیلی پڑی ہے اسے اٹھالو اور مجھے دے دو پھر میں تم سے راضی ہو جاؤں گا خواجہ اس کے گھر گئے تھیلی اٹھا کر اسے دی جب اُسے کھولا گیا تو اس میں خالص سونا موجود تھا یہودی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اب تو نے سچی توبہ کی ہے اس تھیلی میں ریت بھری تھی میں نے رات کو پڑھا تھا کہ نبی آخر

الزماں کی اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جب وہ توبہ کریں گے اگر مٹی پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ سونا بن جائے گی آج یہ مٹی تمہاری توبہ سے سونا بن گئی۔ اس یہودی نے بھی کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا اور اللہ کا مقبول بندہ بن گیا۔

دریا سے مچھلی نکلنے کی کرامت:

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائے کار میں ایک دن میں دریا دجلہ پر گیا دو کشتیوں کے درمیان کھڑا ہو کر کہنے لگا جب تک مجھے ساٹھ سیر کی ایک مچھلی نہ ملے گی میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ دریا سے ایک بہت بڑی مچھلی اُچھلی میں کنارے پر لایا اور کہا الحمد للہ میرا کام ہو گیا میں نے یہ کرامت حضرت جنید بغدادیؒ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا ابوالحسن! اگر مچھلی کی بجائے اتنا بڑا سانپ نکل آتا اور تجھے ڈس لیتا اور تم مر جاتے تو اس سے کہیں بہتر تھا کہ تم اپنی کرامت کا اظہار فخر یہ کرتے۔

مچھلیوں پر حکمرانی:

حضرت خیر نساجؒ کبھی باندگی کا کام کرتے اور کبھی دریا دجلہ کے کنارے چلے جاتے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے دریا کی مچھلیاں آپ کے نماز پڑھتے دریا کے کنارے آ جاتیں اور آپ کے لیے دریا کی کئی چیزیں باہر پھینکتیں۔ ایک دن آپ ایک

بوڑھی عورت کا کپڑا بن رہے تھے اس بڑھیا نے کہا میں کل تمہیں مزدوری دینا چاہتی ہوں اور اگر تم یہاں نہ ملو تو میں مزدوری کسے دوں آپ نے فرمایا دریائے دجلہ میں پھینک دینا اتفاقاً دوسرے دن وہ بوڑھی عورت آئی تو آپ وہاں نہ تھے اس نے مزدوری کی رقم دریائے دجلہ میں پھینک دی حضرت دریائے دجلہ کے کنارے نماز پڑھنے میں مشغول تھے تو ایک مچھلی وہ بڑھیا کی ساری رقم لے کر ان کے سامنے آئی اور وہ رقم پھینک دی۔

اب ایک اور کتاب ہے تذکرہ اولیاء ملک اینڈ کمپنی، رمضان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور اور حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔

عظمتِ اولیاء:

خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے وزیر کو حکم دیا کہ حضرت جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تا کہ میں ان کو قتل کر دوں وزیر نے کہا جو شخص دنیا کو خیر باد کہہ کر عزت نشین ہو گیا اس کا قتل کرنا صحیح نہیں خلیفہ نے غصے سے کہا کہ تم پر میرے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر جعفر صادق کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جب میں اپنے سر سے تاج اُتاروں تو تم فوراً صادق کو قتل کر دینا۔ لیکن جب آپ وزیر کے ساتھ تشریف لائے آپ کی عظمت و جلال نے خلیفہ کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مودبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی

حاجات کے بارے میں دریافت کرنے لگا اس پر انہوں نے کہا کہ مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزت و احترام سے آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا ایسا اثر ہوا لرزہ براندام ہو کر مکمل تین روز بے ہوش رہا لیکن بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے تک غشی طاری رہی خیر خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر سارے حیرت زدہ ہو گئے جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا جس وقت جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک بڑا اثر دھاتا تھا جو اپنے جبرٹوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذرا سی بھی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نکل جاؤں گا۔ چنانچہ اسکی دہشت مجھ پہ طاری ہو گئی اور میں نے آپ سے معافی طلب کر لی۔

صفائی قلب کی فضیلت:

حضرت حسن بصری کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیب سے ملاقات ہو گئی انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے حسن بصری نے کہا کہ دریا کے پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں آپ نے فرمایا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ پر یقین کر کے پانی پر روانہ ہو جاؤ یہ کہہ کر خود پانی پر چل کے دوسرے کنارے پہنچے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن بصری پر غشی طاری ہو گئی

اور ہوش آنے کے بعد لوگوں نے غشی کا سبب پوچھا تو فرمایا حبیب کو علم میں نے سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گیا اور اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی پھر آپ نے دوسری ملاقات میں حضرت حبیب سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا میں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کا غصہ کر کے رہتے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف دوسروں نے تو میرے علم سے فائدہ اٹھایا لیکن مجھے کچھ نہ مل سکا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے حالات:

آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں اور گاہے بگاہے حسن بصریؒ کے وعظ میں بھی شریک ہوتیں ایک روایت ہے کہ ابتداء میں آپ گاتی تھیں بعد میں تاب ہو کر جنگل میں گوشہ نشین ہو گئیں پھر صوبقت سفر حج پر روانہ ہوئیں آپ کا ذاتی گدھا تو بہت کمزور تھا جب آپ سامان لا کر روانہ ہوئیں تو وہ راستے میں ہی مر گیا یہ دیکھ کر اہل قافلہ نے کہا آپ کا سامان ہم اٹھالیں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا میں نے تمہارے بھروسے سفر نہیں کیا تھا یہ سن کر اہل قافلہ وہیں چھوڑ کر چل دیئے اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ایک نادار کے ساتھ کیا یہی سلوک ہوتا ہے پہلے مجھے اپنے گھر کی طرف مدعو کیا اور پھر میرا گدھا مار دیا اور مجھ کو جنگل میں تنہا چھوڑ دیا گیا ابھی آپ کا شکوہ ختم نہ ہوا تھا کہ گدھے میں

جان آگئی اور آپ اس پر سامان لا کر مکہ کے لیے روانہ ہو گئیں۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ عرصہ دراز کے بعد اس گدھے کو مکہ معظمہ کے بازار میں فروخت ہوتے دیکھا اس سے لگتا ہے کہ آپ کی دُعا سے اس کی عمر دراز ہوئی جب آپ مکہ معظمہ پہنچیں تو کچھ ایام بیاباں میں رہ کر خدا سے التجا کی کہ میں اس لیے دل گرفتہ ہوئی کہ میری تخلیق سے تو خاک سے ہوئی ہے اور کعبہ پتھر سے تعمیر ہوا لہذا میں تجھ سے بلا واسطہ ملاقات کی متمنی ہوں چنانچہ بلا واسطہ اللہ نے مخاطب کر کے فرمایا:

”اے رابعہ کیا نظام عالم درہم برہم کر کے تمام ایک عالم کا خون اپنی گردن پر لینا چاہتی ہو اور کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب موسیٰ نے دیدار کی خواہش کی اور ہم نے اپنی تجلیات سے ایک چھوٹی سی تجلی کو ہر طور پر ڈالی تو وہ پاش پاش ہو گیا۔“

اس کے بعد جب آپ دوبارہ حج کو گئیں تو دیکھا کہ خانہ کعبہ خود آپ کے استقبال کے لیے پہلے چلا آ رہا ہے آپ نے فرمایا مجھے مکان کی حاجت نہیں بلکہ مکین کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمالِ خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے۔

حضرت ابراہیم اہم جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر گام پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور دورانِ سفر یہ کہتے جاتے کہ دوسرے لوگ تو قدموں سے چل کر پہنچتے ہیں اور میں سر اور آنکھوں کے سہارے پہنچوں گا اور جب مکہ

میں داخل ہوئے تو وہاں سے خانہ کعبہ غائب تھا چنانچہ آپ یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے شاید میری بصارت زائل ہو چکی ہے لیکن غائب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوئی ہے بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لیے گیا ہے یہ سن کر آپ کو ندامت ہوئی اور پوچھا یا اللہ وہ کون ہستی ہے ندا آئی وہ بہت عظیم ہستی ہے چنانچہ آپ کی نظر اٹھی اور دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصریؒ لاٹھی کہ سہارے چلی آرہی ہیں اور کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے اور آپ نے رابعہ بصریؒ سے سوال کیا کہ تم نے نظام عالم کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے جواب ملا میں نے تو نہیں البتہ تم نے ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے جو چودہ برس میں کعبہ تک پہنچے ہو۔ حضرت ابراہیم اہم نے کہا کہ میں ہر گام پر دو رکعت نفل پڑھتا آیا ہوں جس کی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ رابعہ نے فرمایا کہ تم نے نماز پڑھ پڑھ کر فاصلہ طے کیا ہے اور میں عجز و انکساری سے یہاں پہنچی ہوں۔ پھر ادائیگی حج کے بعد اللہ تعالیٰ سے رور و کر عرض کیا تو نے حج پر بھی اجر کا فائدہ فرمایا اور مصیبت پر صبر کرنے کا اجر دے کیونکہ حج سے زیادہ اور کوئی مشکل ہو سکتی ہے؟ وہاں سے بصرہ واپس ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئیں اور جب دوسرے سال حج کا زمانہ آیا تو فرمایا پچھلے سال تو کعبے نے میرا استقبال کیا تھا اس سال میں اس کا استقبال کروں گی چنانچہ شیخ فارمدی کے قول کے مطابق آپ نے حج کے موقع پر جنگل میں جا کر کروٹ کے بل لڑکھڑانا شروع کر دیا اور مکمل سات سال کے عرصہ میں عرفات پہنچیں اور وہاں غیبی آواز سن کر کے

اس طلب میں کیا رکھا ہے اگر تو چاہے تو ہم تجھے اپنی تجلی سے بھی نواز سکتے ہیں آپ نے عرض کی مجھ میں اتنی ہمت کہاں اگرچہ رتبہ فقر کی مطمئن ہوں ارشاد ہوا کہ فقر ہمارے قہر کے مطابق ہے جسے ہم نے ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے جو صرف ہماری بارگاہ سے اس طرح متصل ہو جاتے ہیں کہ سرمو فراق باقی نہیں رہتا پھر ہم انہیں لذت وصال سے محروم کر کے آتشِ مزاق میں جھونک دیتے ہیں۔

مقامِ ولایت:

ایک دفعہ مائی رابعہ بصری حضرت حسن بصریؒ کے مکان پر پہنچیں تو اس وقت وہ مکان میں نہیں تھے مگر وہ مکان کی چھت پر تھے اور اس طرح مصروف گریہ تھے کہ اشکوں کا پر نالہ بہہ پڑا اس پر مائی صاحبہ نے کہا کہ آپ یہ گریہ زاری فریب کا رانہ ہے تو اسے بند کر دو تاکہ آپ کے باطن میں ایسا بحرِ پیکراں موجزن ہو جائے گا اگر اس کی پہنچائیوں میں اپنے قلب کو تلاش کرنا چاہو تو مل نہ سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے پر قدرت حاصل ہے آپ یہ باتیں گو حسن بصری کے لیے بار خاطر ہوئیں لیکن آپ نے خاموشی اختیار کر لی اور ایک روز جب رابعہ بصری ساحلِ فرات پر موجود تھیں تو اچانک حسن بصری بھی وہیں پہنچ گئے اور پانی پر مصلے بچھا کر کہنے لگے آؤ دونوں نماز پڑھ لیں لیکن رابعہ نے جواب دیا اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کے لیے ہے تو بہت اچھا ہے کیونکہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں یہ کہہ کر

رابعہ نے اپنا مصلے ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا آئیے دونوں یہاں نماز ادا کریں تاکہ مخلوق کی آنکھوں سے اوجھل رہیں۔ پھر بطور دلجوئی رابعہ نے کہا کہ جو فعل آپ نے سرانجام دیا وہ تو پانی کی مچھلیاں بھی کر سکتی تھیں اور جو میں نے کیا وہ ایک حقیر مکھی بھی کر سکتی ہے لیکن حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت حسن مکمل ایک شب و روز رابعہ بصری کے ہاں رہے اور حقیقت و معرفت پر گفتگو کرتے رہے لیکن حسن بصری کہتے ہیں نہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں مرد ہوں اور نہ یہ احساس ہوا کہ رابعہ عورت ہے اور وہاں سے واپسی پر میں خود کو مفلس اور ان کو مخلص پایا۔

حضرت حسن بصری اپنے چند رفقا کے ہمراہ ایک شب رابعہ بصری کے یہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اور حضرت حسن کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ رابعہ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسے روشن ہو گئیں اور پورے مکان میں روشنی رہی اگر کوئی اس پر اعتراض کرے کہ یہ چیز بعید از قیاس میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اس کو ان کو معجزہ کا کوئی حصہ ضرور مل جاتا ہے فرق اتنا ہے کہ انبیاء کے لیے اسے معجزہ بولا جائے گا اور ولی کے لیے کرامت بولا جائے گا۔

معرفت:

حسن بصری نے رابعہ بصری سے سوال کیا کہ تمہیں یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے انہیں جواب ملا کہ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر کے تکمیل ضرورت کے لیے فروخت کر دیا جس کے مجھے دو درہم ملے اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درہم لے کر اس خیال میں غرق ہو گئی کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا اور یہ بات وحدانیت کے منافی اور میری گمراہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ بس اس کے بعد میری راہیں کشادہ ہوتی گئیں۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ حضرت حسن بصری کہتے ہیں اگر میں روزِ محشر ایک لمحہ کے لیے بھی دیدارِ خداوندی سے محروم رہا تو اتنی گریہ زاری کروں گا اہلِ فردوس کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا رابعہ نے کہا انہوں نے بالکل صحیح کہا لیکن یہ شے بھی اسی کے لیے شانِ سامان ہے جو آن واحد کے لیے یادِ الہی سے غافل نہ رہتا ہو۔

دانشمندی:

حضرت صالح عامری اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مسلسل کسی کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو آخر کسی نہ کسی وقت کھول ہی دیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ جملہ سن کر رابعہ بصری نے فرمایا

کہ آخر وہ کب کھلے گا کیونکہ وہ کبھی بند ہی نہیں ہوا یہ سن کر حضرت صالح کو آپ کی دانش مندی پر مسرت ہوئی اور اپنی کم عقلی پر رنج۔ ایک مرتبہ رابعہ بصری نے کسی کو ہائے غم پائے غم کی رٹ لگاتے ہوئے سنا تو کہا ہائے غم نہ کہو بلکہ ہائے بے غمی کہو کیونکہ اگر تمہیں غم ہوتا تو تمہیں بات کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔

حضرت ابراہیم اودھم کے خلاف لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا حالت فقر میں آپ کو کبھی مسرت بھی حاصل ہوئی آپ نے فرمایا کہ بہت مرتبہ ایک دفعہ میں پرانے کپڑوں اور بڑھے ہوئے بالوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گیا اور کشتی کے سبھی لوگ میرا مذاق اڑانے لگے بلکہ ایک مسخرہ بار بار میرے بال نوچتا اور مجھے گھونسنے مارتا چنانچہ اس وقت مجھے اپنے نفس کی رسوائی پر بہت خوشی ہوئی پھر اسی دوران دریا میں طوفان آگیا اور ملاح نے کہا کہ اس دیوانے کو دریا میں پھینک دو اور جب لوگوں نے میرا کان پکڑ کر پھینکنا چاہا تو طوفان رک گیا اور مجھے اپنی ذلت پر بہت خوشی ہوئی۔

ایک دفعہ ایک مسجد میں آرام کرنے گیا تو وہاں کے لوگوں نے زد و کوب کر کے مجھے سیڑھیوں پر سے نیچے پھینک دیا اور ہر سیڑھی پر جب مجھے سر میں چوٹ لگتی تو میرے اوپر اسرار و رموز آشکار ہوتے جاتے پھر ایک مرتبہ میں ایسی جگہ پر پھنسا جہاں ایک بندہ مجھ پر پیشاب پھینکتا رہا اور میں اپنی ذلت پر خوش ہوتا رہا۔ پھر ایک مرتبہ کپڑوں میں جوئیں پڑ

جانے سے پریشانی کے حالات میں مجھے اپنا دور حکومت یاد آ گیا اور مجھے اپنی ذلت و اذیت سے بہت خوشی ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں نے ایک غلام خرید کر جب اس کا نام دریافت کیا تو اس نے جواب دیا آپ چاہے جس نام سے پکاریں پھر جب میں نے یہ سوال کیا کہ تم کھاتے کیا ہو اس نے کہا جو آپ کھلا دیں میں نے پھر پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے تو اس نے جواب دیا غلام کو ان چیزوں سے بحث نہیں ہوا کرتی میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اللہ تعالیٰ کا یوں ہی اطاعت گزار ہوتا تو کتنا بہتر تھا۔

جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کسی کی بندگی کرتے ہیں تو یہ سن کر آپ کاپنے لگے اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور کافی دیر تک لوٹتے رہے یہ کہا ”زمین و آسمان میں رہنے والے سب خدا کے سامنے بندے ہو کر آنے والے ہیں اور جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ زمین پر گرنے سے قبل آپ نے یہ آیت کیوں نہیں پڑھی فرمایا اگر میں خود کو اللہ کا بندہ کہوں تو وہ حق بندگی طلب کرے گا اور بندہ ہونے سے منکر بھی نہیں ہو سکتا پھر کسی نے پوچھا آپ کے اوقات کن مشاغل میں گزرتے ہیں فرمایا میرے پاس چار سواریاں ہیں جب نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر کی سواری پر اس کے سامنے جاتا ہوں اور جب فرمانبرداری کرتا ہوں تو خلوص کی سواری پر سامنے جاتا ہوں اور جب معیشت کا مرتکب ہوتا ہوں تو ندامت و

تو بہ کی سواری پہ حاضر ہوتا ہوں مصائب میں مبتلا ہوتا ہوں تو صبر کی سواری پہ جاتا ہوں آپ کا ایک قول یہ بھی مشہور ہے کہ جب تک بندہ اہل و عیال کو چھوڑ کر کتوں کی مانند گھوڑے کی کمر پر نہ لوٹے اس وقت تک وہ مردوں کی صف میں شامل نہیں ہو سکتا اور آپ کا یہ قول اس لیے بھی صحیح ہے کہ آپ نے سلطنت چھوڑ کر ذلت و رسوائی اختیار کی جس کی وجہ سے دولت فقر سے مالا مال ہوئے۔ آپ پہاڑی پر کسی بزرگ سے مصروف گفتگو تھے تو انہوں نے سوال کیا کہ اہل حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے آپ نے کہا اگر وہ پہاڑ کو حکم دے تو وہ چلنا شروع کر دے یہ کہتے ہی وہ پہاڑ گردش میں آ گیا آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے چلنے کو نہیں کہا تھا چنانچہ وہ پہاڑ ٹھہر گیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ:

ایک مرتبہ آپ فراغت حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے اور خواب میں کہ دو فرشتے باتیں کر رہے ہیں ایک نے دوسرے سے سوال کیا اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا دوسرے نے جواب دیا چھ لاکھ لوگوں نے حج کیا مگر ایک فرد کا حج بھی قبول نہیں ہوا مگر دمشق کا ایک موچی جو حج میں شریک نہیں ہوا لیکن خدا نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل سب کا حج قبول کر لیا یہ خواب دیکھنے کے بعد دمشق میں ملاقات کرنے موچی کے پاس پہنچے ملاقات کے بعد اس کا نام و نسب دریافت کر کے حج کا واقعہ

دریافت کیا تو اس نے جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے بتا دیا کہ میں عبداللہ بن مبارک ہوں یہ سنتے ہی وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد اس طرح اپنا واقعہ بیان کیا بہت عرصہ سے میرے قلب میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اس نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لیے تھے لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے یہاں سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ جاؤ تم بھی کھانے آؤ تا کہ ہم بھی کھالیں چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا آج جو کچھ آپ نے پکایا ہے ہمیں بھی عنایت کریں لیکن اس نے کہا وہ کھانا آپ کے کھانے کا نہیں ہے کیونکہ سات یوم سے میں اور میرے اہل و عیال فاقہ کشی میں مبتلا تھے تو میں نے مردہ گدھے کا گوشت پکالیا یہ سن کر میں خوف خداوندی سے لرز گیا اور اپنی تمام جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر کے یہ تصور کیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے حج کے برابر ہے حضرت عبداللہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ فرشتوں نے خواب میں واقعی سچی بات کہی تھی اور خدا تعالیٰ حقیقتاً قضا و قدر کا مالک ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے حالات (سچا خواب):

جب آپ دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی ہڈیوں کو مزار اقدس سے نکال کر علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں اور جب دہشت زدہ ہو کے آپ خواب سے بیدار ہوئے تو امام ابن سیرین سے انہوں نے

کہا کہ بہت مبارک خواب ہے اور آپ کو سنت نبوی وہ مرتبہ عطا کیا جائے گا کہ احادیث صحیحہ کو موضوع حدیث سے جدا کرنے کی شناخت ہو جائے گی اس کے بعد جب آپ دوبارہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے کی ہے لہذا دنیا سے کنارہ کش مت ہو۔
بصیرت:

کچھ بچے گیند سے کھیل رہے تھے اور گیند اتفاق سے ابوحنیفہؒ کے سامنے ہی آکر گری اور بچوں میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھالے۔ ایک لڑکے نے بھاگ کر جب آپ کے سامنے سے گیند اٹھائی تو آپ نے یہ فرمایا کہ یہ لڑکا حرامی ہے کیونکہ اس میں حیا کا مادہ نہیں ہے جب تحقیق کی گئی تو وہ لڑکا واقعی حرامی تھا۔
عبادت:

آپ تین سو نفل ہر روز پڑھا کرتے تھے ایک دن راستہ میں کسی عورت نے دوسری عورت کو اشارہ کیا اور کہا یہ شخص رات کو پانچ سو نفل پڑھتا ہے آپ نے یہ بات سن لی اور اسی دن سے پانچ سو نفل پڑھنے لگے پھر ایک دن کسی نے راستے میں کہہ دیا کہ یہ ایک ہزار نفل پڑھتے ہیں اس دن سے آپ نے ایک ہزار نفل کو روز کا معمول بنالیا۔ پھر آپ کے کسی

شاگرد نے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ پوری رات جاگتے ہیں آپ نے کہا آج سے پوری رات بیدار رہا کروں گا جب شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ بعض بندے اپنی تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے اور میں ایسے گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اُس دن سے آپ نے مکمل بیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ گھٹنوں میں اونٹ کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑ گئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ:

آپ نے بغداد آ کر آئینہ سازی کی دکان قائم کر لی اور ایک پردہ ڈال کر چار سو رکھا۔ نماز یومیہ اسی دوکان میں ادا کرتے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد دکان کو خیر باد کہہ کر حضرت مسری مسقطی کے ایک مکان کے حجرہ میں گوشہ نشین ہو گئے اور تیس سال سے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے رہے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہے چالیس سال بعد یہ خیال آیا کہ میں معراج کمال تک پہنچ گیا ہوں چنانچہ غیب سے ندا آئی کہ اے جنید وہ وقت آپہنچا کہ تیرے گلے میں زنا رڈال دی جائے آپ نے عرض کی اے باری تعالیٰ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا جواب ملا تیرا وجود تو ابھی باقی ہے۔ یہ سن کر آپ نے سر د آہ بھرتے ہوئے کہا کہ جو بندہ وصال کا اہل ثابت نہ ہو سکا اس کی تمام نیکیاں حاصل معصیت ہو گئیں۔

حضرت عمرو بن عثمانؓ:

آپ شریعت و طریقت پر یکساں طور سے گامزن تھے آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے پیرومرشد ہیں حضرت منصور حلاج کا واقعہ آپ بددعا کا نتیجہ ہے منصور کو ایک دن آپ نے کچھ تحریر کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا یہ تم کیا تحریر کر رہے ہو انہوں نے کہا کہ ایسی عبادت تیار کر رہا ہوں جو قرآن کا مقابلہ کر سکے یہ سنتے ہی آپ نے غضب ناک ہو کر یہ بددعا دی کہ جس کی وجہ سے منصور کو وہ واقعہ پیش آیا۔

مریدین کی جماعت نے کسی جنگل میں آپ سے انجیر کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے جیسے ہی ہوا میں ہاتھ بلند کیا تو انجیر سے لبریز ایک طباق آپ کے ہاتھ میں آ گیا اور آپ نے پوری جماعت کو کھلا دیا۔ اسی طرح جب مریدین نے حلوے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ان کو حلوہ پیش کر دیا لوگوں نے جب عرض کی کہ ایسا حلوہ تو بغداد کے شہر میں ملتا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا میرے لیے بغداد کے جنگل اور شہر دونوں مساوی ہیں سنا گیا ہے کہ بغداد میں کسی حلوائی کا حلوے سے بھرا ہوا طباق گم ہو گیا تھا۔

حضرت حسین منصور حلاج:

آپ کے متعلق عجیب و غریب قسم کے اقوال منقول ہیں لیکن آپ نرالی شان کے

بزرگ تھے اکثر صوفیاء نے آپ کی بزرگی سے انکار کیا ہے کہ آپ تصوف سے نابلد ہیں۔ آپ ہر روز رات کے وقت چار سو رکعتیں نماز ادا کیا کرتے تھے اور اس بات کو اپنے اوپر فرض کر لیا تھا۔ آپ نے پچاس سال کی عمر میں یہ فرمایا اب تک میرا کوئی مسلک نہیں تھا لیکن تمام مذاہب میں جو جو مشکلیں ہیں انہیں میں نے اختیار کر لیا ہے اور پچاس برس میں ہزار سال کی نمازیں ادا کر چکا ہوں ہر نماز کے لیے غسل ضروری ہے۔

عبادت و ریاضت کے دور میں مسلسل آپ ایک گدڑی میں زندگی بسر کرتے رہے جب آپ نے اس گدڑی کو اتارا تو اس میں انہیں تین رتی کے برابر جوئیں پڑ چکی تھیں آپ کے قریب ایک بچھو کو دیکھ مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا اس کو مت مارنا کیونکہ بارہ برس سے میرے ساتھ ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ:

چالیس سال تک کبھی آپ نے ایک لمحہ کے لیے بھی آرام نہیں کیا اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ چالیس سال بعد ایک دن مریدین سے فرمایا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں مریدین کو بہت حیرت ہوئی پوچھا کہ آج آپ آرام کے خواہاں کیوں ہوئے فرمایا کہ آج میں نے خدا کی بے نیازی کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ حتیٰ کے تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا میرے قلب میں کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔

ایک دن کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آکر اُترا اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید و شبلی ہوں آپ نے بھی کھڑے ہو کر زمین پر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت ہوں اور مصطفائے وقت ہوں۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ اس قول کا مفہوم بھی وہی ہے جو ہم منصور کے قول انا الحق میں ہم بیان کر چکے ہیں وہ مقام محویت میں تھے اور اگر محویت میں اولیاء کرام سے خلاف شرع بھی کوئی کام ہو جائے اُن کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔ (کراماتِ اولیاء، علامہ عالم فقیری، شبیر برادرز 40 بی اُردو بازار لاہور)

تازہ کھجوریں ملنے کی کرامت:

حضرت عتبہ غلامؒ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ مجھ سے بہت سے لوگ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں اگر اپنی کوئی کرامت دکھادیں تو بہتر ہے آپ نے بتایا کیا طلب کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ تازہ کھجور کی خواہش ہے۔ حالانکہ وہ کھجور کا موسم نہ تھا آپ نے فرمایا یہ لے ایک تازہ کھجور سے بھری ہوئی تھیلی اس کو دے دی۔ (سنتے آئے ہیں کہ کرامت بس کی بات نہیں ہوتی مگر یہاں وہ دعویٰ کر رہے ہیں۔)

حضرات جو کرامات میں ابھی تک لکھ چکا ہوں اور صحابہ اجمعین کی زندگی پر غور کریں تو وہاں تو یہ تاثر ملتا ہے کہ روزمرہ زندگی گزارتے، محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں

اس کے برعکس دیکھیں کہ ان کرامات میں کوئی بزرگ یہاں ہوا میں اُڑ رہے ہیں کوئی پانی پر چل رہا ہے کوئی دو سال کی مسافت پلک جھپکتے ہی طے کر لیتے ہیں اب آپ خود ہی سوچیں کہ ان بزرگان کی زندگی تو یہیں ہوا میں اُڑنا پانی پر چلنا اس طرح کی زندگی افسانوں میں اچھی لگتی ہیں مگر حقیقی زندگی ایسی نہیں ہے۔

اب آپ خود سوچیں کہ جب ہم لوگ کہتے تھے کہ یہ آپ لوگوں سے کرواتے ہیں شرک ہے اب آپ خود دیکھ لیں کہ بلاوڑہ شریف میں جب وہی باتیں ہونے لگیں تو یہ سب چیزیں بریلوی علماء کو اچھی نہ لگیں تو انہوں نے بلاوڑہ شریف والوں کو جھوٹا کہنا شروع کر دیا کیونکہ ان کے پیٹ کا سوال ہے کہ اب ان کو کیسے مال ملے گا جب اہلحدیث علماء ان لوگوں کو کہتے کہ ایسا نہ کرو یہ جو تم لوگ کرتے ہو شرک ہے مگر ان کے علماء بلکہ ان میں جناب طاہر القادری بھی شامل ہیں اللہ انہیں حق کی توفیق دے۔ آمین!

بریلوی علماء کی ایک اور بات جو ڈبل سنڈرڈ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز نہیں مگر کئی دفعہ ٹی وی پر دکھایا گیا کہ یہ علماء اپنے چاہنے والوں کو اپنے آگے سجدے کرواتے ہیں بلکہ یہ بات خود طاہر القادری صاحب سے ثابت ہے وہ خود ہی لوگوں کو سجدہ کرواتے ہیں اور کئی بار اس بات کا ذکر محفلوں میں بھی کیا ہے کہ مرید اپنے پیر کو سجدہ کرتے ہیں آپ جب بھی علماء کو پوچھیں تو وہ اس بات کا انکار کریں گے

بلکہ وہ کہیں گے کہ یہ شرک ہے۔

یہ لوگ باتیں تو سچی کرتے ہیں لیکن ان کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے اب آپ طاہر القادری صاحب کو لے لیں وہ خود تو باتیں کرتے ہیں کہ میں فلاں جلسہ میں گیا تو جب وہاں پیر کو سجدہ کرنے کے بارے میں بات ہوئی تو وہ لوگ مجھے وہابی سمجھنے لگے اور یوٹیوب پر وہی طاہر القادری صاحب نظر آئیں گے کہ مرید انہیں سجدے کر رہے ہیں مگر وہ ان کی نظر میں شرک نہیں ہے۔

اب بلاوڈہ شریف والوں کو دیکھیں تو پہلے وقتوں میں تو پیر صاحب کی کرامات ان کے دنیا سے جانے کے بعد ان کی کرامات کا بتاتے ہیں مگر بلاوڈہ شریف والوں کا بھی عجیب حال ہے کہ وہ جن مریدوں کی مدد کرتے ہیں انہیں باقاعدہ ویڈیو پر دکھاتے ہیں کسی کا کینسر ختم ہو جاتا ہے کسی کی شوگر بالکل نہیں رہی یہ اس طرح لوگوں کو MIslead کر رہے ہیں۔

اسی طرح ایک اور واقعہ مولانا توصیف رحمان نے یوٹیوب پر سنایا تھا اور ساتھ میں Live Documentary بھی تھی کہ ایک گاؤں میں ایک مزار پر ایک بہت بڑا درخت تھا جو حکومت نے کٹوا دیا تھا مگر اسے اٹھانے کے لیے جو کرین منگوائی تھی وہ اسے اٹھانے میں کامیاب نہ ہوئی تو وہاں کے لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ یہ ہمارے پیر صاحب کی کرامت ہے ایک دن الحمد للہ حضرات نے کہا کہ ہم لوگ اس درخت کو یہاں سے اٹھا کر لے

جائیں گے اس پر گاؤں والوں نے کہا کہ اگر تم لوگ اسے یہاں سے لے گئے تو ہم لوگ تمہیں ایک لاکھ روپیہ بھی دیں گے اور ہم سب بریلوی اہلحدیث ہو جائیں گے اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تم سبھی بریلوی ہو جاؤ گے انہوں نے منظور کر لیا پھر دکھایا گیا کہ اہلحدیثوں نے وہ درخت اٹھوایا اور جو بریلویوں کا سردار تھا اس سے پھر انٹرویو لیا گیا تو وہ وہاں سے بھاگ گیا یہ آپ آج بھی یوٹیوب پر دیکھ سکتے ہیں باتیں تو بہت ہیں مگر میری بینائی کمزور ہے اتنا کچھ نہیں لکھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا ہے کہ وہ ہمیں سچا مسلمان بنائے اور خرافات سے دور رہنے کی توفیق دے۔ آمین!

حضرت جنید بغدادیؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ حضرت سقطی کے بھانجے اور مرید ہیں اور حضرت محاسبی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور، انوار الہی کا مخزن و منبع اور مکمل علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے اہل زمانہ نے آپ کو شیخ الشیوخ زاہد کامل اور علم و عمل کا

سرچشمہ تسلیم کر لیا تھا اور آپ کو سید الطائفہ، لسان القوم، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے خطابات سے نوازا تھا اور اکثر صوفیائے کرام نے آپ کا راستہ اختیار کیا۔ لیکن ان تمام اوصاف کے باوجود بغض و عناد رکھنے والوں نے آپ کو زندیق و کافر تک کہہ ڈالا۔

حالات:

کسی شخص نے حضرت سری سقطی سے سوال کیا کہ کیا کبھی مرید درجہ مرشد سے بھی بلند ہو جاتا ہے۔ فرمایا بے شک جس طرح جنید میرا مرید ہے لیکن مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے۔

حضرت سہل تستری سے روایت ہے کہ گو حضرت جنید کا مرتبہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے لیکن آپ صرف حضرت آدم کی طرح عبادت تو کرتے تھے مگر راہ طریقت کی مشقت برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ حضرت سہل کا یہ قول ایک ایسا راز ہے جو ہماری فہم سے بالاتر ہے اور ادب کا تقاضا کہ ہم دونوں بزرگوں میں سے کسی کی شان میں گستاخی کے مرتکب نہ ہوں۔

بچپن ہی سے آپ کو بلند مدارج حاصل ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ مکتب سے واپسی پر دیکھا کہ آپ کے والد برسر راہ رہے ہیں آپ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے ماموں کو مال زکوٰۃ سے کچھ درہم بھیجے تھے لیکن انہوں نے

لینے سے انکار کر دیا اور آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی ایسے مال کے حصول میں صرف کر دی جس کو خدا کے دوست بھی پسند نہیں کرتے، چنانچہ حضرت جنید نے اپنے والد سے وہ درہم لے کر اپنے ماموں کے یہاں پہنچ کر آواز دی اور جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے تو آپ نے عرض کیا کہ جنید آپ کے لیے زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہے، لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا، جس پر حضرت جنید نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں نہ لیں کیونکہ میرے والد کے لیے جو حکم تھا کہ حقدار کو زکوٰۃ پیش کرو وہ انہوں نے پورا کر دیا۔ یہ بات سن کر حضرت سری نے دروازہ کھول کر فرمایا کہ رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں چنانچہ اسی دن سے آپ کی خدمت میں رہنے لگے اور سات سال کی عمر میں انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں چار صوفیائے کرام میں شکر کے مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی تھی اور جب شکر کی تعریف بیان کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد فرمایا کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے منعم کی نافرمانی کبھی نہ کرے۔ یہ سن کر سب لوگوں نے کہا کہ واقعی شکر اس کا نام ہے۔ پھر آپ نے بغداد واپس آ کر آئینہ سازی کی دکان قائم کر لی اور ایک پردہ ڈال کر چار سو رکعت نماز یومیہ اسی دکان میں ادا کرتے رہے اور

کچھ عرصہ بعد دکان کو خیر باد کہہ کر حضرت سری سقطی کے مکان کے ایک حجرے میں گوشہ نشین ہو گئے اور تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے، چالیس سال کے بعد یہ خیال ہو گیا کہ معراج کمال تک پہنچ گیا ہوں۔ چنانچہ غیب سے ندا آئی کہ اے جنید اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ تیرے گلے میں زنا رڈال دی جائے آپ نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟ جواب ملا کہ تیرا وجود تو ابھی تک باقی ہے۔ یہ سن کر آپ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا کہ جو بندہ وصال کا اہل ثابت نہ ہو سکا اس کی تمام نیکیاں داخل معصیت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ کو فتنہ پردازوں نے سخت سُست بھی کہا اور خلیفہ سے بھی آپ کی شکایتیں کیں، لیکن خلیفہ نے کہا کہ جب تک ان کے خلاف یہ جرم ثابت نہ ہو جائے کہ ان کی وجہ سے لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سزا دینا قرین قیاس نہیں۔ پھر ایک مرتبہ خلیفہ نے بغرض امتحان ایک حسین و جمیل کنیز کو لباس و زیورات سے مرصع کر کے یہ ہدایت کر دی کہ ان کے سامنے پہنچ کر نقاب الٹ کر یہ کہنا کہ میں ایک امیر زادی ہوں اگر آپ میرے ساتھ ہم بستر ہو جائیں تو میں آپ کو دولت سے نوازوں گی اور واقعہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے اس کنیز کے ہمراہ ایک غلام کو بھی بھیج دیا اور جب اس کنیز نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق آپ کے سامنے اظہار مدعا کیا تو آپ نے سر جھکا کر ایک ایسی سرد آہ کھینچی کہ اس کنیز نے وہیں دم توڑ دیا۔ اور جب غلام نے واپس

آ کر خلیفہ سے واقعہ کی نوعیت بیان کی تو خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ خود اس سے بہت محبت کرتا تھا اور اس نے کہا کہ جو فعل میں نے ان کے ساتھ کیا وہ نہ کرنا چاہیے تھا جس کی وجہ سے مجھے یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ پھر آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ یہ بات آپ نے کیسے گوارا کی کہ ایسی محبوب ہستی کو دنیا سے رخصت کر دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین کی حیثیت سے تمہارا فرض تو مومنین کے ساتھ مہربانی کرنا ہے لیکن مہربانی کے بجائے تم نے میری چالیس سالہ عبادت کو ملیا میٹ کرنا کیسے گوارا کر لیا۔

منقول ہے کہ جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ نے وعظ و تبلیغ کو اپنا شیوہ بنا لیا اور ایک مجمع میں فرمایا کہ وعظ گوئی میں نے اپنے اختیار سے شروع نہیں کی بلکہ تمہیں ابدالین کے اصرار بے حد پر یہ سلسلہ شروع کیا اور میں نے تقریباً دو سو بزرگوں کے جوتے سیدھے کیے ہیں۔

حضرت جعفر بن نصر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک درہم دے کر انجیر و روغن زیتون خرید لانے کا حکم دیا ورا فطار کے وقت انجیر منہ میں رکھ کر فوراً نکال کر پھینک دیا اور جب میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے یہ ندا آئی کہ اے بے حیا جس شے کو تو نے ہماری یاد میں چھوڑ دیا تھا پھر اسی کی جانب متوجہ ہو گیا۔

کسی درویش کی عبادت کے لیے تشریف لے گئے تو وہ مصروف گرہیہ تھا۔ آپ نے

سوال کیا کہ کس کی عطا کردہ اذیت پر گر یہ کناں ہے اور کس سے اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے۔ درویش یہ سن کر ساکت ہو گیا تو پھر آپ نے پوچھا کہ خیر کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہ رونے کی اجازت ہے نہ صبر کی قوت۔

ایک مرتبہ آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو ایک آتش پرست طبیب نے آنکھوں پر پانی نہ لگنے کی ہدایت کی، لیکن آپ نے فرمایا کہ وضو کرنا تو میرے لیے ضروری ہے اور طبیب کے جانے کے بعد وضو کر کے نماز عشاء ادا فرما کر سو گئے اور صبح کو بیدار ہوئے تو درد چشم ختم ہو چکا تھا اور یہ ندا آئی کہ چونکہ تم نے ہماری عبادت کی وجہ سے آنکھوں کی پرواہ نہیں کی اس لیے ہم نے تمہاری تکلیف ختم کر دی۔ اور طبیب نے جب سوال کیا کہ ایک ہی شب میں آپ کی آنکھیں کس طرح اچھی ہو گئیں تو فرمایا کہ وضو کرنے کے سے یہ سن کر اس نے کہا کہ درحقیقت میں مریض تھا اور آپ طبیب یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا۔

کسی بزرگ نے ابلیس کو فرار ہوتے دیکھا اور وہ بزرگ جب آپ کے پاس پہنچے تو آپ کو بہت غضبناک حالت میں پایا، چنانچہ ان بزرگ نے کہا کہ غصہ تھوک دیکھئے کیونکہ غصہ کی حالت میں شیطان غالب آ جاتا ہے اس کے بعد جب راستہ کا واقعہ بیان کیا تو

آپ نے فرمایا کہ ابلیس میرے غصہ سے بھاگتا ہے کیونکہ دوسرے لوگ تو اپنے نفس کی خاطر غصہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر خدا نے ابلیس سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں

کبھی اس سے پناہ طلب نہ کرتا۔

آپ کی ملاقات مسجد کے دروازے پر ایک معمر شخص کی صورت میں ابلیس سے ہو گئی تو آپ نے سوال کیا کہ آدّم کو سجدہ نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کب روا ہے۔ اس جواب سے آپ حیرت زدہ ہوئے تو غیبی آواز آئی کہ اس سے کہ دو کہ تو کاذب ہے کیونکہ بندے کو مالک کے حکم سے انحراف کی اجازت نہیں۔ چنانچہ ابلیس آپ کے غیبی الہام کو بھانپ کر فوراً رُفُو چکر ہو گیا۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ موجودہ دور میں دینی بھائیوں کی قلت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے خیال میں دینی بھائی صرف وہ ہیں جو تمہاری مشکلات کو حل کر سکیں تب تو یقیناً وہ نایاب ہیں۔ اور اگر تم حقیقی دینی بھائیوں کا فقدان تصور کرتے ہو تو تم کاذب ہو اس لیے کہ برادر دینی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جن کی دشواریوں کا حل تمہارے پاس ہو اور ان کے تمام امور میں تمہاری اعانت شامل ہو اور ایسے برادر دینی کا فقدان نہیں ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے گریہ زاری کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تاحیات میں مصیبت و بلا کی جستجو میں رہا کہ اگر وہ اثر دھابن کر سامنے آجائے تو میں سب سے پہلے اس کا لقمہ بن جاؤں لیکن آج تک یہی حکم ملتا رہا کہ ابھی تیری ریاضت بلا کے مقابلہ میں نہیں جم سکتی۔ کسی نے عرض کیا کہ ابو سعید خزاز کے انتقال کے وقت ذوق میں بہت اضافہ ہو گیا

تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں ان کی موت باعث تعجب ہے کیونکہ جب بندے کو ذوق و شوق کا یہ انتہائی مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ سب کچھ فراموش کر دیتا ہے اور ایسے ہی اہل مراتب کو خدا اپنا دوست رکھتا ہے اور ایسے ہی بندے خدا پر فخر کرتے ہیں اور اس کی دوستی میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ان سے ایسے اقوال صادر ہونے لگتے ہیں جو عوام کے ذہن و فکر سے بعید ہوتے ہیں اور عوام ان اقوال کو معیوب تصور کرنے لگتے ہیں۔

ابن شریح سے لوگوں نے جب سوال کیا کہ جنید بغدادی کا کلام ان کے علم کے مطابق ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو میں نہیں جانتا البتہ ان کی گفتگو ایسی ضرورت ہوتی ہے جیسے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے کلام کر رہا ہو اور میرے قول کی یہ دلیل ہے کہ جب جنید تو حید کو بیان کرتے ہیں تو ایسا جدید مضمون ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ایک مرتبہ دوران وعظ کسی نے عرض کی کہ آپ کا وعظ میری فہم سے بالاتر ہے، آپ نے فرمایا کہ ستر سال کی عبادت قدموں کے نیچے رکھ کر سرنگوں ہو جا اس کے بعد اگر تیری سمجھ میں نہ آئے تو یقیناً میرا قصور ہوگا۔ ایک مرتبہ کسی نے دوران وعظ آپ کی تعریف کر دی تو فرمایا کہ حقیقت میں یہ خدا کی تعریف کر رہا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ قلب کو مسرت کس وقت حاصل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ قلب میں ہوتا ہے۔

کسی نے پانچ سو دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے تو پوچھا کہ تمہارے پاس اور رقم بھی ہے اس نے جب اثبات میں جواب دیا تو پوچھا کہ مزید مال کی بھی حاجت ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا اپنے پانچ سو دینار واپس لے جا کیونکہ تو اس لیے مجھ سے زیادہ حاجت مند ہے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن مجھے حاجت نہیں اور تیرے پاس مزید رقم موجود ہے پھر تو محتاج ہے۔

کسی سائل نے آپ سے سوال کیا تو آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جب یہ شخص مزدوری کر سکتا ہے تو اس کو سوال کرنا جائز نہیں۔ لیکن اسی شب خواب دیکھا کہ سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک برتن آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے اور حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کو کھالو۔ چنانچہ جس وقت آپ نے کھول کر دیکھا تو وہی سائل مردہ پڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو مردار خور نہیں ہوں۔ حکم ہوا کہ پھر دن میں اس کو کیوں کھایا تھا۔ آپ کو خیال آ گیا کہ میں نے غیبت کی تھی اور یہ اسی جرم کی سزا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص کی تعلیم میں نے حجام سے حاصل کی ہے اور واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ایک حجام کسی دولت مند کی حجامت بنا رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اس نے فوراً اس دولت مند کی حجامت چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دیئے، اور حجامت بنانے کے بعد ایک کاغذ کی

پڑیا میرے ہاتھ میں دے دی جس میں کچھ ریزگاری لپٹی ہوئی تھی اور مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اپنے خرچ میں لائے۔ وہ پڑیا لے کر میں نے یہ نیت کر لی کہ اب پہلے مجھے جو کچھ بھی دستیاب ہوگا وہ میں حجام کی نذر کروں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص نے بصرہ میں اشرفیوں سے لبریز تھیلی مجھ کو پیش کی وہ لے کر جب میں حجام کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ میں نے تو تمہاری خدمت صرف خدا کے لیے کی تھی اور تم بے حیا بن کر مجھے تھیلی پیش کرنے آئے ہو، کیا تمہیں اس کا غم نہیں کہ خدا کے واسطے کام کرنے والا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔

ایک رات آپ کا عبادت سے دل اُچاٹ ہو گیا چنانچہ آپ باہر نکلے تو دیکھا کہ دروازے پر ایک آدمی کبل لپیٹے بیٹھا ہوا ہے آپ نے اس کو دیکھتے ہی عبادت سے دل اُچاٹ ہونے کی وجہ شاید تمہارا انتظار کرنا ہے، اس نے عرض کیا نفس کا کیا علاج ہے آپ نے فرمایا نفس کی مخالفت اس کا واحد علاج ہے یہ سن کر وہ جدھر سے آیا تھا چلا گیا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ کون تھا۔ اس کے بعد جب آپ نے عبادت شروع کی تو دلجمعی پیدا ہو چکی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت سہل نے آپ کو تحریر کیا کہ خواب غفلت سے بچو کیونکہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا، جیسا کہ باری تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ فرمایا کہ جو ہماری محبت کا دعویدار ہو کر رات کو سوتا ہے وہ کاذب ہے آپ نے جواب

میں تحریر کیا کہ خدا کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے لیکن ہمارے سونے کا تعلق خدا کے فعل سے ہے جو ہمارے فضل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

ترجمہ: نیند ایک بخشش ہے خدا کی جانب سے اپنے دوستوں پر۔

کسی عورت نے اپنے گم شدہ لڑکے کے مل جانے کی دُعا کے لیے آپ سے عرض کیا تو فرمایا کہ صبر سے کام لو، یہ سن کر وہ چلی گئی اور کچھ روز صبر کرنے کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوئی۔ لیکن پھر آپ نے صبر کی تلقین فرمائی۔ وہ عورت پھر واپس ہو گئی اور جب طاقت صبر بالکل نہ رہی تو پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب تاب صبر بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا قول صحیح ہے تو جاتیرا بیٹا تجھے مل گیا چنانچہ جب وہ گھر پہنچی تو بیٹا موجود تھا۔

ایک مرتبہ چور نے آپ کا کرتا چُرا لیا اور دوسرے دن جب بازار میں آپ نے اس کو فروخت کرتے دیکھا تو خریدنے والا چور سے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی یہ گواہی دے دے کہ یہ مال تیرا ہے تو میں خرید سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں واقف ہوں یہ سن کر خریدار نے کرتا خرید لیا۔ کسی نے آپ سے ننگا بھوکا رہنے کی شکایت کی تو فرمایا کہ خدا تجھے ہمیشہ ننگا بھوکا رکھے کیونکہ یہ نعمت تو وہ اپنے مخصوص بندوں ہی کو عطا کرتا ہے اور وہ کبھی اس کے شاکِی نہیں ہوتے۔

ایک مرتبہ کوئی مال دار آپ کی مجلس میں سے کسی درویش کو اپنے ہمراہ لے گیا اور کچھ وقفہ کے بعد اس کے سر پر خوان رکھوائے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے درویش کو حکم دیا کہ یہ خوان اسی مالدار کے منہ پر مار دے جس کو درویش کے علاوہ کوئی نہیں ملا۔ کیونکہ درویش صاحب نعمت نہ ہونے کے باوجود بھی اہل ہمت ہوتے ہیں اور اگر دنیاوی دولت سے محتاج ہوں تو اجر آخرت ان کا حصہ ہے۔

کسی ارادت مند نے اپنا تمام اثاثہ راہ خدا میں خرچ کر دیا اور صرف ایک مکان باقی رہ گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ مکان فروخت کر کے تمام رقم دریا میں پھینک دو، اس نے تعمیل کر کے آپ کے ساتھ رہنا شروع کر دیا اور باوجود آپ کے دھتکارنے کے بھی ایک لمحہ کے لیے آپ سے جدا نہ ہوتا۔ آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بلند مرتبہ پر پہنچا

ایک نوجوان پر آپ کی مجلس وعظ میں ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس نے توبہ کر کے گھر پہنچ کر تمام سامان خیرات کر دیا اور ایک ہزار دینار آپ کو نذر کرنے کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں لوگوں نے کہا کہ تم دیندار کو دنیا میں کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر اس نوجوان نے تمام دینار دریائے دجلہ میں پھینک دیئے اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میری صحبت کے اس لیے اہل نہیں ہو کہ تم نے ایک ایک کر کے جو ایک ہزار مرتبہ دینار دریا میں پھینکے وہ کام تو ایک مرتبہ میں بھی ہو سکتا تھا۔

کسی مرید کے قلب میں یہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو گیا کہ اب میں کامل بزرگ ہو گیا ہوں اور مجھے صحبت مرشد کی حاجت نہیں اور اس خیال کے تحت جب وہ گوشہ نشین ہو گیا تو رات کو خوابوں میں دیکھا کرتا کہ ملائکہ اونٹ پر سواری کر کے جنت میں سیر کرانے لے جاتے ہیں اور جب یہ بات شہرت کو پہنچ گئی تو ایک دن آپ بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ آج رات کو جب تم جنت میں پہنچو تو لا حول پڑھنا۔ چنانچہ اس نے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ شیاطین تو فرار ہو گئے اور ان کی جگہ مردوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ تائب ہو گیا اور آپ کی صحبت اختیار کر کے یہ طے کر لیا کہ مرید کے لیے گوشہ نشینی سم قاتل ہے۔

ایک مرید بصرے میں گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھا اور اسی دوران اس کو اپنے کسی گناہ کا خیال آ گیا جس کی وجہ سے تین یوم تک اس کا چہرہ سیاہ رہا اور تین یوم کے بعد جب وہ سیاہی دور ہوئی تو حضرت جنید کا مکتوب پہنچا کہ بارگاہ الہی میں مودبانہ قدم رکھنا چاہیے کیونکہ تیرے چہرے کی سیاہی دھونے میں مجھے تین یوم تک دھوبی کا کام کرنا پڑا ہے۔

جنگل میں شدت کی گرمی کی وجہ سے کسی مرید کی نکسیر پھوٹ گئی تو اس نے آپ سے گرمی کی شکایت کی آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ تم خدا کی شکایت کرتے ہو، میری نظروں سے دُور ہو جاؤ اور اب کبھی میرے ساتھ نہ رہنا۔

کسی مرید سے گستاخی سرزد ہو گئی اور وہ شرمندگی کی وجہ سے شوتیرہ کی مسجد میں جا چھپا اور جب ایک مرتبہ آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ خوفزدہ ہو کر ایسا گرا کہ سر سے خون بہنے لگا اور ہر قطرہ خون سے اللہ اللہ کے ورد کی آواز آنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چیز ریا و نمود میں شامل ہے جبکہ کے چھوٹے چھوٹے لڑکے تیرے جیسے ذکر میں مساوی ہیں، یہ سن کر وہ مرید اسی وقت تڑپ کر مر گیا اور جب اس سے کسی نے خواب میں اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ برسوں گزر جانے کے بعد بھی میں دین سے بہت دور ہوں اور جو کچھ میں سمجھتا تھا وہ سب باطل ہے۔

ایک مرید سے موڈب ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت اُلس تھا جس کی وجہ سے دوسرے مریدین کو رشک پیدا ہو گیا، چنانچہ آپ نے ہر مرید کو ایک مرغ اور ایک چاقو دے کر یہ حکم دیا کہ ان کو ایسی جگہ جا کر ذبح کرو کہ کوئی نہ دیکھ سکے، کچھ وقفہ کے بعد تمام مریدین تو ذبح شدہ مرغ لے کر حاضر ہو گئے لیکن وہ مرید زندہ مرغ لیے ہوئے آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں خدا موجود نہیں تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر تمام مریدین اپنے اپنے رشک سے تائب ہو گئے۔

آپ کے آٹھ مخصوص مریدین نے جب جہاد کا قصد کیا تو آپ بھی ان کے ساتھ کفار سے مقابلہ کے لیے روم تشریف لے گئے وہاں ایک کافر کے ہاتھوں آٹھویں مریدین

نے جامِ شہادت پیا، اس وقت آپ نے دیکھا کہ نو ہودے ہوا میں معلق ہیں اور آٹھوں مریدین کی ارواح کو آٹھ ہودوں میں رکھا جا رہا ہے آپ کو خیال ہوا کہ شاید نواں ہودہ میرے لیے ہے یہ خیال کر کے آپ پھر مصروفِ جہاد ہو گئے لیکن جس کافر نے آٹھویں مریدین کو شہید کیا تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے مسلمان کر کے بغداد پہنچ کر لوگوں کو ہدایت فرمادیں کہ وہ نواں ہودہ میرے لیے ہے۔ یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کے آٹھ کافروں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گیا اور اس نویں ہودے میں اس کی روح کو داخل کر دیا گیا۔

سیدنا صریٰ سفر حج کے دوران جب بغداد پہنچے تو آپ سے شرفِ نیاز حاصل کرنے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے سوال کیا کہ آپ سید ہیں اور آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت علی نفس و کفار دونوں سے جہاد کیا کرتے تھے اب آپ فرمائیے کہ آپ نے کون سا جہاد کیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ مضطرب ہو کر رونے لگا اور عرض کیا کہ میرا حج تو یہیں ختم ہو گیا اب آپ مجھے ہدایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا قلب خانہ خدا ہے اس میں کسی دوسرے کو جگہ نہ دو، یہ سن کر ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ شام فتوحات کا، عراق فصاحت کا اور خراسان صدق کا مرکز ہے۔ لیکن ان راہوں میں قزاقوں نے اپنے جال بچھا رکھے ہیں۔ فرمایا کہ قدرت کا مشاہدہ کرنے والا سانس تک نہیں لے سکتا اور عظمت کا مشاہدہ کرنے والا حیرت زدہ رہتا ہے اور ہیبت کا مشاہدہ کرنے والا سانس لینے کو کفر تصور کرتا ہے۔ فرمایا کہ بہت افضل ہے وہ بندہ جس کو ایک لمحہ کے لیے بھی قرب الہی حاصل ہوا ہو۔ فرمایا کہ بندے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اول حق کا بندہ دوم حقیقت کا بندہ، لیکن حق کا بندہ اس لیے افضل ہوتا ہے کہ اس کو اعوذ بربضاک من سخطک کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا کہ قرآن وحدیث کی اتباع کرتے رہو اور جوان کا تنبیع نہ ہو اس کی پیروی ہرگز نہ کرو، فرمایا کہ وسواس شیطانی سے نفس کے وسواس اس لیے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وسواس شیطانی تو لاحول سے دُور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وسواس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ابلیس کو عبادت کے بعد بھی مشاہدہ حاصل نہ ہو سکا لیکن حضرت آدم نے ذلت کے باوجود مشاہدے کو قائم رکھا فرمایا کہ انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے نہ کہ صورت سے فرمایا کہ خدا کے بھید خدا کے دوستوں کے قلب میں محفوظ رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جہنم میں جلنے سے زیادہ خدا سے غافل رہنا سخت ہے۔ فرمایا کہ فنایت کے بغیر بقا حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا

کہ ترک دنیا اور گوشہ نشینی سے ایمان بھی سالم رہتا ہے اور آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل درع تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی بہترین علامت ہے۔ فرمایا کہ مہمان نوازی نوافل سے بہتر ہے۔ فرمایا کہ بندہ جتنا خدا سے قریب ہوتا ہے خدا بھی اتنا ہی اس کے قریب رہتا ہے فرمایا کہ جس کی حیات روح پر موقوف ہو وہ روح نکلتے ہی مرجاتا ہے اور جس کی حیات کا دار و مدار خدا پر ہو وہ کبھی نہیں مرتا، بلکہ طبعی زندگی سے حقیقی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ صفت الہی سے عبرت حاصل نہ کرنے والی آنکھ کا اندھا ہی ہونا بہتر ہے اور جو زبان خدا کے ذکر سے عاری ہو اس کا گنگ ہونا بہتر ہے اور جو کان حق کی بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مردہ ہو جانا افضل ہے۔ فرمایا کہ مرید کو احکام شریعہ کے سوا کچھ نہ سننا چاہیئے اور مرید کے لیے دنیا تلخ ہوتی ہے اور معرفت شیریں۔ فرمایا کہ زمین کو صوفیائے کرام سے ایسی ہی آراستگی حاصل ہے جیسے آسمان کو ستاروں سے۔ فرمایا کہ خطرے کی چار قسمیں ہیں، اول خطرہ حق جس سے معرفت حاصل ہوتی ہے دوم خطرہ ملائکہ جس سے عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ سوم خطرہ نفس جس سے دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چہارم خطرہ ابلیس جس سے بغض و عناد جنم لیتے ہیں۔ فرمایا کہ اہل ہمت اپنی ہمت کی وجہ سے سب

پر فوقیت حاصل کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ چار ہزار خدا رسیدہ بزرگوں کا یہ قوم ہے کہ عبادت الہی اس طرح کرنی چاہیے کہ خدا کے سوا کسی کا خیال تک نہ آئے۔ فرمایا کہ تصوف کا مآخذ اصطفا ہے۔ اس لیے صرف برگزیدہ ہستی ہی کو صوفی کہا جاتا ہے اور صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیم سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمعیل سے تسلیم کا درس اور حضرت داؤد سے غم کا درس اور حضرت ایوب سے صبر کا درس اور حضرت موسیٰ سے شوق کا درس اور حضور اکرم ﷺ سے اخلاص کا درس حاصل کرے فرمایا کہ خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ کر خود کو فنا کر لینے کا نام تصوف ہے اور آپ کے ایک ارادت مند کا قول یہ ہے کہ صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کو ختم کر کے خدا کو پالے، فرمایا کہ عارف سے تمام رجحانات ختم کر دیئے جاتے ہیں اور عارف رموزِ خداوندی سے آگاہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ معرف کی دو قسمیں ہیں اول معرفت تعریف یعنی خود اللہ کو شناخت کرنا، دوم معرفت تصریف یعنی اللہ اس کو پہنچانے اور خدا کے ساتھ مشغولیّت کا نام معرفت ہے۔ فرمایا کہ توحید خدا کو جاننے کا نام ہے اور انتہائے توحید یہ ہے کہ جس حد تک بھی توحید کا علم ہو اس کو یہی تصور کرے کہ توحید اس سے بھی بالاتر ہے۔ فرمایا اگر محبت کا تعلق کسی شے سے قائم ہو تو اس شے کی فنایت سے محبت بھی فنا ہو جاتی ہے اور محبت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خود کو فنا نہ کرے اور اہل محبت کے اکثر اقوال لوگوں کو کفر معلوم ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ وجد کو مٹا کر غرق ہونے کا نام مشاہدہ ہے کیونکہ

وجد حیات عطا کرتا ہے اور مشاہدہ فنایت اور مشاہدہ عبودیت کو فنا کر کے جانب ربوبیت جاتا ہے اور کسی شے کی حقیقت ذاتی کے علم کا نما بھی مشاہدہ ہے۔ فرمایا کہ مراقبہ نام ہے تباہی پر افسوس کرنے کا اور مراقبہ کی تعریف یہ ہے کہ غائب کا انتظار رہے اور حیا حاضر سے ندامت کا نام ہے اور ذکر الہی سے ایک لمحہ کی غفلت بھی ہزار سالہ عبادت سے بدتر ہے۔ کیونکہ ایک لمحہ کی غیر حاضری کی گستاخی کی ہزار سالہ عبادت ملیا میٹ نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لیے نگرانی نفس سے زیادہ دشوار کوئی کام نہیں۔ فرمایا کہ اشتغال دنیاوی ترک کر دینے کا نام عبودیت ہے اور زہد کی انتہا افلاس ہے۔ فرمایا کہ بندہ صادق دن میں چالیس حالتیں تبدیل کرتا ہے لیکن ریاکار چالیس برس بھی ایک ہی حالت پر قائم رہتا ہے اور بندہ صادق وہی ہے جو نہ تو دست طلب دراز کرے اور نہ جھگڑے۔ فرمایا کہ توکل انتہائے صبر کا نام ہے جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب توکل کرتے ہیں اور صبر کی تعریف یہ ہے کہ جو مخلوق سے دور کر کے خالق کے قریب کر دے اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے ایسے بن جاؤ جیسے روزِ ازل میں تھے۔ فرمایا یقین نام ہے علم کا قلمبند میں اس طرح جانگزیں ہو جانے کا جس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے اور یقین کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ترک تکبر کر کے دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔ فرمایا کہ میرے نزدیک نیک خوفاسق کی صحبت بد خو عابد سے بہتر ہے۔ فرمایا کہ حیا ایک ایسی نعمت ہے جو معاصی کی نگرانی سے پیدا

ہوتا ہے۔ فرمایا کہ رضا نام ہے اپنے اختیارات کو معدوم کر کے مصائب کو نعمت تصور کرنے کا فرمایا کہ توبہ نام ہے عزمِ راسخ کے ساتھ ظلم و گناہ اور خصومت ترک کر دینے کا۔ فرمایا کہ اپنی تعظیم کرانے کے لیے کرامات کا ظہور فریب ہے فرمایا کہ مرید کا گناہ کبیرہ سے بے خوف ہو جانا داخل فریب ہے اور کفر سے خائف نہ ہونا واصل کا مکر ہے۔ فرمایا کہ روز ازل اللہ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرما کر ارواح کو ایسا مست بنادیا کہ دنیا میں بھی حالت سماع کے وقت اس کیفیت کے احساس سے مست ہو جاتی ہیں۔ فرمایا کہ تصوف نام ہے مخلوق سے خالق کی جانب رجوع ہونے، قرآن و سنت کی اتباع کرنے اور مشغول عبادت رہنے کا۔

جس وقت حضرت روئیم نے آپ سے ماہیت تصوف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ماہیت تصوف کی جستجو کے بجائے اپنی ذات میں تصوف تلاش کرو، کیونکہ صوفی وہی ہے جس کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو، پھر فرمایا کہ توحید نام ہے خود کو فنا کر کے اللہ میں ضم ہو جانے اور عجز کے ساتھ حصولِ نعمت کا اور محبت کا مفہوم یہ ہے کہ محبوب کے تمام اوصاف محبت میں موجود ہوں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”جب میں اس کو محبوب بناؤں گا تو اس کی سماعت و بصارت بن جاؤں

گا۔“

فرمایا کہ جاہ و حشم معدوم کر دینے کا نام اُنس ہے فرمایا کہ فکر کی بھی کئی قسمیں ہیں اوّل حصول معرفت کے لیے آیات قرآنی میں فکر کرنا، دوم حصول محبت کے لیے نفس پر خدا کے احسانات کے متعلق فکر کرنا، سوم حصول ہیبت کے لیے خدا کے مواعید پر فکر کرنا۔ چہارم حصول حیا کی خاطر خدا کے انعامات پر غور کرنا، فرمایا کہ جو بندگی کا مفہوم اس وقت معلوم ہوتا ہے جب بندہ خدا کو ہر شے کا مالک تصور کرتے ہوئے یہ باور کر لے کہ ہر شے اسی کے وجود سے قائم ہے اور سب کو وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ:

”پاکیزہ تر ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان ہے اور

سب کو اسی طرف لوٹ جانا ہے۔“

پھر فرمایا کہ حقیقت ایک ایسا مقام ہے جہاں اہل مراقبہ اس شے کے منتظر رہتے ہیں جس کے وقوع سے وہ خوفزدہ ہوں جب کہ ان کا یہ اضطراب ایسا ہی لغو ہوتا ہے۔ جیسے کوئی رات میں شب خون کا انتظار کرتے ہوئے رات بھر جاگتا رہے پھر فرمایا کہ صادق کی صفت صدق ہے اور صادق وہی ہے جو سدا ایک حال میں رہے اور صدیق وہ ہے جس کے اقوال و افعال مبنی بر صدق ہوں۔

فرمایا کہ اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابل قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کر ڈالے اور شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی پسندیدہ شے دوسرے کے حوالے

کر کے احسان نہ جتائے۔ فرمایا کہ جو درویش خدا کی رضا پر راضی رہے وہ سب سے برتر ہے اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جو احسان کر کے بھول جاتے ہیں اور تمام لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہیں۔ فرمایا کہ بندہ وہی ہے جو خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے، پھر فرمایا کہ مرید وہ ہے جو اپنے علم کا نگران رہے اور مراد وہ ہے جس کو اعانتِ الہی حاصل ہو، کیونکہ مرید تو دوڑنے والا ہوتا ہے اور مراد اُڑنے والا اور دوڑنے والا کبھی اُڑنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ ترک دنیا سے عقبی مل جاتی ہے، پھر فرمایا کہ تواضع نام ہے سر جھکا کر رکھنے اور زمین پر سونے کا، فرمایا کہ حجابات کی چھ قسمیں ہیں تین عام بندوں کے لیے اوّل نفس، دوم مخلوق، سوم دنیا اور تین خاص بندوں کے لیے اوّل عبادت، دوم اجر، سوم کرامات پر اظہارِ فخر۔ فرمایا کہ حلال سے حرام کی جانب متوجہ ہونا اہل دنیا کی لغزش ہے اور فنا سے بقا کی طرف رجوع کرنا زہاد کی لغزش ہے۔ فرمایا کہ قلب مومن دن میں ستر مرتبہ گردش کرتا ہے لیکن قلب کا فرستر برس میں بھی ایک مرتبہ گردش نہیں کرتا۔ آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے کہ اے اللہ روزِ محشر مجھ کو اندھا کر کے اٹھانا اس لیے کہ جس کو تیرا دیدار نصیب نہ ہو اس کا نابینا ہی رہنا اس لیے اولیٰ ہے کہ وہ کسی دوسری شے کو بھی نہ دیکھ سکے۔

وفات:

دم مرگ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو وضو کروادو، چنانچہ دوران وضوانگیوں میں خلل کرنا بھول گئے تو آپ کی یاد دہانی پر خلل کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے سجدے میں گر کے گریہ زاری شروع کر دی اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر عابد ہو کر روتے کیوں ہیں؟ فرمایا کہ اس وقت سے زیادہ میں کبھی محتاج نہیں تھا پھر تلاوت قرآن میں مشغول ہو کر فرمایا کہ اس وقت قرآن سے زیادہ میرا کوئی مونس و ہمد نہیں اور اس وقت میں اپنی عمر بھر کی عادت کو اس طرح میں ہوا میں معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز و تند ہوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں اور مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہوا فراق کی ہے یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پل صراط ہے اور میں عادل قاضی پر نظریں لگائے ہوئے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم دیا جائے۔ اسی طرح آپ نے سورہ بقرہ کی ستر آیات تلاوت فرمائیں اور عالم سکرات میں جب لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اللہ کیجئے تو فرمایا کہ میں اس کی طرف سے غافل نہیں ہوں، پھر ہاتھوں پر وظیفہ خوانی شروع کر دی اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہاد پر پہنچے تو انگلی اُپر اُٹھا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور آنکھیں بند کرتے ہی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور غسل دیتے وقت جب لوگوں نے آنکھ میں پانی پہنچانا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ ہمارے محبوب کی آنکھوں سے پانی دور رکھو کیونکہ اس کی آنکھیں

ہمارے ذکر کی لذت سے بند ہوئی ہیں اور اب ہمارے دیدار کے بغیر نہیں کھل سکتیں اور جب انگلیاں سیدھی کرنے کا قصد کیا تو ندا آئی کہ یہ ہاتھ ہمارے ذکر میں بند ہوا ہے اور ہمارے حکم کے بغیر نہیں کھلے گا پھر جنازے کی روانگی کے وقت ایک کبوتر پلنگ کے ایک کونے پر آ کر بیٹھ گیا اور جب اس کو اڑانے کی سعی کی گئی تو اس نے کہا کہ میرے بچے محبت کی میخ سے کونے پر گڑے ہوئے ہیں اور آج حضرت جنید کا قالب ملائکہ کا نصیب بن گیا ہے اگر لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوتے تو میت سفید باز کی طرح ہوا کے دوش پر پرواز کرتی۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ منکر نکیر کو آپ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ جب انہوں نے پوچھا کہ من ابلک تو میں نے مسکرا کر جواب دیا کہ میں ازل ہی میں اَلْسْتُ بِرَبِّکُمْ کا جواب بلی کہہ کر دے چکا ہوں اور جو سلمان کو جواب دے چکا ہوں اس کے لیے غلاموں کو جواب دینا کیا دشوار ہے۔ چنانچہ نکیرین جواب سن کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ ابھی تک خمارِ محبت کا اثر موجود ہے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے کیسا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ محض اپنے کرم سے بچہ دیا اور ان دو رکعت نماز کے علاوہ جو میں رات کو پڑھا کرتا تھا اور کوئی عبادت کام نہ آسکی۔ آپ کے مزار مبارک پر حضرت شبلی سے کوئی عمل دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ خدا سیدہ لوگوں کی حیات و ممات دونوں مساوی ہوتی ہیں اس لیے میں اسی مزار پر

کسی مسئلہ کا جواب دینے کی ندامت محسوس کرتا ہوں کیونکہ مرنے کے بعد بھی آپ سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں جتنی حیات میں۔

حضرت ابو وراقؓ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ بہت عظیم اہل ورع اور اہل تقویٰ بزرگ گزرے ہیں۔ تجرید و تفرید اور آداب میں یکتائے روزگار تھے اسی وجہ سے صوفیاء کرام نے آپ کو مودبِ اولیاء کے خطاب سے نوازا۔ حضرت محمد علی حکیم کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے بلخ میں قیام پذیر رہے اور موضوعِ تصوف پر بہت سی تصانیف چھوڑیں۔ آپ کا قول ہے کہ مقامِ ارادت میں تمام برکتوں کی کنجی صبر ہے اور ارادت کے بعد ہی برکات کا ظہور ممکن ہے۔

حالات:

آپ حضرت خضر کے شوق دیدار میں روزانہ جنگل میں پہنچ جاتے اور آمد و رفت کے دوران تلاوت کرتے رہتے۔ چنانچہ جب آپ ایک مرتبہ جنگل کی جانب چلے تو ایک اور صاحب بھی آپ کے ساتھ ہو لیے اور دونوں راستہ بھر گفتگو کرتے رہے۔ لیکن واپسی کے

بعد ان صاحب نے فرمایا کہ میں خضر ہوں جن سے ملاقات کے لیے تم بے چین تھے مگر آج تم نے میری معیت کی وجہ سے تلاوت بھی ملتوی کر دی اور جب صحبت خضر تمہیں خدا سے فراموش کر سکتی ہے تو دوسروں کی معیت ذکرِ الہی سے کیوں نہ دور کر دے گی۔ لہذا سب سے بہتر شے گوشہ نشینی ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔

جب آپ کے صاحبزادے تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے **يُؤْمِرُ بِكَ يٰحَكِيْمُ لِيَجْعَلَ الْوَلَدَانِ سَبِيًّا** یعنی ایک دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے تو وہ خوفِ الہی سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فوراً دم نکل گیا اور حضرت ابوبکر و راق ان کے مزار پر روتے فرمایا کرتے تھے کہ کس قدر افسوس ناک ہے یہ بات کہ اس بچے نے ایک ہی آیت کے خوف سے جان دے دی لیکن میرے اوپر برسوں کی تلاوت کے بعد یہ آیت اثر انداز نہ ہو سکی۔

آپ خوفِ الہی کی وجہ سے دیر تک مسجد میں نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد واپس آ جاتے۔ کسی نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دولت کی قلت دین و دنیا دونوں میں مفید ہے اور زیادتی دونوں جگہ مُضر ہے۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران ایک عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا ایک مسافر ہوں۔ اس نے کہا تم خدا کا شکوہ کرتے ہو۔ مجھے اس کی یہ نصیحت

بہت بھلی معلوم ہوئی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مقام عجز کیوں کہ ان مصائب کی مجھ میں قوت برداشت نہیں ہے جو انبیاء کرام برداشت کرتے رہے۔ فرمایا کہ تمام برائیوں کی جڑ صرف نفس ہے۔ فرمایا کہ مخلوق سے مخلوق کا میل ملاپ ہی عظیم فتنہ ہے اس لیے گوشہ نشینی ہی وجہ سکون ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ نہ تو منہ سے بُری بات نکالو نہ کانوں سے خراب بات سنو نہ آنکھوں سے بُری شے کو دیکھو نہ ٹانگوں سے بُری جگہ جاؤ۔ نہ ہاتھوں سے بُری شے کو چھوؤ بلکہ ہمہ وقت ذکرِ الہی میں مشغول رہو۔ فرمایا کہ نبوت کے بعد صرف حکمت ہی کا درجہ ہے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کے سوا ہمیشہ سکوت قائم رہے۔ فرمایا کہ خالق مخلوق سے آٹھ چیزوں کا خواہاں ہے ان میں قلب سے دو، اوّل فرمانِ الہی کی عظمت دوم مخلوق سے شفقت، زبان سے دو چیزیں اوّل اقرارِ توحید دوم مخلوق سے نرم زبان میں بات کرنا، تمام اعضا سے دو چیزیں اوّل بندگی دوم اعانتِ مخلوق سے دو چیزیں اوّل اپنی ذات پر صبر کرنا، دوم خلقت کے ساتھ رواداری اختیار کرنا۔ فرمایا کہ نفس سے محبت کرنے والوں پر غرورِ حسد اور ذلتِ مسلط ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ شیطان کا قول ہے کہ میں مومن کو ایک لمحہ میں کافر بنا سکتا ہوں اس لیے کہ پہلے اس کو حرام اشیاء کا حریص بناتا ہوں پھر خواہشات کا غلبہ کرتا ہوں اور جب وہ ارتکابِ معصیت کا عادی بن جاتا ہے تو کفر کے وسو سے پیدا کر دیتا ہوں۔ فرمایا کہ جو خدا کو اور نفس و ابلیس کو اور مخلوق و

دنیا کو پہچان لیتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے اور نہ پہنچانے والا ہلاک ہو جاتا ہے اور مخلوق سے محبت کرنے والوں کو خدا کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ تخلیق انسانی میں چونکہ مٹی اور پانی کا عنصر غالب ہے اس لیے جس پر پانی کا غلبہ ہو اس کو نرمی سے اور جس پر مٹی کا غلبہ ہو اس کو سختی کے ساتھ احکامات خداوندی کی تعلیم دینی چاہیے۔ فرمایا چونکہ پانی میں ہر رنگ اور ہر ذائقہ موجود ہوتا ہے۔ اس لیے کوئی اس لذت سے آشنا نہیں ہوتا حالانکہ اس کے پینے ہی سے زندگی کا قیام ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ پانی باعث حیات ہے اس کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ

ترجمہ: ہم نے پانی سے ہر شے کو زندگی بخشی۔

فرمایا کہ افضل ترین ہے وہ فقیر جس سے نہ تو دنیاوی بادشاہ خراج طلب کر سکے اور نہ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ حساب مانگے۔ فرمایا کہ غیبت اور لغویات لقمہ حرام کی طرح ہیں اور ذکر الہی اور استغناء لقمہ حلال کی مانند۔ فرمایا کہ صدق نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور خدا کے مابین ہو اور صبر نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور نفس کے درمیان ہو فرمایا کہ یقین ہی وہ نور ہے جو اہل یقین کو اہل تقویٰ بناتا ہے پھر فرمایا کہ زہد میں تین حرف ہیں ز۔ ہ۔ د۔ ز سے مراد زینب کا ترک کرنا، ہ سے مراد ہوا و ہوس ترک دینا، د سے مراد دنیا کو

چھوڑ دینا۔ فرمایا کہ یقین کی تین قسمیں ہیں یقین بہ یقین دلالت، یقین مشاہدہ، فرمایا کہ ہر کام کو منجانب اللہ تصور کرنے والا ہی صابر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح رزق حرام سے احتراز ضروری ہے اسی طرح بداخلاقی سے بھی کنارہ کشی ضروری ہے۔

کسی نے آپ کے انتقال کے بعد خواب میں روتے ہوئے دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں رورہے ہیں۔ فرمایا کہ جس قبرستان میں میری قبر ہے وہاں دس مردے اور بھی مدفون ہیں لیکن ان میں ایک بھی صاحب ایمان نہیں۔ پھر ایک اور شخص نے خواب میں پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ فرمایا کہ مجھے اپنا قرب عطا فرما کر میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دے دیا جس کو پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ میرا ایک گناہ اس میں ایسا درج ہے جس نے تمام نیکیوں کو ڈھانپ لیا ہے۔ اور جب میں ندامت سے سرنگوں ہوا تو ارشاد ہوا کہ جاہم نے اپنی رحمت سے اس معصیت کو بھی معاف کر دیا۔

حضرت حسین منصور حلاجؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ کے متعلق عجیب و غریب کے قسم کے اقوال منقول ہیں لیکن آپ بہت ہی نرالی شان کے بزرگ اور اپنے طرز پر یگانہ روزگار تھے۔ اکثر صوفیاء نے آپ کی بزرگی سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ تصوف سے قطعاً نابلد تھے۔ آپ ہمیشہ شوق و سوز کے عالم میں مستغرق رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف مغلق و دقیق عبارات کا مجموعہ تھیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو کافر و ساحر تک کا خطاب دے دیا اور بعض کا خیال ہے کہ آپ اہل حلول میں سے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تکیہ اتحاد پر تھا۔ لیکن حضرت مصطفیٰ فرماتے ہیں کہ توحید کا معمولی سا واقف بھی آپ کو حلول و اتحاد کا علمبردار نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس قسم کا اعتراض کرنیوالا خود ناواقف توحید ہے اور اگر ان چیزوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بغداد میں ایک جماعت نے حلول و اتحاد کے چکر میں گمراہ ہو کر خود کو حلاجی کہنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ انہوں نے صحیح معنوں میں آپ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس زمرے میں تقلید شرط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس مرتبہ پر فائز فرما دے۔ مصطفیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے تو اس

بات پر حیرت ہوتی ہے کہ لوگ درخت سے اِنّی اَنَا اللہ کی صدا کو جائز تو قرار دیتے ہیں اور اگر یہی جملہ آپ کی زبان سے نکل گیا تو خلاف شرع بتاتے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضرت عمر کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ اسی طرح آپ کی زبان سے بھی کلام کیا اور یہی جواب حلول و اتحاد کے واہیات تصوّرات کو بھی دُور کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض حضرات حسین بن حلاج اور حسین منصور کو دو جُداگانہ شخصیتیں قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسین ملحد بغداد کا باشندہ اور جادوگر تھا۔ جس کی نشو و نما واسطہ میں ہوئی اور حضرت عبداللہ خفیف کے قول کے مطاب حسین بن منصور عالم ربّانی ہوئے ہیں اور حضرت شبلی نے تو یہاں تک فرما دیا کہ مجھ میں اور حسین بن منصور میں صرف اتنا سا فرق ہے کہ ان کو لوگوں نے دانشور تصوّر کر کے ہلاک کر دیا اور مجھ کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بہر حال انہیں اقوال کی مطابقت میں حضرت مصیّف فرماتے کہ اگر حسین بن منصور حقیقت میں مطعون و ملعون ہوتے تو پھر یہ دونوں عظیم بزرگ ان کی شان میں اتنے بہتر الفاظ کیسے استعمال کر سکتے تھے۔ لہذا ان دونوں بزرگوں کے اقوال حضرت حسین بن منصور کے صوفی ہونے کے لیے بہت کافی ہیں۔

حضرت منصور ہمہ اوقات عبادات میں مشغول رہا کرتے تھے اور میدان تو حید و معرفت میں دوسرے اہل خیر کی طرح آپ بھی شریعت و سنّت کے متبعین میں سے تھے۔ گو

آپ کی زبان سے انا الحق کا غیر شرعی جملہ نکل گیا لیکن آپ کو کافر کہنے میں اس لیے تردد ہے کہ آپ کا قول حقیقت میں خدا کا قول تھا اور حضرت مصطفیٰ کی رائے ہے کہ جو مشائخین آپ کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں ان کے اقوال صوفیاء کی شان کے مطابق نہیں بلکہ بنائے حسد انہوں نے آپ کو مورد الزام گردانا ہے اس لیے ان مشائخین کے اقوال کو قابل قبول کہنا دانشمندی کے خلاف ہے۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تستر تشریف لے گئے اور وہاں دو سال تک حضرت عبداللہ تستری کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد بصرہ چلے گئے پھر وہاں سے دو حرقہ پہنچے جہاں حضرت عمرو بن عثمان مکی کی صحبت سے فیض یاب ہو کر حضرت یعقوب اقطع کی صاحبزادی سے نکاح کر لیا۔ لیکن حضرت عمرو بن عثمان کی ناراضگی کے باعث حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بغداد پہنچ گئے اور وہاں حضرت جنید نے آپ کو خلوت و سکوت کی تربیت سے مرصع کیا۔ پھر وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد حجاز تشریف لے گئے اور ایک سال قیام کرنے کے بعد جماعت صوفیاء کے ہمراہ پھر بغداد واپس آ گئے اور وہاں حضرت جنید سے نہ معلوم کس قسم کا سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تو بہت جلد لکڑی کا سر سرخ کرے گا یعنی سولی چڑھا دیا جائے گا۔ حضرت منصور نے جواب دیا کہ جب مجھے سولی دی جائے گی تو آپ اہل ظاہر کا لباس اختیار کر لیں گے۔ چنانچہ بیان کیا گیا

ہے کہ جس وقت علماء نے متفقہ طور پر حسین منصور کو قابل گردن زدنی ہونے کا فتویٰ دیا تو خلیفہ وقت نے کہا کہ حضرت جنید جب تک فتوے پر دستخط نہ کریں گے میں منصور کو پھانسی نہیں دے سکتا اور جب یہ اطلاع حضرت جنید کو پہنچی تو آپ نے مدرسہ میں جا کر پہلے علماء ظاہر کا لباس زیب تن کیا اس کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ ہم ظاہر کے اعتبار سے منصور کو سولی چڑھانے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جنید نے جب حضرت منصور کے کسی مسئلہ کا جواب نہیں دیا تو وہ حضرت جنید سے ملاقات کیے بغیر خفا ہو کر اپنی بیوی کے ہمراہ تستر چلے گئے اور ایک سال تک وہیں مقیم رہے اور وہاں کے لوگ آپ کے بے حد معتقد ہو گئے۔ لیکن آپ اپنی فطرت کے مطابق اہل ظاہر کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہے جس کی وجہ سے لوگوں میں آپ کے خلاف نفرت و حسد کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ دوسری سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عمرو بن عثمان نے اہل خورستان کو آپ کی برائیاں تحریر کر کے اور بھی آپ کے خلاف معاندانہ جذبہ رونما کر دیا۔ چنانچہ آپ کو اس طرز عمل سے بے حد رنج پہنچا اور آپ نے صوفیا کا لباس ترک کر کے اہل دنیا کا لباس اختیار کر کے دنیا داروں جیسا ہی رہن سہن اختیار کر لیا اور مکمل پانچ سال تک ہمہ اوست کے فلسفہ میں گم رہے اور مختلف ممالک میں مقیم رہ کر آخر میں فارس پہنچے اور اہل فارس کو بلند پایہ تصانیف پیش کیں اور اپنے وعظ و نصیحت میں ایسے ایسے رموز نہاں کا انکشاف کیا کہ لوگوں نے آپ کو حلاج الاسرار کے خطاب سے نواز

دیا پھر بصرہ پہنچ کر دوبارہ صوفیا کا لباس اختیار کر کے مکہ معظمہ کا عزم کیا اور راستہ میں بے شمار صوفیاء سے ملاقاتیں کرتے رہے لیکن مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد حضرت یعقوب نہر جوری نے آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا۔ پھر وہاں سے واپسی کے بعد ایک سال بصرہ میں قیام کیا اور اہواز ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے خراسان و ماوراء النہر ہوتے ہوئے چین پہنچ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا اور جن جن ممالک میں پہنچے وہاں کے لوگوں نے آپ کے اوصاف کے مطابق خطابات سے نوازا گھوم پھر کر آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور دو سال قیام کے بعد جب واپسی ہوئی تو آپ میں اس درجہ تغیر پیدا ہو گیا کہ آپ کا کلام لوگوں کی فہم سے باہر ہو گیا اور جن ممالک میں آپ تشریف لے جاتے وہاں کے لوگ آپ کو نکال دیتے جس کی وجہ سے آپ نے ایسی ایسی اذیتیں برداشت کیں کہ کسی دوسرے صوفی کو ایسی تکالیف کا سامنا کرنا نہیں پڑا۔ آپ کو حلاج اس لیے کہا گیا کہ ایک مرتبہ آپ روئی کے ذخیرے پر سے گزرے اور عجیب انداز میں کچھ اشارہ کیا جس کی وجہ سے وہ خود بخود دھنک گئی۔

ہر رات آپ چار سورتیں نماز ادا کیا کرتے تھے اور اس فعل کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا تھا اور جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ایسے مراتب کے بعد آپ اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ دوست کا مفہوم یہی ہے کہ مصائب پر صبر کیا

جائے اور جو اس کی راہ میں فنا ہو جاتے ہیں راحت و غم کا کوئی احساس باقی نہیں رہتا۔

آپ نے پچاس سال کے سن میں یہ فرمایا کہ اب تک میرا کوئی مسلک نہیں لیکن تمام مذاہب میں جو جو مشکل ترین چیزیں ہیں انہیں میں نے اختیار کر لیا ہے اور پچاس برس میں ایک ہزار سال کی نمازیں ادا کر چکا ہوں اور ہر نماز کے لیے غسل کو ضروری تصور کیا ہے۔ عبادات و ریاضت کے دور میں مسلسل آپ ایک ہی گدڑی میں زندگی بسر کرتے رہے اور جب لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر اس گدڑی کو اتار اتار اس میں تین رتی کے وزن کے برابر جوئیں پڑ گئی تھیں۔ کسی شخص نے آپ کے قریب ایک بچھو کو دیکھ کر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو مت مارنا کیونکہ بارہ برس سے یہ میرے ساتھ ہے۔

حضرت رشید خرد سمرقندی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگ سفر حج میں آپ کے ہمراہ تھے اور کئی یوم سے کوئی غذا نصیب نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جب آپ سے سب نے بھوک کی شکایت کرتے ہوئے یہ فرمائش کی کہ اس وقت ہماری طبیعت سری کھانے کو چاہتی ہے۔ تو آپ نے سب کی صف بندی کر کے بٹھا دیا اور جب اپنی کمر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے تو ایک بھنی سری اور دو گرم روٹیاں نکال نکال کر سب کے سامنے رکھتے جاتے اس طرح ان چار سو افراد نے جو آپ کے ہمراہ تھے، شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ پھر آگے چل کر لوگوں نے کہا کہ ہماری طبیعت خرموں کو چاہتی ہے۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے زور

زور سے ہلاؤ اور جب لوگوں نے یہ عمل کیا تو آپ کے جسم میں سے اس قدر خر مے جھڑے کہ لوگ سیر ہو گئے۔

مریدین کی جماعت نے کسی جنگل میں آپ سے انجیر کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے جیسے ہی فضا میں ہاتھ بلند کیا تو انجیر سے لبریز ایک طباق آپ کے ہاتھ میں آ گیا اور آپ نے پوری جماعت کو کھلایا۔ اسی طرح جب مریدین نے حلوے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ان کو حلوہ پیش کر دیا اور لوگوں نے جب عرض کیا کہ ایسا حلوہ تو بغداد کے بازاروں میں ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرے لیے بغداد کے بازار اور جنگل سب مساوی ہیں۔ سنا گیا کہ اسی دن بغداد کے باب الطاقہ کے بازار میں کسی حلوائی کا حلوے سے بھرا طباق گم ہو گیا اور جب آپ کی جماعت بغداد پہنچی تو حلوائی نے اپنا طباق شناخت کرتے ہوئے ان سے پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا اور جب لوگوں نے اسے پورا واقعہ بتایا تو وہ حلوائی آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

ایک مرتبہ سفر حج میں آپ کے ہمراہ چار افراد مکہ معظمہ پہنچے وہاں پہنچ کر آپ ننگے سر اور برہنہ جسم کھڑے ہو گئے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ شدید دھوپ کی وجہ سے آپ کی ہڈیوں تک کا گودا پکھل گیا اور جسم کی کھال پھٹ گئی اسی دوران کوئی شخص روزانہ ایک ٹکیہ اور ایک کوزہ پانی آپ کے پاس پہنچا دیتا تھا اور آپ ٹکیہ کے

کنارے کھا کر باقی ماندہ حصّہ کو کوزے پر رکھ دیا کرتے تھے اور آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہبند میں ایک بچھونے رہنے کی جگہ بنالی تھی۔

میدانِ عرفات میں آپ نے کہا کہ اے اللہ تو سرگرداں لوگوں کو راہ دکھانے والا ہے اور اگر میں واقعی کارفرم ہوں تو میرے گُفر میں اضافہ فرما دے پھر جب سب لوگ رخصت ہو گئے تو آپ نے دُعا کی کہ اے خدا میں تجھ کو واحد تصوّر کرتے ہوئے تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور تیرے انعامات پر اپنے عجز کی وجہ سے شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ لہذا تو میرے بجائے اپنا شکر یہ خود ہی ادا کر لے۔ اس لیے کہ بندوں سے تیرا شکر کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے ابلیس سے دریافت کیا کہ تو نے حضرت آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے والوں اور اس کو سجدہ کرنے والوں میں سے تھا اس لیے مجھے یہ گوارہ نہ ہو سکا کہ اس کے سوا کسی اور کو سجدہ کروں اور آپ کے اشتیاقِ دید کا یہ عالم ہے کہ اُنْظُرْ اِلَی الْجَنِّکَ کا فرمان سننے ہی کوہ طور کی جانب حریصانہ طور پر دیکھنے لگے۔

ارشادات:

جس وقت لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو جواب دیا کہ وہ مہنی برحق ہیں اور جب فرعون کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ بھی سچا تھا کیونکہ خدا نے دو طرح کے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص اور دونوں قسم کے لوگ اپنے اپنے راستوں پر چلتے رہتے ہیں اور دونوں کو راستہ دکھانے والا خدا ہے۔ فرمایا کہ خدا کی یاد میں دنیا و آخرت کو فراموش کر دینے والا ہی اصل الی اللہ ہوتا ہے اور خدا کے سوا ہر شے سے مستغنی ہو کر عبادت کرنا فقر ہے۔ فرمایا کہ صوفی اپنی ذات میں اس لیے واحد ہوتا ہے کہ نہ تو وہ کسی کو جانتا ہے اور نہ اس سے کوئی واقف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نور ایمانی کے ذریعہ خدا کی جستجو کرو۔ فرمایا کہ حکمت ایک تیر ہے اور تیر انداز خدا تعالیٰ ہے اور مخلوق اس کا نشانہ۔ پھر فرمایا کہ مومن وہ ہے جو امارت کو معیوب تصور کرتے ہوئے قناعت اختیار کرے۔ فرمایا کہ سب سے بڑا اخلاق جفائے مخلوق پر صبر کرنا اور اللہ کو پہچاننا ہے۔ فرمایا کہ عمل کو کدورت سے پاک رکھنے کا نام اخلاق ہے۔ فرمایا کہ بندوں کی بصیرت، عرفین کی معرفت، علماء کا نور اور گزشتہ نجات پانے والوں کا راستہ ازل سے ابد تک ایک ہی ذات سے وابستہ ہے۔ فرمایا کہ میدانِ رضا میں یقین کی حیثیت اژدھے جیسی ہے جس طرح جنگ میں ذرّے کی حیثیت ہوتی ہے اسی طرح پورا عالم اس اژدھے کے منہ میں رہتا ہے کہ جس طرح

بادشاہ ہوس ملک گیری میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسی طرح ہم ہر لمحہ مصائب کے طالب رہتے ہیں۔ فرمایا بندگی کی منازل طے کرنے والا آزاد ہو جاتا ہے۔ فرمایا مرید سایہ توبہ اور مراد سایہ عصمت میں ہوتا ہے۔ اور مرید وہ ہے جس کے مکشوفات پر اجتہاد کا غلبہ ہو۔ اور مراد وہ ہے جس کے مکشوفات اجتہاد پر سبقت لے جائیں۔ فرمایا کہ انبیاء کرام جیسا زہد آج تک کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ بعض لوگوں نے سوال کیا کہ دست دعا زیادہ طویل ہے یا دست عبادت۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں کی کہیں تک رسائی نہیں۔ کیونکہ گو دست دعا کو دامن قبولیت تک رسائی حاصل ہے۔ لیکن مردان حق اس کو شرک تصور کرتے ہیں اور دست عبادت کو گو دامن شریعت تک رسائی حاصل ہے لیکن مردان حق کے نزدیک وہ پسندیدہ نہیں۔ لہذا بلند ترین ہے وہ ہاتھ جو سعادت حاصل کر لے۔ فرمایا کہ عبودیت کا اتصال ربوبیت سے ہے۔ فرمایا کہ ذات خداوندی جس پر منکشف ہونی چاہتی ہے تو ادنیٰ سی شے کو قبول کر کے منکشف ہو جاتی ہے ورنہ اعمال صالحہ کو بھی قبول نہیں کرتی۔ فرمایا کہ جب تک مصائب پر صبر نہ کیا جائے عنایت حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ انبیاء کرام پر اعمال کا غلبہ اس لیے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ خود اعمال پر غالب رہتے تھے۔ اسی وجہ سے بجائے اس کے اعمال ان کو گردش دے سکتے وہ خود اعمال کو گردش دیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ جب بھی منہ سے اُف نہ نکلے۔ چنانچہ جب

آپ کو سولی پر چڑھایا گیا تو اُف تک نہیں کی۔

حالات:

جب حضرت شبلی آپ کو قتل کرنے کی مِیت سے پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسے اہم کام کا قصد کر لیا ہے جس کی وجہ سے مجھ پر دیوانگی طاری ہے اور میں خود ہی اپنی موت کو دعوت دے رہا ہوں لہذا تم مجھ کو قتل نہ کرو، آپ کے ان کلمات سے لوگ برگشتہ ہو گئے اور خلیفہ کو بھی آپ کی جانب سے بدن ظن کر دیا۔ حتیٰ کہ انا الحق کہنے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ عائد کر دیا گیا اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ بندے کا دعویٰ خدائی کرنا داخل کفر ہے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ حقیقتاً ہمہ اوست ہے اور تمہارے قول کے مطابق وہ گم نہیں ہوا ہے لیکن حسین گم ہو گیا ہے اور بحر محیط میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی ممکن نہیں اور جب لوگوں نے حضرت جنید سے عرض کیا کہ منصور کے قول میں کس طرح کی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب تم لوگ اس سلسلہ میں کچھ نہ کہو کیونکہ اب تاویل کا وقت گزر چکا ہے۔ چنانچہ علماء کی ایک جماعت اور خلیفہ وغیرہ سب آپ سے ناراض ہو گئے اور ایک برس تک آپ کو قید خانہ میں ڈالے رکھا۔ لیکن آپ کے معتقدین وہاں بھی پہنچتے رہتے تھے اور آپ ان کے مسائل کا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ پھر آپ کے پاس لوگوں کو جانے کی ممانعت کر دی گئی اور پانچ ماہ تک ایک فرد بھی آپ کے پاس نہیں پہنچا۔ مگر اس عرصہ میں بعض بزرگوں نے

آپ کے پاس دو افراد کو بھیج کر یہ کہلوادیا کہ انا الحق کہنے سے توبہ کر لو تا کہ قید سے رہا کر دیا جائے۔ آپ نے جواب دیا میں معذور ہوں، پھر ایک مرتبہ حضرت عطا خود بھی آپ کے پاس گئے لیکن آپ نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔

جس دن آپ کو قید میں ڈالا گیا تو رات کو جب لوگوں نے جا کر دیکھا تو آپ وہاں نہیں تھے اور دوسری شب میں نہ قید خانہ موجود تھا نہ آپ تھے اور تیسری شب میں دونوں موجود تھے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلی شب میں تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں تھا اور دوسری شب حضور ﷺ یہاں تشریف فرما تھے اس لیے قید خانہ گم ہو گیا تھا اور اب مجھے شریعت کے تحفظ کی خاطر یہاں پھر بھیج دیا گیا۔ آپ قید خانہ کے اندر ایک رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ پھر جب لوگوں نے پوچھا کہ جب انا الحق خود آپ ہیں تو پھر نماز کس کی پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنا مرتبہ ہم خود سمجھتے ہیں۔

قید خانہ میں آپ کے علاوہ اور بھی تین سو قیدی موجود تھے اور جب آپ نے ان سے کہا کہ کیا تم کو رہا کر دوں تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ طاقت ہے تو پھر تم خود کیوں یہاں آئے۔ آپ نے اشارہ کیا کہ تمام قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں اور جب دوبارہ اشارہ کیا تو تمام قفل ٹوٹ گئے پھر آپ نے قیدیوں سے فرمایا کہ جاؤ ہم نے تمہیں رہا کر دیا اور جب قیدیوں نے کہا کہ آپ بھی ہمارے ہمراہ چلئے تو فرمایا کہ مجھے اپنے آقا کے ساتھ ایک

ایسا راز وابستہ ہے جو سولی پر چڑھے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ گو میں اپنے آقا کا قیدی ہوں لیکن شریعت کی پاسداری بھی واجب ہے چنانچہ صبح کو دیکھا گیا تو تمام قیدی فرار ہو چکے تھے اور آپ کے سوا وہاں کوئی اور نہیں تھا اور جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے سب کو رہا کر دیا اور ہم اس لیے ٹھہر گئے ہیں کہ ہمارے آقا کا ہم پر عتاب نازل ہے اور جب یہ اطلاع خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے مار مار کر فوراً قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم کی خاطر قید خانے سے باہر لا کر جب آپ کو تین سو کوڑے لگائے گئے تو آپ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ ایک ہی حالت میں کھڑے رہے اور جس نے آپ کو کوڑے لگائے اس کا بیان ہے کہ میں ہر کوڑے پر آواز سنتا ہوں یا ابن منصور لا تخف یعنی اے منصور خوفزدہ نہ ہو اور جس وقت آپ کو سولی دی جانے والی تھی تو ایک لاکھ افراد کا وہاں اجتماع تھا اور آپ ہر سمت دیکھ کر حق حق اور انا الحق کہہ رہے تھے، اسی وقت کسی اہل اللہ نے پوچھا کہ عشق کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ آج کل اور پرسوں میں تجھ کو معلوم ہو جائے گا چنانچہ اسی دن آپ کو پھانسی دی گئی۔ اگلے دن آپ کی نعش کو جلا یا گیا اور تیسرے دن خاک ہوا میں اڑا دی گئی۔ گویا آپ کے قول کے مطابق عشق کا صحیح مفہوم یہ تھا اور جب آپ کے خادم نے وصیت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ اپنے نفس کو تمام علائق دنیاوی سے خالی کر لے ورنہ یہ نفس تجھ کو ایسی چیزوں میں پھانس دے گا جو تیرے بس کی نہ ہوگی اور جب آپ کے صاحبزادے نے

وصیت کی خواہش کی تو فرمایا کہ سارا عالم تو اعمال صالحہ کی کوشش کرتا ہے لیکن تجھے علم حقیقت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ علم حقیقی کا ایک نکتہ بھی تمام اعمال صالحہ پر بھاری ہوتا ہے۔ پھر آپ جس وقت شاداں و فرحاں ٹھہلتے ہوئے سولی کی جانب بڑھے تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر مسرور کیوں ہیں فرمایا کہ اس سے زیادہ مسرت کا وقت اور کون ہو سکتا ہے جب کہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ رہا ہوں۔

پھر آپ نے باواز بلند مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

ندیمی غیر منسوب الی شئی من الطیف ستقانی مثل مایثرب کفعل الدیف بالضیف

نلمادارت الکاس رعى بالطع والسیف کذا من یثرب الراح معہ اللثین بالصیف

یعنی میرا ندیم ذرا سا بھی ظالم نہیں ہے۔ اس نے مجھ کو ایسی شراب عطا کی ہے جو مہمان کو میزبان دیا کرتا ہے۔ اور جب جام کے کئی دور چل چکے تو تلوار اور نطع طلب کیا کہ اس شخص کی سزایہ ہے جو اژدھے سامنے ماہ تموز میں پرانی شراب پیتا ہے۔

پھر جس وقت آپ کو پھانسی کے پھندے کے نیچے لے جایا گیا تو آپ نے پہلے باب الطاق کو بوسہ دے کر سیڑھی پر جس وقت قدم رکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ پھانسی تو مردوں کا مزاج ہے پھر قبلہ رو ہو کر فرمایا کہ میں نے جو کچھ طلب کیا تو نے عطا کر دیا۔ پھر جب سولی چڑھتے ہوئے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا اپنے مخالفین و متبعین کے

متعلق کیا خیال ہے فرمایا کہ متبعین کو ایک اجر تو اس لے ضرور حاصل ہوگا کہ وہ مجھ سے صرف حسنِ ظن رکھتے ہیں اور مخالفین کو دو ثواب حاصل ہوں گے کیونکہ وہ قوتِ تو حید اور شریعت میں سختی سے خائف رہتے ہیں اور شریعت میں اصل شے تو حید ہے جبکہ حسنِ ظن صرف فرع کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کو جب یہ خیال آیا کہ عہدِ شباب میں میری نظر ایک عورت پر پڑ گئی تھی تو فرمایا کہ اس کا بدلہ اتنی مدت گزرنے کے بعد لیا جا رہا ہے اور جب حضرت شبلی نے پوچھا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ تصوف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے کیونکہ اعلیٰ ترین درجے سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو سنگسار کرنا شروع کر دیا۔ جس کو آپ نہایت خاموشی سے برداشت کرتے رہے لیکن جب حضرت شبلی نے مٹی کا ایک چھوٹا ڈھیلا مارا تو آپ نے آہ بھری اور جب لوگوں نے پوچھا کہ سنگساری کی اذیت پر تو آپ خاموش رہے لیکن مٹی کے ایک چھوٹے ڈھیلے پر آپ نے آہ کیوں نکالی، فرمایا کہ پتھر مارنے والے تو میری حقیقت سے ناواقف ہیں لیکن شبلی کو ڈھیلا اس لیے نہ مارنا چاہیے تھا کہ وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ پھر جب سیڑھی پر آپ کے ہاتھ قطع کئے گئے تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے گو میرے ظاہری ہاتھ قطع کر دیئے ہیں لیکن میرے وہ باطنی ہاتھ کون منقطع کر سکتا ہے جنہوں نے ہمت کا تاج عرش کے سر پر سے اُتارا ہے۔ اسی طرح جب پاؤں قطع کئے گئے تو فرمایا کہ گو میرے ظاہری پاؤں قطع کر دیئے گئے لیکن

ابھی وہ باطنی پاؤں باقی ہیں جن سے میں دونوں عالم کا سفر کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے خوان آلود ہاتھوں کو چہرے پر ملتے ہوئے فرمایا کہ میری سرخروئی اچھی طرح مشاہدہ کر لو کیونکہ خون جوان مردوں کا ابٹن ہوتا ہے پھر خون سے لبریز ہاتھوں کو کہنیوں تک پھیرتے ہوئے فرمایا کہ میں نمازِ عشق کے لیے وضو کر رہا ہوں کیونکہ نمازِ عشق کے لیے خون ہی سے وضو کیا جاتا ہے۔ پھر جب آنکھیں نکال کر زبان قطع کرنے کا قصد کیا گیا تو فرمایا کہ مجھے ایک بات کہہ لینے کی مہلت دے دو۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ میرے ہاتھ تیرے راستے میں قطع کر دیئے گئے آنکھیں نکال لی گئی اور اب سر بھی کاٹ دیا جائے گا۔ لیکن میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھ کو ثابت قدم رکھا اور تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ ان سب لوگوں کو بھی وہی دولت عطا فرما جو مجھے عطا کی ہے۔ پھر جس وقت سنگساری شروع ہوئی تو آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ ”یکتا کی دوستی بھی یکتا کر دیتی ہے“ پھر آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ عجلت سے کام لیا جاتا ہے جو اس پر ایمان نہیں لائے اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ بلاشبہ حق ہے۔

پھر جس وقت آپ کی زبان کاٹی گئی تو خلیفہ کا حکم پہنچا کہ سر بھی قلم کر دیا جائے چنانچہ سر قلم ہوتے وقت آپ قہقہہ لگا کر انتقال فرما گئے اور آپ کے ہر عضو سے انا الحق کی آواز آنے لگی۔ پھر جس وقت ہر عضو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور صرف گردن و پشت باقی رہ گئے تو

ان دونوں حصوں سے بھی انا الحق کا ورد جاری تھا جس کی وجہ سے آپ کو اگلے دن اس خوف سے جلا دیا گیا کہ کہیں مزید اور کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے اور آخر کار جسم کی راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈالا گیا۔ لیکن جس وقت یہ عمل ہوا تو پانی میں ایک جوش سا پیدا ہو کر سطح آب پر کچھ نقوش سے بننے لگے۔ چنانچہ آپ کے خادم کو وہ وصیت یاد تھی جو آپ نے اپنی زندگی میں فرمائی تھی۔ جس وقت میری راکھ کو دجلہ میں پھینکا جائے گا تو پانی میں ایسا جوش و طوفان پیدا ہوگا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا۔ لیکن جب یہ کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دجلہ کو جا کر دکھا دینا۔ چنانچہ خادم نے جب آپ کی وصیت پر عمل کیا تو پانی اپنی جگہ ٹھہر گیا اور تمام راکھ جمع ہو کر ساحل پر آگئی جس کو لوگوں نے نکال کر دفن کر دیا۔ غرض کہ یہ مرتبہ کسی دوسرے بزرگ کو حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے تمام اہل طریقت سے خطاب کر کے فرمایا کہ جب منصور کا واقعہ سامنے آتا ہے کہ ان سے کس قسم کا برتاؤ کیا گیا تو مجھے بے حد حیرت ہوتی ہے اور میں یہ سوچتا رہ جاتا ہوں کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا ان کا حشر میں کیا حال ہوگا۔ حضرت عباسہ طوسی کہتے ہیں کہ روزِ محشر منصور کو اس لیے زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے گا کہ کہیں میدانِ حشر زیرِ وزیر نہ ہو جائے۔

کسی بزرگ نے مشائخین سے فرمایا کہ جس شب میں منصور کو دار پر چڑھایا گیا تو میں صبح تک سولی کے نیچے مشغول عبادت رہا اور جس وقت دن نمودار ہوا تو ہاتھ نے یہ

ندادی کہ ہم نے اپنے رازوں میں سے ایک راز کو اس سے مطلع کر دیا تھا جس کو اس نے ظاہر کر کے یہ سزا پائی۔ کیونکہ شاہی راز کو افشا کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

حضرت شبلی سے منقول ہے کہ میں اسی رات آپ کے مزار پر پہنچ کر عبادت کرتا رہا اور صبح کے وقت اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ ایک مومن بندہ تھا پھر تو نے ایسے عارف و محب کو جو واحدیت پرست تھا ایسے مصائب میں کیوں مبتلا کیا؟ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ابھی یہ دُعا پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے اُونگھ آگئی اور میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے منصور کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا کہ وہ ہمارے راز کو غیروں پر ظاہر کر دیتا تھا اور جو راز اس کو دریائے دجلہ پر ظاہر کرنا چاہئے تھا اس کو دوسرے لوگوں پر بلا ظاہر کر دیتا تھا۔ پھر حضرت شبلی نے دوسری بار آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ فرمایا کہ اپنی نوازش سے مجھے قصرِ صدق میں اُتارا۔ پھر حضرت شبلی نے پوچھا کہ ان دو گروہوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا جو آپ کو اچھا اور بُرا کہتے تھے؟ فرمایا کہ دونوں گروہوں پر اپنی رحمت نازل فرمائی ایک پر تو اس لیے کہ اس نے مجھ سے واقف ہو کر مجھ پر مہربانیاں کیں اور دوسرے گروہ پر اس لیے کہ وہ مجھ سے واقف ہی نہیں تھا اور صرف خدا کے واسطے مجھ سے دشمنی رکھتا تھا۔ پھر کسی اور نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ میدانِ حشر میں کھڑے ایک جام ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور سر

جسم سے غائب ہے اور جب اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سر قلم شدہ لوگوں کو ہی جام عنایت فرماتا ہے حضرت شبلی کہتے ہیں کہ جس وقت منصور کو سولی پر چڑھایا گیا تو شیطان نے سامنے آکر کہا کہ اے شیخ آپ نے انا الحق کہا اور میں نے انا الخیر لیکن آپ کے اوپر رحمت ہوئی اور میرے اوپر لعنت۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے انا اپنے لیے استعمال کیا اور میں نے خودی کو دُر کر کے انا الحق کہا۔ اسی وجہ سے مجھ پر رحمت اور تجھ پر لعنت نازل ہوئی۔ اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خودی کو اپنے سے علیحدہ کر دینا ہی بہتر بات ہے۔

حضرت ابوبکر واسطیؓ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ اپنے دور کے تمام مشائخین میں توحید و تجرید کے اعتبار سے سب پر سبقت لیے ہوئے تھے۔ حقائق و معارف میں دوسرا کوئی آپ کا ہمسرہ نہ تھا۔ قبض و بسط کی رو سے آپ قطب عالم اور وحدانیت و ولایت کے مسئلہ نشین تھے۔ اس کے علاوہ حضرت جنید بغدادی کے معتقدین کی پیشوائی کا فخر بھی آپ کو حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا وطن اصلی فرغانہ تھا۔ لیکن شہر واسطہ میں قیام پذیر ہو گئے اور اپنی کسرتی کی وجہ سے وہاں کے عوام میں

بہت مقبول ہوئے اور جس قدر مجاہدات اور ریاضتیں آپ نے کی ہیں اور جو مکمل توجہ باری تعالیٰ کے امور میں آپ کو حاصل تھی وہ کسی کو میسر نہ آسکی۔ اسی وجہ سے توحید کے بارے میں آپ کے ارشادات آپ ہی کی ذات تک مخصوص رہے اس کے علاوہ آپ کی عبادتیں اور آپ کا کلام دقیق ہونے کے وجہ سے عام فہم نہ تھا۔

حالات:

آپ کو ستر شہروں سے شہر بدر کیا گیا اور جس شہر میں داخل ہوتے بہت جلد وہاں سے نکال دیا جاتا تھا لیکن شہر باور میں آپ قلیل عرصہ مقیم رہ سکے اور وہاں کے باشندوں کو آپ سے کچھ اعتقاد بھی قائم ہو گیا مگر آپ کے ارشادات جو فہم سے بالاتر ہوتے تھے ان کو طرح طرح کے معنی پہنائے گئے جس کی وجہ سے آپ کو وہ جگہ بھی چھوڑنی پڑی اور آخر میں آپ مرو میں مقیم ہو گئے اور تاحیات وہیں قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ارشادات کو سمجھ کر بہت سے فیوض حاصل کیے۔

آپ نے اپنے معتقدین سے فرمایا کہ میں نے سن بلوغ کو پہنچ کر نہ دن کو کھانا کھایا اور رات میں کبھی آرام کیا۔ پھر فرمایا کہ ایک دن میں کسی کام سے باغیچے میں پہنچا تو ایک چھوٹے سے پرندے نے میرے سر پر اڑنا شروع کیا اور میں نے اس کو پکڑ کر جب اپنے ہاتھ میں دبایا تو ایک اور چھوٹا سا پرندہ آیا اور میرے سر پر چننے لگا۔ اس وقت مجھے خیال آیا

کہ میرے ہاتھ میں جو پرندہ ہے وہ یا تو اس آنے والے پرندے کا بچہ ہے یا اس کی مادہ ہے۔ چنانچہ میں نے ازراہ رحم اس پرندے کو چھوڑ دیا، لیکن اس کے بعد سے جو میں بیمار ہوا تو مسلسل ایک سال تک بیمار پڑا رہا پھر ایک رت میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ اپنی بیماری و لاغری کی وجہ سے ایک سال سے بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں لہذا آپ میرے لیے دُعا فرمادیں۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ حالت اس پرندے کی شکایت کہ وجہ سے ہوئی ہے جو اس نے حضور میں کی ہے اس لیے مجھ سے کسی قسم کی معذرت بے نتیجہ ہے۔ پھر ایک دن اسی بیماری کے دوران جب میں تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا تھا تو ایک بہت بڑا سانپ بلی کے بچہ کو منہ میں دبائے ہوئے نمودار ہوا اور میں نے اس کو ڈنڈا مارا کہ وہ بچہ اس کے منہ سے نکل گیا اور بلی آکر اس کو اپنے ساتھ لے گئی جس کے جاتے ہی میں فوراً صحت یاب ہو گیا اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگا۔ پھر اسی شب حضور ﷺ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ میں آج بالکل تندرست ہو گیا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایک بلی نے حضور میں تیرا شکریہ ادا کیا ہے۔

ایک دن آپ اپنے معتقدین کے ہمراہ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے کہ مکان کے ایک سوراخ میں دھوپ کی ایک کرن اندر آگئی جس میں لاکھوں ذرات تھر تھراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں ان ذرات کی تھر تھراہٹ سے کوئی

پریشانی تو نہیں ہوتی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ موحّد کی شان ہی یہ ہے کہ اسی طرح اس کو دونوں عالم بھی لرزاں نظر آنے لگیں تو اس کے قلب پر خوف و ہراس نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ خدا کو یاد کرنے والوں کو زیادہ غفلت ہوتی ہے بہ نسبت ان کے جو خدا کو یاد نہیں کرتے۔ کیونکہ اہل حق کا ذکر حق کی کمی سے روگردانی کرنا، حق کو فراموش کرنے والوں سے زیادہ غفلت کا باعث ہے کیونکہ ان کو یہ احساس ہی باقی نہیں رہتا کہ وہ حق کے حضور میں حاضر ہیں لیکن ذکر حق کرنے والوں کو بھلے حضوری کے عالم میں یہ تصور کر لینا کہ وہ ذکر حق میں حاضر نہیں زیادہ غفلت کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے طالبانِ حقیقت کہ ہلاکت ان کے باطل تصور میں مضمر ہوتی ہے اور جب ان تصورات میں اضافہ ہو جاتا ہے تو دینی کام گھٹ جاتا ہے اور دنیاوی کام بڑھا جاتا ہے کیونکہ تصورات حقیقت ہمت عقل پر مبنی ہوتی ہے اور عقل کا حصول ہمت ہی سے وابستہ ہے اور بندہ خواہ حاضر ہو یا غیر حاضر لیکن ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ جب غیر حاضر اپنے وجود سے غیر حاضر ہو تو ذکر کرنے کے باوجود بھی اس کے ذکر کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی اور اسی کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایک دن شفا خانہ میں آپ نے کسی دیوانے کو اس عالم میں دیکھا کہ وہ شور و غوغا کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اتنی وزنی بیڑیوں کے باوجود بھی تم شور مچا رہے ہو اور خاموشی اختیار نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا کہ بیڑیاں تو میرے پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں نہ کہ

میرے قلب میں۔

ایک دن یہودیوں کے قبرستان میں گزرتے ہوئے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ یہ قوم تو غیر مکلف اور معذور ہے۔ لوگ یہ جملہ سن کر آپ کو قاضی کے پاس پکڑ کر لے گئے اور جب قاضی نے آپ کو برا بھلا کہا تو فرمایا کہ جب خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ یہ غیر مکلف اور معذور ہیں تو یقیناً غیر مکلف ہیں۔

آپ کا ایک عقیدت مند جلدی جلدی غسل کر کے جمعہ کی نماز کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں اس بڑی طرح گر گیا کہ تمام چہرہ چھل گیا جس کی وجہ سے واپس آ کر اس نے دوبارہ غسل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس اذیت سے تجھ کو اس لیے خوش ہونا چاہیے کہ تجھے یہ تکلیف محض اس لیے پہنچائی گئی ہے کہ وہ تجھ سے خوش رہے اور اگر وہ تیرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے تو تجھے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی تیری جانب توجہ نہیں ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے نیشاپور پہنچ کر حضرت ابو عثمان کے معتقدین سے پوچھا کہ تمہارے مرشد نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہمیشہ بغاوت کرنے اور گناہ پر نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو سراسر تکبر ہے کیونکہ یہ تعلیم تخلیق کرنے والے کے مشاہدے اور اس کی معرفت کی رغبت پیدا نہیں کرتی۔

ابوسعید ابوالخیر نے جب آپ کی زیارت کے لیے مرو جانے کا قصد کیا تو مریدین سے فرمایا کہ استنجے کے لیے ڈھیلے ساتھ رکھ لینا اور جب خدام سے پوچھا کہ کیا وہاں ڈھیلے نہیں ملتے یا اور کوئی راز ہے؟ فرمایا کہ وہ شیخ ابو بکر کی قیام گاہ ہے جو اپنے دور کے ایسے موجدین میں سے ہیں جن کی وجہ سے مرو کی خاک زندہ ہے اور زندہ خاک کو استنجے سے ناپاک نہیں کیا جاسکتا۔

اقوال وارشادات:

حضرت ابو بکر واسطی کے اقوال زیریں ملاحظہ فرمائیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ راہ حق میں مخلوق کا کوئی وجود نہیں اور نہ حق کی راہ میں حق ہے یعنی ہمہ اوست کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا کہ جس نے اپنی جانب منہ کر کے دین کی طرف پشت کر لی یا جس نے اس کے برعکس کیا تو اس کو خود نامرادی میں مبتلا کر لیا۔ پھر فرمایا کہ شریعت عین توحید ہے اور شرع توحید کا گزر بحر نبوت تک ہوتا ہے جب کہ حق توحید بحر بیکراں ہے اور شریعت کی راہیں سمع و بصر، قال اور شناخت حال سے لبریز ہیں اور یہ تمام چیزیں اثبات کی جانب اشارہ کرتی ہیں جس میں شرک مضمحل ہوتا ہے لیکن وحدانیت شرک سے منزہ و پاک ہے اور اسی کو عین ایمان کہا جاسکتا ہے اور جس ایمان کا براہ راست خدا سے تعلق ہو وہ بہت ہی بلند شے ہے ورنہ شرک کو ہرگز پسند نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح معرفت علم اور حال یہ مخلوق اور بحر آفرینش میں غرق ہیں اور ان

کہ رہبری کے اسباب انبیاء کرام ہی کے ذریعہ سے ملتے ہیں۔ جس کی بدولت خلقت و بشریت کے دریا سے گزر کر اور بحر و حدانیت میں غرق ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور شرع توحید کی مثال شمع جیسی ہے جب کہ حق توحید کی مثال آفتاب کی طرح ہے جس طرح آفتاب اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر دنیا کو منور کرتا رہتا ہے لیکن شمع کا نور جہاں نیستی کی جانب لے جاتا ہے جب کہ شمع بذاتِ خود تو موجود رہتی ہے لیکن اس کا عدم وجود برابر ہوتا ہے اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح نور شمع کو نور آفتاب سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح شرح توحید اور لسان باطنی بھی محویت کو قبول نہیں کرتے اور جس وقت انسان قلب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ اور جسم و قلب دونوں عالم محویت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس وقت جو کچھ زبان سے نکلتا ہے وہ منجانب اللہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ بات ذات میں نہیں بلکہ صفات میں ہے۔ کیونکہ صفت تبدیل ہو سکتی ہے۔ لیکن ذات نہیں بدلتی جس طرح آفتاب کی حدت پانی کو گرم کر کے اس کی صفت تو تبدیل کر دیتی ہے۔ لیکن ماہیت و ذات تبدیل نہیں ہوتی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اغیار کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَمْوَاطٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ یعنی صفت میں مردہ ہیں۔ مگر صورت میں زندہ۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اغیار عالم ہستی میں تو زندہ ہیں لیکن عالم بالا کے اعتبار سے مردہ ہیں۔ اس کے برعکس مومنین کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے۔ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ... یعنی وہ اپنے رب کے پاس

زندہ ہیں لہذا بندے کو چاہیے کہ وہ راہ مولیٰ میں جاں نثاری کے ساتھ خود کو معدوم تصور کرتا رہے۔ جس طرح جماعت صوفیاء معدوم ہو کر بھی موجود رہتی ہے اور صوفیاء کے علاوہ موجود ہو کر بھی معدوم ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نے خود کو زندہ کر لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے کیونکہ جسمانی موت کو عدم سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جسمانی عدم کو عدم ہی کہا جائے گا کیونکہ جس جگہ وجود ہوتا ہے وہ روح بھی نا محرم ہو جاتی ہے پھر اجسام کا تو ذکر ہی کیا ہے فرمایا کہ توحید وجود کو شناخت کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے ورنہ کسی میں یہ جرأت ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھ سکے جیسا کہ مشائخین کا قول ہے کہ:

اثبات التوحید فساد لی التوحید

یعنی: توحید کا ثابت کرنا بھی توحید میں فساد کا باعث اور شرک پر گواہی دینے کے مترادف ہے۔

کیونکہ جس نے اپنے وجود کے مقابلے میں اپنے وجود کا راگ الاپا اس نے گویا اپنے کفر پر دستخط کر دیئے اور جس نے اس کے وجود کے مقابلہ میں اپنے وجود پر نظر ڈالی وہ قطعی کافر ہو گیا اور جس نے اپنی ہستی کے مقابلہ میں اس کی ہستی طلب کی تو وہ ناشناخت ہے اور جس نے خود کو دیکھتے ہوئے اس کو نہ دیکھا یا جس نے عالم بخودی میں اس پر اپنی جان تصدق کر دی تو اس نے شرف و عزت کا مرتبہ حاصل کر لیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے خلافت عطا

کر کے بھیجتا کہ ولایت انسانیت میں اس کا نائب بن سکے پھر ایسے نائب کے لیے نہ عبارت و ارشادات نہ زبان و دل نہ حرف و کلمہ اور نہ صورت و فہم کچھ بھی باقی نہیں رہتے اور اگر وہ اشارت سے کام لے تو شرک تصور کیا جائے گا اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو جان لیا تو یہ نادانی میں شامل ہے اور اگر کہے کہ میں نے اس کو شناخت کر لیا تو یاد وہ گوئی ہے اور اگر یہ کہے میں نے نہیں پہچانا تو مخدول و مردود ہے کیونکہ گفت و شنید عبارت و اشارت، صورت و دید یہ تمام چیزیں بشریت سے آلودہ ہیں اور توحید کی شناخت بشریت سے منزہ ہے کیونکہ وحدہ لا شریک لہ کا یہ مقتضا ہے کہ الوہیت بشریت کے ساتھ وہی سلوک کرے جو حضرت موسیٰ کے عصا نے فرعون کے جادو گروں کے ساتھ کیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نور اپنی پناہ میں ہر شے کو لیے ہوئے یہ صدا دے رہا ہے کہ صحرائے وجود میں قدم نہ رکھنا ورنہ آتش غیریت سب کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ ہم خود ہی تم کو رزق پہنچاتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ مشائخین کے اسرار و وضع توحید ہیں نہ کہ عین توحید اور جہاں اس کی عظمت و کبریائی ہے وہاں مخلوق کا وجود و عدم دونوں برابر ہیں اور جہاں توحید کا وجود ہو وہاں فانی اپنا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اپنا انکار قدرت کا انکار ہے اور اپنا اثبات بھی اس لیے نہیں کر سکتے کہ توحید میں فساد آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نہ مجال اثبات ہے نہ مجال منفی۔ فرمایا کہ تمام ارض و سما میں تسبیح و تہلیل کی زبان تو موجود ہے لیکن قلب کا وجود نہیں کیونکہ قلب سوائے حضرت آدم اور ان کی اولاد

کے کسی کو عطا نہیں کیا گیا اور قلب ہی وہ شے ہے جو شہوت و نعمت پر لعنت کرنے کے بجائے اپنے نفس کو دبا کر خود اپنے ہی اوپر ظلم کرے کیونکہ ابلیس کا یہ قول ہے کہ اے بندے میرے چہرے کو آئینہ بنا کر تیرے سامنے اور تیرے چہرے کو آئینہ بنا میرے سامنے رکھا گیا ہے اسی لیے میں تجھ کو دیکھ کر اپنے اوپر روتا ہوں اور تو مجھ کو دیکھ کر اپنے اوپر مسکراتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ طریقت شیطان ہی سے سیکھنی چاہیے جس نے نہ تو خدا کے علاوہ اور کسی کے سامنے سر جھکایا اور نہ عالم کی ملامت قبول کر کے اس راستہ پر گامزن ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں میں جواں مرد وہی نکلا۔ لیکن تم اپنے قلب سے دریافت کرو کہ اگر دونوں جہاں تم پر ملامت کے تیرے بر سائیں تو تمہارا کیا حلال ہوگا؟ لہذا اس راستہ میں بہت سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے اور اگر تمہیں یقین ہے کہ دنیا کی ملامت تمہارے لیے بار خاطر نہ ہوگی تو پھر بسم اللہ شراب و حدانیت کا مزہ چکھو۔ لیکن اگر تم نے دنیا کی حقیر سی شے کو بھی قبولیت کی نگاہ سے دیکھا تو سمجھ لو کہ تم نے عہد الست کی خلافت و رزی کرتے ہوئے نقض عہد کیا ہے اور جب تم ذرہ برابر بھی نافرمانی اور روگردانی کے مرتکب ہو گئے تو تمہاری دوستی و لایت خدا کے ساتھ مکمل نہیں رہی۔ اور ایسی شے کبھی طلب نہ کرو جو تمہیں خود طلب کرتی ہو مثلاً جنت اور اس چیز سے فراریت اختیار کرو جو تم سے خود گریزاں ہو جیسے جہنم۔ بلکہ خدا سے وہ شے طلب کرو کہ جب وہ شے تمہیں حاصل ہو جائے تو ہر چیز تمہارے آگے کمر بستہ نظر آئے گی۔ فرمایا کہ

تمہارا ہر عضو دوسرے عضو میں اس طرح گم اور محو ہو جانا چاہیے کہ راہ خدا میں دوئی کا شائبہ بھی باقی نہ رہے کیونکہ یہ شرک میں داخل ہے یعنی نہ زبان کو یہ علم ہو سکے کہ آنکھ نے کیا دیکھا اور نہ آنکھ کو پتہ چلے کہ زبان نے کیا کہا۔ غرض کہ تم سے ہر متعلقہ شے مشاہدات الہیہ میں محو ہو کر رہ جانا چاہیے اور صحرائے حقیقت میں قدم رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ تمام حجابات اس کے سامنے سے اس طرح سے اُٹھ جائیں کہ اس کا وجود تمام اشیاء سے جدا محسوس ہونے لگے۔

فرمایا کہ صحیح معنوں میں بندہ ہی ہے جس کے قول کا رُخ حضور اکرم کی جانب ہو اور اس کے کلام سے کسی کو اذیت نہ پہنچے اور مخالفین و موافقین دونوں کے لیے وجہ سکون ہو یعنی اس کا کلام حکم خداوندی کے دائرے میں ہونا چاہیے اور جو کلام معرفت نفس کی زبان سے ادا ہوتا ہے اس سے تکبر کی جھلک آنے لگتی ہے اور اس کلام کو جو بھی سنتا ہے اس کے سینہ سے زندگی کے چشمے خشک ہو کر رہ جاتے ہیں اور ان چشموں سے کبھی حکمت موجزن نہیں ہوتی اور جو شخص اپنے مکان سے چلنے کے بعد گھر واپس آنے کا راستہ بھی جانتا ہو۔ اس کی بات راہ طریقت میں مسلم نہیں کیونکہ اللہ والے تو قلب کے نور سے چلتے ہیں جب کہ عام لوگ نابینا ہو جانے کی وجہ سے عصا کے سہارے چلتے ہیں اور جس کو یہ احساس باقی رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کہاں سے کہہ رہا ہے اس کی بات راہ طریقت میں تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ فرمایا کہ شرک آمیز

ایک خلعت، ایسا بھیجا گیا ہے جیسے شربت میں زہر کی آمیزش کر دی گئی ہو، پھر کسی کرامت، کسی کو فراست، کسی کو حکم اور کسی کو شناخت عطا کی گئی۔ لیکن جو مقصود اصلی کو نظر انداز کر کے خلعت کا عاشق ہو جاتا ہے وہ مقصود اصلی سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام مقامات شریعت کے ہیں اور جو لوگ زہد و ورع، توکل و تسلیم، تفویض و رضا اور اخلاص و یقین کی روشنی میں چلتے ہیں وہ درحقیقت راہ طریقت پر گامزن ہوتے ہیں لیکن جو لوگ روح کی سواری پر سفر کرتے ہیں۔ ان کے یہاں نہ زہد و ورع ہے اور نہ توکل و تسلیم۔ پھر فرمایا کہ پوری مخلوق عالم عبودیت میں غوطہ زن ہونے کے باوجود بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکی اور نہ کوئی بہر عبودیت کو عبور کر سکا اور جب تم پر یہ راز منکشف ہو جائے گا تو تمہیں بندگی کا سلیقہ بھی آجائے گا۔ کیونکہ حقیقت کی راہیں صرف عدم میں مضمر ہیں اور جس وقت تک عدم بندے کا راہنما نہ ہو راستہ نظر نہیں آ سکتا لیکن اہل شرع کا راستہ اثبات میں پوشیدہ ہے جس کی رو سے جو شخص بھی اپنی ہستی کی نفی کرتا ہے وہ زنادقہ میں شامل کر دیا جاتا ہے لیکن حقیقت کی راہوں میں اثبات کا کہیں وجود نہیں اور جو راہ حقیقت میں اپنے اثبات کا اظہار کرتا ہے وہ قعر مذلت میں گر جاتا ہے۔ فرمایا کہ چشم ظاہر، ظاہر کے سوا کچھ نہیں دیکھتی اور چشم صفت، صفت ہی کا نظارہ کر سکتی ہے۔ لیکن ذکر حق میں صرف ذات ہی کا مشاہدہ قائم رہتا ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ تمہارے قلب میں ایک ایسا دریا موجزن ہو جس میں سے مگر مچھ نکل کر اس وصف و

صورت کو نگل جائے جو عالم میں موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ دولت، سعادت صرف عدم ہی میں مضمر ہے اور وجود کی شقاوت راہ عدم میں ایک قہر کی شکل ہے اور جس سے شے کو بندے وجود تصور کرتے ہیں وہ حقیقت میں وجود نہیں بلکہ عدم ہے اور جس کو عدم خیال کرتے ہیں وہ عدم نہیں ہے کیونکہ معدوم ہونا عین وجود اور محو ہونا عین اثبات ہے جس کے دونوں کنارے حدوث سے پاک ہیں۔ فرمایا کہ مرید ابتدائی قدم میں تو مختار ہوتا ہے اور آخری قدم میں وہ خود مکمل اختیار بن جاتا ہے اور اس کا علم اپنی جہل و نادانی کا خود مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور اس کی ہستی اپنی نیستی کا نظارہ کرنے لگتی ہے اور اس کا اختیار اپنی بے اختیاری کو دیکھتا رہتا ہے ان اقوال کی اس سے زیادہ وضاحت اس لیے نہیں کی جاسکتی کہ یہ کلام معانی کا محرم نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اگر تم مجاہدے کو جاننا بھی چاہو جب نہیں جان سکتے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیشاب کو دھو لینے کے بعد یہ کہے کہ یہ چیز پاک ہو گئی۔ گو اس سے میل کچیل تو چھوٹ سکتا ہے لیکن اس کو پاک نہیں کیا جاسکتا۔ فرمایا کہ وہ اشیا جو کسی بھی نام سے موسوم ہیں۔ دست قدرت میں ذرے سے بھی کمتر حیثیت رکھتی ہیں۔ فرمایا کہ ہم بظاہر ازل و ابد سے آئے ہوئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ازل و ابد ربوبیت کی نشانی ہیں۔ فرمایا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد عقل پر زوال آ جاتا ہے اور حق بندے سے جتنا قریب ہوتا جاتا ہے عقل فرار اختیار کرتی جاتی ہے کیونکہ عقل خود عاجز ہے اور عاجز کے ذریعہ جس شے کا بھی علم

ہوگا وہ بھی عاجز ہوگا۔ فرمایا کہ افضل ترین عبادت اپنے اوقات سے غائب رہنا ہے۔ فرمایا کہ زہد و صبر، توکل و رضایہ چاروں چیزیں قالب کی صفت میں سے ہیں۔ فرمایا کہ اخلاص و صفا اور صدق و حیا کی نگرانی سے ازل و ابد کی نگرانی زیادہ افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ جس نے وحدانیت کو سمجھ لیا وہ مقصود تک پہنچ گیا۔ فرمایا کہ خواہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ دونوں عنایت و رعایت کی بیخ کنی کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو افلاس و خواری میں دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہے بہ نسبت اس کے کہ غرور و علم اور عزت کے روپ میں دیکھے۔ پھر فرمایا کہ جس کا مقصود وحدانیت سے ہٹ کر ہو وہ خسارے میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ راہ حق میں مٹ جانے والے کی زبان سے جب بے اختیاری طور پر واحد نکلنے لگے وہی حق کو واحد کہنے کا مستحق ہوتا ہے فرمایا کہ جس طرح صدق گو بندوں نے حقائق و اسرار کے بارے میں صدق سے کام لیا اور اسی طرح حق کی حقیقت میں دروغ گوئی سے کام لیا۔ فرمایا کہ سب سے بدترین مخلوق وہ ہے جو تقدیر سے جنگ کرے یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ تقدیر ازلی کے خلاف کوئی چیز نہ ہو تو یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ فرمایا کہ بندوں کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جنہوں نے پہچانا اور طلب کیا۔ دوم وہ جنہوں نے طلب کیا لیکن نہیں پاسکے۔ سوم وہ جنہوں نے پایا لیکن اس سے مفاد حاصل نہ کر سکے۔ چہارم وہ جنہوں نے پہچانا لیکن طلب نہیں کیا۔

حضرت شیخ ابوالعباس قصابؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ کا شمار اپنے دور کے صدیقین میں ہوتا ہے۔ آپ کو تقویٰ و طہارت کی وجہ سے نفس کی خامیاں معلوم کرنے میں بڑا درک حاصل تھا۔ لوگ آپ کو عامل مملکت کے خطاب سے یاد کرتے تھے اور حضرت شیخ ابوالخیر جیسے عظیم المرتبت بزرگ آپ کے ارادت مندوں میں شامل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگ تم سے یہ سوال کریں کہ کیا تم خدا شناس ہو تو تم ہرگز یہ نہ کہنا کہ ہم پہچانتے ہیں بلکہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے معرفت عطا کر دی ہے۔

ارشادات:

آپ کا ارشاد ہے کہ خلق الہی اختیار کرو ورنہ سدا غم و آلام میں گرفتار ہو گے اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے بھلائی کا خواہاں ہوتا ہے اس کے اعضا کو مکمل علم بنا کر ہر عضو کو سلب کر کے اپنی جانب کھینچ کر نیست کر دیتا ہے تاکہ اس کی نیستی میں اپنی ہستی کا ظہور فرما دے اور جب بندہ نیست ہو جاتا ہے اور اس پر خدا کی ہستی کا ظہور ہوتا ہے تو اپنی صفات کے ذریعہ جب مخلوق کا مشاہدہ کراتا ہے تو وہ بندہ مخلوق کو میدان قدرت میں ایک گیند کی طرح پاتا ہے

اور اس گیند کو اللہ تعالیٰ گردش دیتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ تمام مخلوق خدا سے آزادی طلب کرتی رہتی ہے لیکن میں اس سے بندگی کا طالب رہتا ہوں۔ کیونکہ بندے کی سلامتی اس کی بندگی میں ہی ہے اور آزادی طلب کرنے سے بندہ ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ میرے اور تمہارے مابین یہ فرق ہے کہ میں اپنا مدعا خدا کے سامنے بیان کرتا ہوں اور تم اپنا مدعا مجھ سے بیان کرتے ہو اور میں اس کو دیکھتا اور سنتا ہوں۔ لیکن تم مجھے دیکھتے اور سنتے ہو۔ حالانکہ انسان ہونے میں ہم دونوں مساوی ہیں فرمایا کہ مرید مرشد کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے اور اس آئینہ میں اسی طرح دیکھا جاسکتا ہے جیسے مرید نور ارادت سے مشاہدہ کرتا ہے اور صحبت مرشد کا اجر ایک سو رکعت نفل سے بھی فزوں تر ہے۔ فرمایا کہ اہل دنیا جس شے کو عزت و توقیر کی نظروں چیز میں ہے کہ بھوک میں ایک لقمہ کم کھایا جائے اور اہل دنیا جس شے کو عزت و توقیر کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ عقبیٰ میں ان کی حیثیت ذرہ برابر بھی نہیں فرمایا کہ ہر صوفی کسی شے یا مرتبہ کا خواہشمند ہوتا ہے لیکن میں کسی بھی شے اور مرتبہ کا خواہاں نہیں ہوں۔ البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خودی کو مجھ سے دور فرمادے۔ فرمایا کہ میری طاعت و معصیت دو چیزوں سے وابستہ ہے اول جب میں کھانا کھاتا ہوں تو میرے اندر ارتکاب معصیت کا جذبہ رونما ہوتا ہے۔ دوم کھانا نہ کھانے کی صورت میں جذبہ عبادت پیدا ہو جاتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ کھانے سے عبادت الہی سے نفرت اور رغبت گناہ پیدا ہوتی ہے اور فاقہ کشی سے نفسانی

خواہشات ختم ہو جاتی ہے اور خود بخود عبادت کی جانب قلب متوجہ ہوتا ہے اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ترک غذا خود ایک ایسی عبادت ہے جو عبادت کی رغبت پیدا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ علم ظاہری پر بحث کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ علم ظاہری وہ جو ہر ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی کے ذریعہ دعوت دیتے رہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس جوہر کے ذریعہ حجاب توحید اٹھا دے تو علم ظاہری خود پردہ عدم میں روپوش ہو جائے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فنا و بقا اور نور و ظلمت ہر شے سے مبرا ہے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ ہرگز مردہ نہیں ہیں بلکہ تم خود مردہ ہو اسی لیے تمہاری آنکھیں ان کو مردہ دیکھتی ہیں۔ فرمایا کہ خدا نے دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا کئے جنہوں نے دنیا کے ہر عیش و راحت کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دیا اور عقبیٰ کی تمام راحتیں اہل عقبیٰ کے لیے چھوڑ دیں اور خود اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے بے نیاز ہو گئے اور ان کو اس پر فخر بھی ہے کہ خدا نے بارگاہ ربوبیت میں مرتبہ عبودیت عطا کر کے اپنا بندہ ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔ اس لیے ہمیں دین و دنیا میں اس کے سوا کسی دوسری شے کی احتیاج باقی نہیں رہی۔ فرمایا کہ بندوں میں سب سے زائد خوش نصیب وہ بندہ ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے اس کی ہستی پر آگاہ فرما دے۔ فرمایا کہ نیکیوں کی صحبت اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے اور تمہیں ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جن کی صحبت ظاہر و باطن کو نور معرفت سے مچلی کر دے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہزاروں بندوں میں سے صرف

کسی ایک ہی کو اپنے قرب سے نوازتا ہے فرمایا کہ دنیا تو نجس ہے لیکن وہ قلب اس سے بھی زیادہ نجس ہے جس نے دنیا کی محبت اختیار کر لی۔ فرمایا کہ قرب الہی میں رہنے والے بندے مخلوق سے دور رہتے ہیں اور مخلوق کو ان کے احوال کا پتہ نہیں چلتا۔ فرمایا کہ جب تک من و تو کا جھگڑا باقی رہتا ہے اس وقت تک اشارات و عبارات بھی ظاہر رہتی ہیں لیکن جب یہ فرق ختم ہو جاتا ہے تو اشارات و عبارات یکسر طور پر ختم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے کما حقہ واقف ہونے والوں میں یہ قوت باقی نہیں رہتی کہ وہ خود کو خدا شناس کہہ سکیں۔ فرمایا کہ شب و روز میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں بندوں پر خدا کا فیضان نہ ہوتا ہو اور خدا کے سوا دوسری شے کے طلبگار درحقیقت دو خداؤں کے پرستار ہوتے ہیں۔ فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا ادب کرو کیونکہ بہت ہی کم شعور ہے وہ ماں جو اپنے شیر خوار بچوں سے ادب کی طالب ہو۔ فرمایا کہ ابلیس کشتہ خداوندی ہے اور کشتہ الہی کو سنگسار کرنا شجاعت کے منافی ہے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ محشر میں تمام مخلوق کا حساب میرے سپرد کر دے تو میں مخلوق کو چھوڑ کر تمام حساب کتاب ابلیس ہی سے کروں گا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ بات ممکن نہیں۔ پھر فرمایا میرے مراتب کو اہل دنیا نے نہیں دیکھا کیونکہ ہر فرد اپنے ہی مرتبہ کی حیثیت سے مجھ کو دیکھتا ہے اس لیے جس مرتبہ کے وہ لوگ ہیں اس مرتبہ کا مجھ کو بھی تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میرا وجود حضرت آدم کے لیے باعث فخر اور حضور اکرم ﷺ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یعنی

قیامت میں حضرت آدم اس بات پر فخر کریں گے کہ میں ان کی اولاد میں ہوں اور حضور ﷺ کی آنکھیں اس چیز سے ٹھنڈک حاصل کریں گی کہ میں ان کی اُمت میں ہوں۔

حضرت شیخ ابوالحسن ابراہیم بن احمد خواص کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ طریقت و حقیقت کے سرچشمہ اور تجرید و توحید کے منبع و مخزن تھے اور آپ کا شمار عظیم ترین بزرگوں میں ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کو رئیس المتکلمین کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالحسن کے ہم عصر اور بہت سے مشائخ کے فیض یافتہ تھے۔ حقائق و معاملات کے موضوع پر آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے اکثر توکل و تجرید کی بنا پر صحرا نوردی بھی کی ہے۔ آپ کو خواص اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ زبیل بنایا کرتے تھے اور اپنے ہی وطن رے میں ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

حالات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں صرف اس خوف سے کہہیں میرے توکل میں فرق نہ

آجائے کبھی حضرت خضر کو اپنی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں خدا کے سوا کسی اور کو اپنے قلب میں جگہ دوں۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ہمیشہ اپنے ساتھ سوئی دھاگہ، قینچی اور ڈوری رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ چیزیں تو کل کے منافی نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ صحرا میں مجھے ایک عورت نظر آئی جس پر وجدانی کیفیت طاری تھی اور پریشان حال و سربرہنہ پھر رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اپنا سر تو ڈھانپ لے تو اس نے جواب دیا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو میں نے جواب دیا کہ میں عاشق ہوں اور عشاق کا شیوہ آنکھیں بند کرنا نہیں ہوتا۔ اس نے کہا کہ میں مست ہوں۔ اس لیے سر ڈھانپنا مستوں کا بھی شیوہ نہیں اور جب میں نے پوچھا کہ تو نے کس میکدے سے پی ہے۔ جس کی وجہ سے مست ہو گئی۔ اس نے کہا کہ یہاں دوسرا اور کوئی میکدہ نہیں کیونکہ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ دونوں عالم میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو میرے ہمراہ رہنا پسند کرے گی تو اس نے نفرت سے کہا کہ میں مرد کے ہمراہ نہیں رہنا چاہتی بلکہ فرد کی خواہاں ہوں۔

جب کسی نے آپ سے ایمان کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ فی الوقت تمہارے سوال کا جواب دنیا اس لیے ضروری نہیں سمجھتا کہ میرا جواب قول کے ذریعہ ہوگا جب کہ میں تمہیں فعل کے ذریعہ جواب دینا چاہتا ہوں۔ لیکن تمہیں اپنے جواب کے لیے

میرے ہمراہ مکہ معظمہ کا سفر کرنا ہوگا اور دورانِ سفر تمہیں خود بخود اپنے سوال کا جواب مل جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص آپ کے ہمراہ سفر میں چلنے کے لیے آمادہ ہو گیا اور جب آپ نے جنگل میں پہنچ سفر حج شروع کیا تو ہر یوم غیب سے آپ کے پاس دو ٹکلیاں روٹی اور دو آنخوروں میں پانی آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے جس میں سے ایک ٹکلیہ اور آبِ خورہ آپ اس شخص کو دے دیتے تھے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں آپ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا تو ایک سن رسیدہ بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور حضرت خواص کو دیکھ کر گھوڑے پر سے اتر پڑے اور بہت دیر تک دونوں میں کچھ باتیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد جب میں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے تو فرمایا کہ یہ بزرگ تمہارے سوال کا جواب تھے میں نے عرض کیا کہ یہ بات میرے فہم سے بالا ہے ذرا وضاحت آپ نے فرمایا یہ حضرت خضر تھے اور میری صحبت اختیار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے اس خوف سے کہ کہیں میرا تو کل مجروح نہ ہو جائے ان کو منع کر دیا کہ خدا کے سوا میرا اعتماد کسی اور کا محتاج نہ بن جائے اور یہی ایمان کی حقیقت ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں حضرت خضر کو مرغ کی طرح اڑتے ہوئے دیکھ کر اس نیت سے اپنا سر جھکا لیا کہ کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے۔ اس عمل کے بعد خضر نے نیچے اتر کر مجھ سے فرمایا کہ اگر تم میری جانب دیکھ لیتے تو تم سے

ملاقات کرنے نہ اُترتا۔ اور جس وقت میرے پاس تشریف لائے تو میں نے توکل کی حفاظت میں انہیں سلام تک نہیں کیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ دوران سفر میں شدت پیاس سے بے ہوش گیا اور ہوش میں آنے کے بعد دیکھا تو ایک شخص میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے دے رہا ہے۔ پھر اس نے مجھے پانی پلا کر اپنے ہمراہ چلنے کی پیش کش کی اور جب ہم چند ایام ہی میں مدینہ منورہ پہنچ گئے تو اس نے یہ کہہ کر کہ اب تم مدینہ میں داخل ہو چکے ہو۔ مجھے گھوڑے سے اُتارتے ہوئے کہا کہ روضہ اقدس کی زیارت کے وقت حضور اکرم ﷺ سے میرا سلام عرض کر دینا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں ایک ایسے درخت کے قریب پہنچا جہاں پانی موجود تھا لیکن وہاں ایک شیر نمراتا ہوا جب میری طرف بڑھا تو میں راضی برضا ہو کر خاموش کھڑا ہو گیا اور قلب میں یہ تصور کر لیا کہ اگر میری موت اسی شیر کے ہاتھوں مقدر ہو چکی ہے تو میں بچ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ مجھے ہرگز ہلاک نہیں کر سکتا۔ اور جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لنگڑا ہے اور پاؤں زخمی ہونے کی وجہ سے متورم ہے جس کی اذیت سے وہ مضطربانہ طور پر جب میرے قریب آ کر زمین پلوٹنے لگا تو میں نے ایک لکڑی سے اس کا خون اور پیپ قطعاً صاف کر دیا اور اپنی گدڑی میں سے کپڑا پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھ دی جس کے بعد وہ اُٹھ کر ایک طرف چلا گیا اور کچھ وقفہ کے بعد ہی اپنے دو بچوں کے ہمراہ میرے پاس آیا اور اسکے بچے بطور اظہار تشکر میرے چاروں

طرف گھومنے لگے اور اس حرکت سے ان کا یہ مفہوم معلوم ہوتا تھا کہ ہم تیرے احسان کے صلہ میں اپنی جان تجھ پر نثار کر سکتے ہیں۔ اس وقت روٹی کی چند ٹکیاں ان کے منہ میں تھیں جن کو میرے سامنے نکال کر رکھ دیا۔

ایک مرتبہ آپ کسی مرید کے ہمراہ جنگل میں تھے کہ اچانک شیر کے غرانے کی آواز آئی اور وہ مرید خوفزدہ ہو کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کے خوف میں کوئی کمی واقعہ نہیں ہوئی مگر آپ نے بے خوف ہو کر مصلے پر نماز کی نیت باندھ لی اور جب شیر نے قریب آ کر آپ کو مشغول عبادت پایا تو کچھ دیر ادھر ادھر چکر لگا کر واپس لوٹ گیا اور جب وہ مرید نیچے اُتر آ تو آپ اس مقام سے کچھ فاصلے پر جا چکے تھے وہاں آپ کے پاؤں میں ایک مچھر نے ایسا کاٹا کہ آپ شدت تکلیف سے مضطرب ہو گئے اس وقت مرید نے پوچھا کہ آپ شیر سے تو ذرا سا بھی خوفزدہ نہیں ہوئے لیکن مچھر کے کاٹنے پر اس قدر بے چین ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے آپ سے باہر کر دیا تھا اور اس وقت میں اپنے آپ میں ہونے کی وجہ سے مچھر کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔

حامد اسود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ کا ہمسفر تھا تو ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں کثرت کے ساتھ سانپ تھے چنانچہ میں بھی آپ کے ہمراہ پہاڑ کی ایک کوہ میں مقیم ہو گیا اور جب رات کو سانپ اپنے سوراخوں سے باہر نکلے تو میں نے آپ کو آواز دی۔ آپ

نے فرمایا کہ اللہ کو یاد کرو۔ چنانچہ میں نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور جب تمام سانپ ادھر اُدھر گھوم کر اپنے سوراخوں میں واپس چلے گئے تو صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ آپ کے قریب کُنڈل مارے بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو اس موذی کی خبر نہیں ہے۔ فرمایا کہ آج رات سے زیادہ افضل میرے لیے اور کوئی رات نہیں گزری اور صدیف ہے اس شخص پر جو ایسی افضل رات میں خدا کے سوا کسی دوسری چیز سے خبردار ہو۔ کسی نے آپ کے کپڑوں پر بچھو کو پھرتے دیکھ کر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے کسی چیز کا ضرورت مند نہیں کیا اور سب کو میرا محتاج بنادیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں راستہ بھول کر کئی یوم تک پریشان پھرتا رہا لیکن راستہ نہیں ملا۔ پھر مجھے ایک سمت سے مرغ کے اذان دینے کی آواز آئی تو میں نے خیال کیا کہ اسی طرف چلنا چاہیے شاید وہاں کوئی آبادی ہوگی۔ لیکن کچھ ہی دُور چلنے کے بعد ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور میری گردن پر ایسا مکہ رسید کیا کہ میں نے مضطرب ہو کر بارگاہِ الہی میں عرض کیا کہ یا اللہ کیا متوکلین کی یہی عزت ہوا کرتی ہے؟ ندا آئی کہ جب تک تو نے ہمارے اوپر توکل کیا مخلوق نے تیری عزت کی لیکن اب مرغ پر توکل کرنے کی وجہ سے تو لوگوں کی نظروں میں گر گیا اور اگر مرغ پر توکل کرنے والے کو اس سے بھی شدید سزا دی

جائے جب بھی کم ہے۔ یہ سن کر میں گھونسے کی تکلیف سے ٹڈھال آگے چل دیا۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد یہ غیبی ندا آئی کہ اے خواص کیا تجھے اسی شخص نے گھونسا مارا تھا اور جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسی گھونسا مارنے والے کی نعلین میرے سامنے پڑی تھی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ملک شام کی جانب سفر کر رہا تھا تو راستہ میں ایک حسین نوجوان کو نفیس لباس میں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا میں بھی آپ کے ہمراہ سفر کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ میرا ہمسفر بننے کی شکل میں تجھے بھوکا رہنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ میری شرط منظور کر کے میرا ہمسفر بن گیا اور ہم دونوں مسلسل چار یوم تک بھوکے پیاسے سفر کرتے رہے لیکن چوتھے دن ایک مقام پر نہایت نفیس کھانا مہیا ہو گیا اور جب میں نے اس سے کھانے کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میرا تو یہ عزم ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے بلا واسطہ کھانا عطا نہیں کرے گا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ لیکن میں نے کہا کہ یہ عزم تو بہت سخت ہے جس کی تکمیل نہایت دشوار ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر طرح سے رزق عطا کرنے پر قادر ہے وہ تو صرف اپنے بندوں کا امتحان لیتا رہتا ہے۔ لیکن آپ کے قول سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اللہ پر توکل نہیں کیا۔ کیونکہ توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سختی اور فاقہ کے عالم میں توکل پر قائم رہتے ہوئے حیلہ تلاش نہ کرے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں صحرا میں توکل علی اللہ کئے ہوئے چل رہا تھا کہ دور سے ایک آتش پرست نوجوان نے میرا نام

لے کر سلام کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں بھی آپ کا ہم سفر بن جاؤں میں نے کہا کہ جہاں میں جانا چاہتا ہوں وہاں تمہارا گزر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں ہر شے سے بے پرواہ ہو کر آپ کے ہمراہ چلوں گا تاکہ کچھ نہ کچھ فیض مجھ کو بھی حاصل ہو جائے یہ کہہ کر وہ میرے ہمراہ ایک ہفتہ سفر کرتا رہا۔ لیکن آٹھویں دن کہنے لگا کہ اپنے خدا سے کھانے کے لیے کچھ طلب فرمائیے کیونکہ میں بھوک کی شدت سے نڈھال ہو چکا ہوں اس کی استدعا پر میں نے یہ دُعا کی اے اللہ اپنے حبیب کے تصدق میں مجھے اس آتش پرست کے سامنے ندامت سے بچالے۔ اسی وقت غیب سے ایک خوانِ نعمت نازل ہوا جس میں گرم روٹیاں، تلی ہوئی مچھلی، تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی موجود تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور اس کے بعد پھر ایک ہفتہ فاقہ کشی کے عالم میں سفر کرتے رہے پھر آٹھویں دن میں نے اس آتش پرست سے کہا کہ آج تم بھی اپنا کوئی کمال پیش کرو یہ سن کر اس نے اپنا عصا زمین پر ٹیک کر زریب کچھ پڑھا جس کے فوراً بعد پہلا جیسا خوانِ نعمت غیب سے نازل ہوا اور مجھے یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ یہ کمال اس میں کیسے پیدا ہو گیا اور جب اس نے کہا کہ آئیے ہم دونوں مل کر کھالیں تو میں نے احساسِ ندامت سے کہا کہ مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے تم تنہا کھالو۔ لیکن اس نے کہا کہ آپ حیرت زدہ نہ ہوں بلکہ اطمینان سے کھانا کھالیں اس کے بعد میں آپ کو دو خوش خبریاں سناؤں گا۔ اوّل یہ کہ آپ مجھے کلمہ

پڑھا کر مسلمان کر لیں۔ چنانچہ وہ اسی وقت صدق دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور دوسری خوش خبری یہ تھی کہ جس وقت آپ نے مجھ سے کمال پیش کرنے کے لیے کہا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ اس بزرگ کے صدقہ میں مجھے ندامت سے بچالے۔ چنانچہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں میرے کمال کو قطعاً دخل نہیں۔ پھر ہم دونوں کھانا کھا کر مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر وہ جوان کعبہ کا مجاور بن گیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا تو ایک شخص نے نمودار ہو کر مجھے سلام کرنے کے بعد کہا کہ میرے ہمراہ چلو گے تو راستہ مل جائے گا۔ چنانچہ چند قدم چلنے کے بعد ہی وہ غائب ہو گیا اور جب میں نے غور سے دیکھا تو واقعی میں صحیح راستہ پر پہنچ گیا تھا اور اس کے بعد سے نہ تو کبھی راستہ بھولا نہ کبھی بھوک پیاس محسوس ہوئی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ رات کو میرا ایسے صحرا میں گزر ہوا جہاں اچانک شیر میرے سامنے آ گیا اور میں اس کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ یکا یک ندائے غیبی سنائی دی کہ پریشان مت ہو کیونکہ تیرے تحفظ کے لیے سات ہزار ملائکہ ہر وقت تیرے ساتھ رہتے ہیں، پھر فرمایا کہ جنگل میں مجھے ایک شخص نظر آیا اور جب میں نے پوچھا کہ اس قدر طویل سفر کے باوجود نہ تو تمہارے پاس زاد راہ ہے اور نہ سواری کا کوئی انتظام۔ اس نے کہا کہ میری جماعت کا ہر فرد تمہاری ہی طرح بے توشہ و سواری سفر کرتا رہتا ہے اور جب میں نے اس سے سوال کیا کہ تو کل کس کو کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ صرف خدا ہی سے

طلب کرنے کا نام توکل ہے۔

کسی درویش نے آپ سے استدعا کی کہ مجھے آپ کے ہمراہ رہنے کی خواہش ہے آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط کے ساتھ تمہیں اپنے ہمراہ رکھ سکتا ہوں کہ ہم دونوں میں ایک حاکم بن جائے اور دوسرا محکوم تاکہ راستہ کے تمام امور بہتر طریق سے انجام پاسکیں درویش نے عرض کیا کہ آپ حاکم بن جائیں اور میں محکوم۔ چنانچہ اس شرط کے ساتھ دونوں نے سفر شروع کر دیا۔ لیکن پہلی ہی منزل پر آپ نے درویش سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں پانی لے کر آتا ہوں اس کے بعد پھر آپ نے خود ہی اپنے ہاتھ سے آگ جلائی غرض یہ کہ پورے سفر میں تمام امور آپ نے خود ہی انجام دیئے اور درویش سے کوئی کام نہیں لیا۔ اور اگر وہ کسی کام کا قصد بھی کرتا تو آپ منع فرما دیتے اور جب درویش بہت زیادہ مصر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے حاکم بنایا ہے۔ لہذا بحیثیت محکوم تمہیں میرا حکم تسلیم کرنا پڑے گا اس درویش کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ راستے میں رات کے وقت شدید بارش شروع ہو گئی تو آپ اپنی چادر میانے کی طرح میرے سر پر تان کر کھڑے ہو گئے اور پوری رات اسی طرح کھڑے رہے۔ چنانچہ رات ختم ہونے پر میں نے عرض کیا کہ آپ حاکم کے حکم کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ حکم سے سرتابی اس وقت تصور کی جاسکتی ہے جب میں تم سے اپنی خدمت کے لیے کہوں جب کہ محکوم ہونے کی وجہ سے تمہاری

خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ آخر کار مکہ معظمہ تک آپ کا یہی معمول رہا۔ لیکن وہاں پہنچنے کے بعد میں نے آپ کی معیت ترک کر دی۔ پھر منیٰ میں آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی میری ہی طرح دوستوں سے حسن سلوک کرنے کا موقع عطا فرمائے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شام کے گرد و نواح میں گھوم رہا تھا تو ایک جگہ ترش انار کے بہت سے درخت نظر آئے لیکن میں نے طبیعت چاہنے کے باوجود ترشی کے خوف سے ایک دانہ بھی زبان پر نہیں رکھا۔ پھر آگے چل کر ایک الجھا اور ٹنڈا شخص جس کے جسم میں کیڑے پڑے ہوئے تھے نظر آیا، میں نے ازراہ ترحم اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری صحت یابی کے لیے دُعا کر دوں۔ لیکن اس نے منع کر دیا اور جب میں نے پوچھا کہ تم نے دُعا کرنے کے لیے کیوں منع کرتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ عافیت تو مجھے پسند ہے لہذا میں نے اسی کی پسند کو اپنے لیے پسند کر لیا ہے۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے جسم پر سے مکھیاں وغیرہ اُڑا دوں جس کے جواب میں اس نے کہا کہ پہلے اپنے قلب میں سے شیریں انار کی خواہش تو نکال دو اس کے بعد میری صحت یابی کی جانب توجہ دینا۔ اور جب اس نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میرے قلب میں شیریں انار کی خواہش ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا شناس پر خدا تعالیٰ ہر شے واضح کر دیتا ہے۔ پھر جب میں نے یہ سوال کیا کہ کیا

تمہیں اپنے جسم کے کیڑے مکوڑے سے اذیت نہیں ہوتی تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب اللہ کے حکم ہی سے میرے جسم کو اذیت پہنچاتے ہیں اس لیے مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھ کر دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو تو اس نے بتایا ساغون سے اور جب میں نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے تو اس نے بتایا کہ معظمہ کا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ وہاں کیوں جا رہے ہو تو اس نے جواب دیا کہ آب زم زم سے ہاتھ دھونے جا رہا ہوں کیونکہ میں نے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر مقتدرات سے کم رزق نہیں مل سکتا عین توکل ہے اور جو خود کو صاحب عزت تصور کرتا ہے خدا اس کو ذلت دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بندہ کو چاہیے کہ ہر فتنہ پر نظر رکھے۔

آپ کی قبر پر کوئی درویش طالب دنیا ہوا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اگر دنیا طلب کرنی ہے تو بادشاہوں کے مزاروں پر جا اور اگر عقبیٰ کا خواہش مند ہے تو ہم سے رجوع کر۔

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ بہت زاہد و متقی اور صاحب ریاضت و کرامات ہونے کے علاوہ عالم و طبیب حاذق بھی تھے۔ اور آپ کا مسلک قطعاً علم کے مطابق تھا نہ صرف یہ بلکہ آپ کو علم و حکمت پر ایسا عبور حاصل تھا کہ لوگوں نے آپ کو حکیم الاولیاء کے خطاب سے نوازا اور اکثر یحییٰ بن معاذ سے آپ کا بحث و مباحثہ رہا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت یحییٰ سے ایسی بحث کی کہ وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے حتیٰ کہ اس دور میں آپ سے مناظرے میں کوئی سبقت نہ لے جاسکتا تھا۔

حالات:

کم سنی ہی میں آپ نے دو طلباء کو غیر ملک میں حصول تعلیم کے لیے آمادہ کیا لیکن والدہ کی کبر سنی کی وجہ سے ارادہ فسخ کرنا پڑا اور جن طلباء کو آپ نے آمادہ کیا تھا وہ بغرض تعلیم روانہ ہو گئے۔ مگر آپ اس درجہ غمگین ہوئے کہ قبرستان میں جا کر محض اس خیال سے گریہ و زاری کرتے تھے کہ جب میرے دونوں ساتھی حصول علم کے بعد واپس آئیں گے تو مجھے ان کے سامنے ندامت ہوا کرے گی۔ لیکن ایک دن حضرت خضرؑ نے آکر فرمایا کہ روزانہ اس جگہ

آ کر مجھ سے تعلیم حاصل لیا کرو پھر انشاء اللہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہو گے۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کر کے بہت بلند مقام حاصل کر کیا اور جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ میرے اُستاد حضرت خضر ہیں تو آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ ایسا صاحب مرتبت اُستاد مجھے صرف والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔

حضرت ابو بکر وراق سے روایت ہے کہ حضرت خضر ہر ہفتہ بغرض ملاقات آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ان سے علمی بحثیں کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے بھی اپنے ہمراہ جنگل میں لے گئے وہاں میں نے دیکھا کہ درخت کے سایہ میں ایک سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اور ایک نورانی شکل کے بزرگ اس پر جلوہ افروز ہیں لیکن جب ان بزرگ نے آپ کو دیکھا تو خود تعظیماً تخت سے نیچے اتر آئے اور آپ کو اس پر بٹھادیا۔ پھر یکے بعد دیگرے چالیس بزرگوں کا اجتماع ہو گیا جس کے بعد آسمان سے کھانا نازل ہوا اور سب نے مل کر کھا لیا۔ اس کے بعد نہ جانے آپ نے ان بزرگ سے کیا سوال اور انہوں نے کیا جواب دیا جو میری سمجھ میں قطعاً نہ آ سکا۔ پھر وہاں سے روانگی کے بعد پلک جھپکتے ہی ہم لوگ ترمذ پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں سعادت نصیب ہو گئی اور جب میں نے پوچھا کہ وہ کون سا مقام تھا اور کون لوگ تھے تو فرمایا کہ وہ مقام تیبہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔ پھر میں نے سوال کیا آپ اتنی دور جا کر اس قدر عجلت کے ساتھ ترمذ کیسے

پہنچ تو فرمایا کہ یہ ایک راز ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں عرصہ دراز تک اس کوشش میں رہا کہ نفس بھی میرے ہمراہ مشغول عبادت رہا کرے لیکن جب میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو عاجز آ کر دریائے جیچوں میں چھانگ لگا دی لیکن ایک موج نے پھر مجھے ساحل پر پھینک دیا اس وقت میں نے دل میں کہا کہ کتنی پاکیزہ ہے ذات وہ جس نے میرے نفس کو فردوس و جہنم کسی کے لائق بھی نہ چھوڑا۔ لیکن اس مایوسی کے صدمے میں خدا نے نفس کو عبادت کی جانب راغب کر دیا۔

حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی ایک تصنیف کے چند جزو دے کر حکم دیا کہ ان کو دریائے جیچوں میں ڈال دو۔ لیکن جب میری نظر ان اوراق پر پڑی تو ان میں مکمل حقائق کا اقتباس درج تھا چنانچہ میں نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور آپ سے جب یہ بہانہ کیا کہ میں دریا میں ڈال آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا مکان دریا تو نہیں ہے جاؤ ان کو دریا میں ڈال دو چنانچہ اسی وقت میں نے دریا میں پھینکا تو ایک صندوق جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا نمودار ہوا اور جب وہ تمام اوراق اس میں داخل ہو گئے تو ڈھکنا خود بخود بند ہوا اور صندوق غائب ہو گیا اور جب یہ واقعہ میں نے آپ سے بیان کیا تو فرمایا کہ میری تصنیف حضرت خضر نے طلب کی تھی اور وہ صندوق ایک مچھلی لے کر آئی تھی جو پھر ان تک پہنچا دے گی۔ پھر ایک مرتبہ آپ نے اپنی تمام تصانیف دریا میں ڈال دیں۔ لیکن حضرت خضر پھر ان کو آپ کے

پاس واپس لے آئے اور فرمایا کہ آپ اپنی تصانیف ہی میں مشغول رہا کریں، یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ نے پوری عمر میں ایک ہزار مرتبہ باری تعالیٰ کا دیدار خواب میں کیا۔

ایک بزرگ ہمیشہ آپ کو برا بھلا کہتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب آپ حج سے واپس ہوئے تو آپ کی جھونپڑی میں کتیا نے بچے دے رکھے تھے اور آپ ستر مرتبہ محض اس خیال سے اس کے سر پر کھڑے ہوتے رہے کہ شاید دھتکارے بغیر چلی جائے تاکہ میری ذات سے اذیت نہ پہنچے۔ چنانچہ اسی شب برا بھلا کہنے والے بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو کتے کو بھی اذیت نہ پہنچانا چاہتا ہو، اس کو برا بھلا کہتا ہے اور اگر تجھے سعادت ابدی حاصل کرنی ہے تو اس کی خدمت کر چنانچہ وہ بزرگ بیدار ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور تائب ہو کر تاحیات آپ کی خدمت ہی میں پڑے رہے۔

جس پر آپ غضبناک ہوتے تھے تو اس کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے اور اسی وجہ سے آپ کے غصہ کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ آپ اپنی مناجات میں کہا کرتے کہ اے اللہ میں نے اپنے کسی فعل سے تجھ کو غم پہنچایا جس کی وجہ سے تو نے مجھے غصہ پر آمادہ کر دیا۔ لہذا اے اللہ مجھ سے اس مصیبت کو دور فرما دے اور جس کو میری بات ناگوار گزری ہو اس کو اس سے دور کر دے۔ اس مناجات سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کس بات پر ناراض ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ منازل کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ ممتاز روزگار شیخ و متقی اور فرقہ ملامتیوں کے پیرومرشد تھے اور خود حضرت حمدون قصار سے بیعت تھے اور پوری زندگی مجردہ کرگزاردی۔ ایک مرتبہ آپ نے ابوعلی ثقفی سے فرمایا کہ مرنے کے لیے تیار رہو انہوں نے کہا کہ آپ کو تیاری کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر دراز ہو گئے اور فرمایا لو میں مر گیا یہ کہتے ہی حقیقت میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ سے ابوعلی بہت نادم ہوئے کیونکہ ان کے اندر آپ جیسی قوت اس لیے نہیں تھی کہ وہ عیال دار تھے اور آپ مجرد اور آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوعلی مخلوق سے ہٹ کر صرف اپنے مفاد کی بات کرتے ہیں۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تارک فرائض یقیناً تارک سن بھی ہوگا۔ اور تارک سنت کے بدعت میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ بہترین ہے وہ وقت جس میں نفس کے وسوسوں سے مامون رہا جائے اور مخلوق کو تمہاری بدگمانی سے چھٹکارا حاصل رہے۔ فرمایا کہ بندہ صرف انہیں اشیاء کا طالب رہتا ہے جو اس شقاوت کا موجب ہوں۔ فرمایا کہ جو خود حیا کا ذکر کر

کے خدا سے حیا نہیں کرتا وہ بدترین بندہ ہے۔ فرمایا کہ عشق صرف اسی سے کرو جو تم سے عشق کرتا ہو۔ فرمایا حیا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو ہر لمحہ متکلم تصور کرتے ہوئے خود نموشی اختیار کرو۔ فرمایا کہ جو مخلوق کے نزدیک برگزیدہ ہوں ان کے لیے اپنے نفس کو ذلیل رکھنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ امور غیبی دنیا میں کسی پر واضح نہیں ہوتے اور جو لوگ اس کے مدعی ہوں وہ کاذب ہیں۔ فرمایا کہ مجبوراً فقر اختیار کرنے سے فضیلت فقر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور فقر حقیقی یہ ہے کہ فکر عقبی کے ساتھ ذکر الہی میں مشغول رہے۔ فرمایا کہ وقت گزشتہ کا تصور بھی بے سود ہے۔ فرمایا عبودیت اختیاری نہیں بلکہ اضطراری شے ہے اور عبودیت کی لذت سے آشنا کبھی عیش و راحت کا طالب نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ حقیقی بندہ وہی ہے جو اپنے لیے بندہ ہنہ رکھے یعنی غلام نہ رکھے اور جب وہ اس فعل کا مرتکب ہو گیا تو عبودیت کے بجائے ربوبیت کا دعویٰ در بن گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کی اقسام یاد دلا کر استغفار پر اختتام کیا ہے جیسے کہ فرمایا گیا:

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُقْتِنِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَلَا سُحَارِ

یعنی: صبر کرنے والے صدق والے قناعت کرنے والے نفقہ دینے والے اور سحر

کے وقت استغفار کرنے والے۔

فرمایا کہ جس نے لذت نفس کو ختم کر دیا وہی مزے میں رہا۔ فرمایا کہ احکام الہی کے

مطابق روزی کمانے والا اس خلوت نشین سے افضل ہے جو روزی کمانے سے کتراتا ہو۔

فرمایا کہ ایک لمحہ کا ترکِ ریا عمر بھر کی عبادت سے اولیٰ ہے۔ فرمایا کہ عارف وہی ہے جو کسی شے سے متعجب نہ ہو۔

کسی نے آپ کو یہ دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے۔ آپ نے فرمایا کہ مراد کا درجہ تو معرفت کے بعد ہے اور یہاں ابھی تک معرفت بھی حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کی وفات نیشاپور میں ہوئی اور مزارِ مشہد میں ہے۔

حضرت علی سہل اصفہانیؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ غیب کی باتوں کا علم رکھتے تھے اور آپ حضرت جنید کے ہم عصر اور حضرت ابو تراب کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت عمرو بن عثمان آپ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ ۳۰ ہزار درہم کے مقروض تھے۔ لیکن آپ نے ان کا تمام قرض ادا کر دیا۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ رغبتِ عبادت تو فتن کی علامت ہے اور علامتِ رعایت

مخالفت سے کنارہ کشی ہے اور علامت بیداری رعایت اختیار کرنا ہے۔ فرمایا کہ ابتداء میں جس کی ارادت درست نہیں ہوتی وہ انتہا تک محروم سلامتی رہتا ہے۔ فرمایا کہ جو خود کو خدا کے نزدیک سمجھتا ہے وہ حقیقت میں بہت دور ہوتا ہے فرمایا کہ خدا کے ساتھ حضوری یقین سے بہتر ہے کیونکہ حضوری قلب میں اس طرح جاگزیں رہتی ہے جس میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا اور یقین کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے۔ لیکن اہل حضوری بارگاہ کے اندر رہتے ہیں اور اہل یقین بارگاہ کے دروازے پر۔ فرمایا کہ دانش مند تو حکم الہی پر زندگی بسر کرتے ہیں لیکن عارفین قرب الہی میں زندگی گزارتے ہیں فرمایا کہ خدا کو جاننے والا ہر شے سے بے خبر ہو جاتا ہے فرمایا کہ تو نگری علم میں، فخر فقر میں، عافیت زہد میں، حساب کی قلت نموشی میں اور خوشی مایوسی میں مضمر ہے۔ فرمایا کہ حضرت آدم کے عہد سے قیامت تک لوگ قلب کے سلسلہ میں بحثیں کرتے رہیں گے لیکن قلب کی حقیقت و ماہیت کبھی معلوم نہ ہو سکے گی۔ پھر فرمایا کہ میری موت اس طرح واقعہ نہ ہوگی کہ بیمار پڑوں اور لوگ عیادت کو آئیں بلکہ خدا تعالیٰ مجھے پکارے گا اور میں حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ راہ چلتے آپ نے لہیک فرمایا تو میں نے کلمہ پڑھنے کی تلقین کی مگر آپ نے فرمایا کہ تم مجھے کلمہ تلقین کرتے ہو حالانکہ میں عزت، خداوندی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اور اس کے مابین عزت کے سوا کوئی شے حائل نہیں ہے۔ یہ کہتے ہی آپ دنیا سے

رخصت ہو گئے۔

حضرت ابوعلی جرجانیؒ کے حالات و مناقب

تعارف و تذکرہ:

آپ کا شمار پیشوایان صوفیا اور مقتدایان علماء میں ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ نے لاتعداد تصانیف بھی چھوڑی ہیں اور آپ حضرت محمد علی حکیم کے بلند مراتب ارادت مندوں میں سے تھے۔

آپ کا مقولہ تھا بیم ورجا اور محبت تو حید حقیقی ہیں۔ کیونکہ بیم سے ارتکاب معصیت کا خاتمہ ہوتا ہے اور رجا سے اعمال صالحہ جنم لیتے ہیں اور محبت کثرت عبادت کا محرک بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اہل خوف غم و الم سے ہر اس میں نہیں ہوتے۔ اہل رجا طلب سے باز نہیں آتے اور اہل محبت ذکر الہی میں کمی نہیں ہونے دیتے اور بیم اک آگ ہے۔ رجا نور منور اور محبت نور علی نور فرمایا کہ اہل سعادت کی علامت ہی یہ ہے کہ عبادت کو آسان ترین تصور کرتے ہوئے اتباع سنت کو کسی وقت بھی دشوار نہ سمجھیں اور صحبت فقراء میں رہ کر مخلوق کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آئیں۔ محتاجوں کو صدقات دیں اور مسلمانوں کی اعانت کرتے ہوئے پابندی اوقات پر کاربند رہیں۔ فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنے ان گناہوں کا اظہار جن سے

وہ واقف نہ ہو، انتہائی شقاوت ہے۔ پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ وہی ہیں جو اپنے احوال میں فنا ہو کر مشاہدہ حق کے ذریعہ قائم رہیں اور عارف باللہ وہ ہیں جو اپنے قلب کو ذکر الہی کے حوالے کر کے جسم کو خدمت خلق کے لیے وقف کر دیں۔ فرمایا کہ خدا سے حُسنِ ظن قائم رکھنا ہی غایت معرفت ہے اور نفس سے بدظن رہنا اساس معرفت ہے۔ فرمایا کہ مالک حقیقی کے در پر پڑے رہنے والوں کے لیے ایک ایک دن دروازہ ضرور کھل جاتا ہے۔ فرمایا کہ اہل کرامت بننے کے بجائے اہل استقامت بنو کیونکہ نفس طالب کرامت ہوتا ہے اور خدا طالب استقامت۔ فرمایا کہ رضا خانہ بندگی صبر اس کی کنجی اور تسلیم دروازہ ہے اور موت اس کے دروازے پر استادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ حُخْل کے تین حروف ہیں۔ ب۔ خ۔ ل۔ ب سے مراد بلا، خ سے خسارہ اور لام سے لوم یعنی ملامت ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ کا تعلق مشائخین حجاز سے ہے آپ کی پوری زندگی مکہ معظمہ میں گزری جس کی وجہ سے آپ کو شمعِ حرم کے خطاب سے نوازا گیا۔ آپ اپنے عہد کے بہت عظیم عابد و زاہد تھے

اور تصوّف کے موضوع پر بے شمار تصانیف چھوڑیں۔ آپ نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک نوافل میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے اور طواف کعبہ کے دوران بارہ ہزار قرآن ختم کئے آپ کا یہ عالم تھا کہ تیس سال تک کعبہ کے پرنا لے کے نیچے بیٹھے رہے اور شب و روز میں صرف ایک مرتبہ وضو کرتے اور اس ۳۰ سالہ مدت میں نہ تو ذکر الہی سے کبھی غافل ہوئے اور نہ ایک لمحہ کے لیے آرام فرمایا۔

حالات:

کم سنی ہی میں والدہ کی اجازت سے حج کا قصد کیا لیکن دوران سفر آپ کو غسل کی حاجت پیش آگئی۔ چنانچہ بیداری کے بعد یہ خیال آیا کہ میں والدہ سے کسی عہد و پیمان کے بغیر ہی گھر سے نکل کھڑا ہوا ہوں اور اس خیال کے ساتھ ہی جب گھر واپس آئے تو والدہ کو بہت ہی غم زدہ شکل میں دروازے پر کھڑا پایا۔ آپ نے والدہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے مجھے سفر کی اجازت نہیں دی تھی؟ انہوں نے کہا کہ اجازت تو یقیناً دی تھی لیکن تمہارے بغیر گھر میں کسی طرح دل نہیں لگتا تھا اور یہ عہد کر لیا تھا کہ تمہاری واپسی تک دروازے ہی پر تمہارا انتظار کروں گی۔ یہ سن کر آپ نے عزم سفر ترک کر دیا اور والدہ کی حیات تک ان کی خدمت کرتے رہے لیکن والدہ کے انتقال کے بعد پھر سفر شروع کر دیا اور دوران سفر قبر میں ایک ایسا مردہ دیکھا جو ہنس رہا تھا۔ آپ نے سوال کیا کہ تو مرنے کے بعد کیوں ہنستا ہے۔ اس نے

جواب دیا کہ عشقِ خداوندی میں یہی کیفیت ہوا کرتی ہے۔

ابوالحسن مزین نے تو کل علی اللہ سفر شروع کر دیا تو دورانِ سفر انہیں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں ایسا عظیم بزرگ ہو گیا ہوں جو بلا زادِ سفر، سفر کر سکتا ہے۔ اس تصور کے ساتھ ہی کسی نے کرخت لہجہ میں کہا کہ نفس کے ساتھ دروغ گوئی کیوں کرتا ہے اور جب انہوں نے منہ پھیر کر دیکھا تو حضرت ابو بکر کتانی کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی غلطی کے احساس کے ساتھ ہی فوراً توبہ کر لی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مجھے اپنے احوال میں کچھ نقص محسوس ہوا تو میں نے طواف کے بطور عجز کے دُعا کی جس کے بعد اللہ نے میرا وہ نقص دور فرما کر ایسا قرب عطا کیا کہ مجھے دُعا بھی یاد نہ رہی۔ ارشاد ہوا کہ جب ہم خود تیرے دوست ہیں تو پھر تجھے طلب کی کیا ضرورت ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علی سے اس لیے کچھ بدظنی ہی تھی کہ گو آپ حق پر تھے اور حضرت معاویہ باطل پر، لیکن آپ کی شان میں تو حضور ﷺ نے لَا فَتْنَى إِلَّا عَلَيَّ فرمایا تھا اس لیے بہ تقاضائے شجاعت آپ کو خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دینی چاہیے تھی تا کہ صحابہ کرام میں باہمی خونریزی نہ ہوتی۔ اسی تصور میں ایک شب میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ خلفائے اربعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر کی

جانب اشارہ کر کے مجھ سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ہیں۔ اسی طرح تینوں خلفاء کے متعلق میں جواب دیتا رہا۔ لیکن جب حضرت علی کے متعلق سوال کیا تو میں نے اپنی کج فہمی کی وجہ سے ندامت کے ساتھ گردن جھکالی۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی سے میرا معافہ کروایا۔ اور خود جب تینوں خلفاء کے ہمراہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ چل تجھے جبل ابوقبیس کی سیر کراؤں۔ چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو زیارت کعبہ سے مشرف ہوا اور بیداری کے بعد خود کو جبل ابوقبیس پر پایا۔ اور وہ بدظنی بھی میرے قلب سے رفع ہو چکی تھی جو مجھے حضرت علی کی ذات مبارک سے تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ہمراہ ایک ایسا شخص رہتا ہے جس کا وجود میرے لیے بار خاطر تھا لیکن محض مخالفت نفس کی غایت سے میں اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتا رہا اور ایک دن جب میں اپنی جائز کمائی کے دو سو درہم لے کر اس کے پاس پہنچا تو وہ مصروف عبادت تھا۔ چنانچہ میں نے وہ درہم اس کے مصلے کے نیچے رکھتے ہوئے کہا کہ تم اپنے صرفہ میں لے آنا، مگر اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ جو لمحات میں نے ستر ہزار درہم کے معاوضہ میں خریدنے ہیں انہیں تو دو سو درہم کے معاوضہ میں خریدنا چاہتا ہے جا مجھے تیرے درہم کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ندامت کے ساتھ میں نے اپنے درہم واپس لے لیے

اور اس وقت مجھے جتنا اپنی ذلت اور اس کی عظمت کا احساس ہوا اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ آپ کے کسی مردی نے انتقال کے وقت آنکھیں کھول کر زیارتِ کعبہ شروع کر دی تو اسی وقت ایک اونٹ نے آکر اس کے ایسی لات رسید کی کہ آنکھوں کے دونوں ڈھیلے باہر نکل پڑے اور آپ کو بذریعہ الہام یہ مکاشفہ ہوا کہ اس وقت اس مرید کو ارادتِ غیبی سے مکاشفہ حقیقی حاصل تھا اور چونکہ صاحبِ کعبہ کے مشاہدے کی صورت میں جانبِ کعبہ نظر ڈالنا درست نہیں اسی لیے اس کو یہ سزا دی گئی۔

کسی بزرگ نے باب بنی شیبہ سے نکل کر آپ سے کہا کہ مقامِ ابراہیم میں ایک محدث حدیث بیان کر رہے ہیں آپ بھی تشریف لے چلئے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کس سند کے ساتھ حدیث بیان کرتے ہیں؟ ان بزرگ نے کہا کہ حضرت عبدالرحمان، حضرت معمر، حضرت زہری اور حضرت ابو ہریرہ کی اسناد سے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا قلب تو میرے رب کی سند سے حدیث بیان کرتا ہے اور جب ان بزرگ نے اس کی دلیل پوچھی تو فرمایا کہ اس کی یہ دلیل ہے کہ آپ حضرت خضر ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضر نے فرمایا کہ میں تو آج تک اس تصور میں ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا ولی نہیں جس سے میں واقف نہ ہوں۔ لیکن آج پتہ چلا کہ ایسے ولی بھی موجود ہیں جن سے میں تو ناواقف ہوں لیکن وہ مجھے جانتے ہیں۔

دورانِ نماز ایک چور آپ کے کاندھے پر سے چادر کھینچ کر بھاگا تو اس کے دونوں

ہاتھ اسی وقت خشک ہو گئے۔ چنانچہ اس نے واپس آ کر چادر پھر آپ کے کاندھے پر ڈال دی اور فراغت نماز کے بعد آپ سے معافی کا طالب ہوا۔ لیکن آپ نے معافی کی وجہ پوچھی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ عظمتِ الہی کی قسم نہ تو مجھے چادر لے جانے کی خبر ہوئی اور نہ واپس لانے کی۔ پھر آپ نے اس کے حق میں دُعا فرمائی تو اس کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں ایک حسین و خوبو شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام تقویٰ ہے اور میرا مسکن غزہ قلوب ہیں۔ پھر میں نے خواب میں ایک بد شکل عورت سے سوال کیا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مصیبت ہوں اور اہل نشاط کے قلوب میں رہتی ہوں۔ چنانچہ بیداری کے بعد میں نے یہ عہد کر لیا بلکہ مسرور زندگی کے بجائے ہمیشہ غمگین زندگی بسر کروں گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک شب میں اکیاون مرتبہ حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھ کر آپ سے مسائل کی تحقیق کی۔ پھر ایک شب خواب میں میں نے حضور سے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ حرص و ہوس کا خاتمہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ روزانہ چالیس مرتبہ یہ دُعا پڑھ لیا کرو:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْأَلُكَ أَنْ يُحْيِيَ قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ أَبَدًا

کسی درویش نے آپ سے رورو کر عرض کیا کہ جب مجھ پر بیس فاقے گزر چکے تو لوگوں کے سامنے میرے نفس نے یہ راز افشا کر دیا۔ پھر ایک دن راستہ میں مجھے ایک درہم پڑا ہوا ملا جس پر تحریر تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ تیری فاقہ کشی سے ناواقف تھا جو تو نے دوسروں سے شکایت کی۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح محشر میں خدا کے سوا کوئی معاون و مددگار نہیں ہو گا اسی طرح دنیا میں بھی اس کے سوا کسی کو معاون تصور نہ کرو۔ پھر فرمایا کہ مخلوق کی محبت باعث عذاب، صحبت باعث مصیبت، اور ربط و ضبط وجہ ذلت ہے۔ پھر فرمایا کہ زہد و سخاوت اور نصیحت سے زیادہ کوئی شے سودمند نہیں۔ فرمایا کہ زاہد وہ ہے جو نہ ملنے پر خوش رہے۔ زندگی بھر ذکرِ الہی سے غافل نہ ہو۔ مصائب پر صبر سے کام لے اور خدا کی رضا پر راضی رہے۔ فرمایا کہ تصوف سر تا پا اخلاق ہے اور جس میں اخلاق کی زیادتی ہوگی اس میں تصوف بھی زیادہ ہوگا۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ ظاہر میں اسیر اور باطن میں آزاد ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو عبادت کو مشقت نہ سمجھے۔ فرمایا کہ استغفار ایک ایسا چھ حریفی لفظ ہے جو چھ چیزوں کے لیے جامع و اکمل ہے۔ اول معصیت کے بعد ندامت کے ساتھ توبہ کرنا۔ دوم بعد از توبہ گناہ کا کبھی قصد نہ کرنا۔ سوم قبل از موت حقوق اللہ کی تکمیل کر دینا۔ ششم بعد از توبہ جسم کو ایسی

مشقیں دینا کہ جس طرح مشقتوں سے قبل اس نے بہت آرام پایا ہو۔ فرمایا کہ تو کل نام ہے اتباع علم اور یقین کامل کا۔ پھر فرمایا کہ توبہ کے وقت در مغفرت کھل جاتا ہے۔ فرمایا کہ خدا اپنے محتاج بندوں کی حاجت روائی خود کرتا ہے۔ فرمایا کہ ترک نفس اور غفلت پر اظہار تاسف تمام عبادات سے افضل ہے۔ فرمایا کہ جب تک بہت زیادہ نیند نہ آئے ہرگز نہ سو۔ جب تک بھوک کی شدت نہ ہو مت کھاؤ۔ جب تک شدید ضرورت نہ ہو بات نہ کرو۔ فرمایا کہ شہوت در حقیقت دیو کی لگام ہے اور جس نے اس کو زیر کر لیا گو یا دیو کو زیر کر لیا۔ فرمایا کہ جسم کو دنیا سے اور قلب کو عقبی سے وابستہ رکھو۔ فرمایا کہ یہ تین چیزیں دین کی اساس ہیں۔ اول حق، دوم عدل، سوم صدق، حق کا تعلق اعضا سے ہے یعنی اعضا کے ذریعہ ذکر الہی کرتے رہو۔ عدل کا تعلق قلب سے ہے یعنی بذریعہ قلب نیک و بد میں تمیز کرو اور صدق کا تعلق عقل سے ہے یعنی عقل کے ذریعہ خدا کو پہچانو۔ پھر فرمایا کہ نسیم سحری منجانب اللہ ایک ایسی ہوا ہے جس کا قیام عرش کے نیچے ہے اور وہ دم صبح دنیا میں پھر کر خدا کے بندوں کی گریہ وزاری اور طلب مغفرت اپنے ہمراہ لے جا کر خدا کے حضور پیش کر دیتی ہے۔

وفات:

انتقال کے وقت جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ میں نے چالیس سال قلب کی اس طرح نگرانی کی ہے کہ یادِ الہی کے سوا اس میں کسی

کو جگہ نہیں دی حتیٰ کہ میرے قلب نے خدا کے سوا ہر شے کو فراموش کر دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ اگر میرا آخری وقت نہ ہوتا تو میں اس کو افشانہ کرتا۔ یہ فرما کر انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ خفیفؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

فارس میں آپ کے بعد ایسا یکتائے روزگار کوئی شیخ نہیں ہوا۔ آپ اپنے عہد کے مشائخین کے شیخ تھے۔ گو آپ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا لیکن بیس سال تک ٹاٹ کا لباس استعمال کرتے رہے اس کے علاوہ بے شمار سفر کر کے عظیم المرتبت بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا۔ آپ کا معمول تھا کہ ایک رکعت میں دس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتے اور پورے سال میں چار چلے کھینچا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی وفات بھی چلے کے دوران ہی ہوئی تھی۔ آپ کو خفیف کا خطاب اس لیے عطا کیا گیا کہ آپ افطار میں سات منقوں کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے آپ کے خادم نے بجائے سات کے آٹھ مٹے پیش کر دیئے اور آپ نے گنتی کیے بغیر کھائے لیکن اس رات آپ کو عبادت میں وہ لذت حاصل نہ ہوئی جو اس سے قبل ہوا کرتی تھی اور جب آپ کو واقعہ کا صحیح علم ہوا تو اس خادم

کو غصہ میں برخواست کر کے دوسرا خادم رکھ لیا۔

حالات:

کبھی آپ کے پاس نصاب زکوٰۃ کے مطابق رقم نہیں رہی۔ ایک مرتبہ نیت حج سے اپنے ہمراہ ڈول رسی لے کر سفر شروع کر دیا اور راستہ میں شدتِ پیاس کے عالم میں دیکھا کہ چشمہ پر ہرن پانی پی رہا ہے، لیکن جب چشمہ پر پہنچے تو پانی نیچا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ کیا میرا درجہ ہرنوں سے بھی کم ہے۔ ندا آئی چونکہ ہرنوں کے پاس ڈول رسی نہیں تھی اس لیے ہم نے پانی کو ان کے نزدیک کر دیا۔ لیکن تمہارے پاس رسی و ڈول ہونے کی وجہ سے پانی دور کر دیا گیا۔ یہ سن کر آپ نے عبرت کے طور پر ڈول رسی پھینک دیا اور پانی پئے بغیر آگے چل دیئے۔ پھر ندا آئی کہ ہم نے تو محض تمہارے صبر کا امتحان کیا تھا۔ اب واپس جا کر پانی پی لو۔ چنانچہ جس وقت آپ دوبارہ چشمہ پر پہنچے تو پانی اوپر آ گیا تھا اور آپ نے اطمینان سے پانی پیا اور وضو کیا اور اسی وضو سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ پھر جب حج سے واپسی کے بعد بغداد میں حضرت جنید سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر قلیل سا صبر کر لیتے تو پانی تمہارے قدموں میں آ جاتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عہد شباب میں ایک شخص نے مجھے دعوت دی اور جب میں اس کے یہاں کھانے پر بیٹھا تو محسوس ہوا کہ گوشت سڑ گیا ہے لیکن چونکہ وہ شخص اپنے ہاتھوں

سے نوالہ بنا کر کھلا رہا تھا اس لیے میں نے اس کی دل شکنی کی وجہ سے کچھ نہیں کہا اور جب اس کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو وہ تاڑ گیا اور بہت نادم ہوا۔ اس کے بعد میں وہیں سے حج کا مقصد کر کے قافلہ کے ہمراہ جس وقت قادسیہ پہنچا تو اہل قافلہ راستہ بھول گئے اور کئی یوم تک کھانے کو بھی کچھ میسر نہ آیا آخر کار اضطراری حالت میں چالیس دینار کا ایک کتا خریدا گیا اور گوشت بھون کر جب سب کھانے بیٹھے تو مجھے اس شخص کی ندامت یاد آ گئی اور اس ندامت کے ساتھ ہی راستہ مل گیا۔ پھر حج سے واپسی پر میں نے اس شخص کو تلاش کر کے معذرت خواہی کے بعد کہا کہ اس دن تیرے یہاں سڑا ہوا گوشت میرے قلب پر بار بن گیا لیکن دورانِ سفر کتے کا گوشت بھی مجھے بُرا معلوم نہیں ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مجھے یہ علم ہوا کہ مصر میں ایک نوجوان اور معمر شخص مجھ کو مراقبہ ہیں تو میں نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا لیکن جب دو مرتبہ کے بعد بھی انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں نے تیسری مرتبہ انہیں قسم دے کر کہا کہ میرے سلام کا جواب دے دو۔ یہ سن کر نوجوان نے سر اٹھا کر جواب دیتے ہوئے کہا اے خفیف دنیا بہت تھوڑی سی ہے لہذا اس قلیل عرصہ میں کثیر حصہ حاصل کرو۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ تم دنیا سے بے فکر ہو جب ہی تو ہمارے سلام کے لیے حاضر ہوئے ہو، یہ کہہ کر وہ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ اور اس کی تاثیر آمیز نصیحت کا میرے اوپر ایسا اثر پڑا کہ شدّت بھوک کے باوجود میری

تمام بھوک غائب ہوگئی اور انہیں دونوں کے ہمراہ میں نے ظہر و عصر کی نماز ادا کی۔ پھر جب میں نے نوجوان سے مزید کچھ نصیحت کرنے کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو خود ہی گرفتار بلا ہیں جس کی وجہ سے ہماری زبان نصیحت کے قابل ہی نہیں ہے بلکہ ہماری تمنا تو یہ ہے کہ ہمیں خود کوئی دوسرا شخص نصیحت کرے، لیکن میرے شدید اصرار پر اس نے کہا کہ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جو تمہیں خدا کی یاد دلاتے رہیں اور زبانی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں عمل پر عامل بنادیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ روم کے جنگل میں میں نے ایک ایسے راہب کی لغش دیکھی جس کو جلا دینے کے بعد لوگوں نے اس کی راکھ جب اندھوں کی آنکھوں میں لگائی تو ان کی بصارت واپس آگئی اسی طرح ہر قسم کا مریض اس کی راکھ سے صحت یاب ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ جب ان لوگوں کا دین ہی باطل ہے تو پھر یہ چیز ان کو کیسے حاصل ہوگئی؟ چنانچہ اسی شب خواب میں حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے خفیف جب باطل دین والوں میں صدق ریاضت سے یہ اثر پیدا کر دیا ہے تو پھر دین حق والوں کے صدق و ریاضت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر واقفِ راہ طریقت بھی اس راستہ پر گامزن نہ ہوگا تو محشر میں سب سے زیادہ عذاب کا

مستحق گردانا جائے گا۔ آپ نے اتباع سنت کی غرض سے انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی سعی کی لیکن جب اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو حضور اکرم ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر ادائیگی نماز صرف میری ذات تک مخصوص تھی تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے۔

آپ نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ سرگرداں و حیران پھر رہے ہیں۔ دریں اثنا ایک لڑکے نے آکر اپنے والد کا ہاتھ پکڑا اور تیزی کے ساتھ پل صراط پر سے گزر کر ان کو جنت میں لے گیا۔ چنانچہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے فوری طور پر نکاح کر لیا اور جب ایک لڑکا تولد ہو کر فوت ہو گیا تو آپ نے بیوی سے فرمایا کہ میری تمنا تو پوری ہو گئی اب اگر تم چاہو تو طلاق حاصل کر سکتی ہو۔

آپ نے وقتاً فوقتاً دو دو تین تین نکاح کر کے چار سو نکاح کیے کیونکہ عورتیں بکثرت آپ سے نکاح کرنے کی متمنی رہا کرتی تھیں لیکن ایک بیوی جو کسی وزیر کی لڑکی تھی مکمل چالیس سال آپ کے نکاح میں رہی اور جب وہ تمام عورتیں جو آپ کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ ایک دن یکجا ہوئیں تو ایک نے دوسری سے پوچھا کہ کیا شیخ خلوت میں تمہارے ساتھ ہم بستر ہوئے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ کبھی نہیں۔ اور جب وزیر کی لڑکی سے معلوم کیا گیا تو اس نے بتایا کہ جس دن شیخ میرے یہاں تشریف لاتے ہیں تو پہلے ہی

سے مطلع کر دیتے ہیں اور میں نفیس قسم کے کھانے تیار کر کے لباس وزیور سے آراستہ ہو جاتی ہوں۔ چنانچہ جب پہلی مرتبہ آپ میرے پاس آئے اور میں نے جب کھانا آپ کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو آپ کچھ دیر تک مجھے دیکھتے رہے پھر میرا ہاتھ اپنی بغل میں لے کر پیٹ اور سینہ پر پھیرا۔ اس وقت میں نے دیکھا آپ کے شکم مبارک پر اٹھارہ گرہیں پڑی ہوئی ہیں اور آپ نے فرمایا کہ یہ سب گرہیں صبر کی ہیں کیونکہ تیری جیسی حسین صورت اور اس قدر نفیس کھانوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں، یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور اسکے بعد مجھ میں کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ آپ سے کوئی سوال کر سکوں۔

آپ کے مریدین میں دو افراد کا نام احمد تھالہند دونوں میں امتیاز کی غرض سے ایک کو احمد کہہ اور دوسرے کو احمد مہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن آپ کو احمد کہہ سے زیادہ رغبت تھی۔ جب کہ احمد مہ عبادت و ریاضت میں احمد کہہ سے کہیں زیادہ تھے اور یہ بات تمام مریدین کو ناگوار خاطر بھی تھی کہ آپ زیادہ عابد و زاہد سے محبت کیوں نہیں کرتے، چنانچہ آپ نے مریدین کے احساسات کو محسوس کرتے ہوئے ایک اجتماع عام میں احمد کہہ کو حکم دیا کہ جا کر اونٹ کو چھت پر باندھ دو لیکن اس نے عرض کیا کہ چھت پر اونٹ کیسے چڑھ سکتا ہے۔ پھر جب آپ نے احمد مہ کو حکم دیا تو وہ آمادہ ہو گیا اور اونٹ کو دونوں سے اُپر اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن اونٹ میں حرکت تک نہ ہو سکی۔ یہ دیکھ آپ نے فرمایا کہ ظاہر و باطن میں یہی فرق ہوتا

ہے۔ احمد کہہ قلب سے میری اطاعت کرتا ہے اور احمد مہ صرف طاہری عبادت پر نازاں ہے۔

دو درویش طویل سفر کے بعد جب آپ کے یہاں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ شاہی دربار میں ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں جو دربار شاہی میں حاضری دیتے ہیں، یہ سوچ کر دونوں بازار کی جانب نکل گئے اور اپنے خرچہ کی جیب سلوانے کے لیے درزی کی دوکان پر پہنچے۔ اسی دوران درزی کی قینچی گم ہو گئی اور اس نے ان دونوں کو چوری کے شبہ میں پولیس کے حوالے کر دیا اور جب پولیس دونوں کو لے کر شاہی دربار میں پہنچی تو حضرت عبداللہ خفیف نے بادشاہ سے سفارش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں چور نہیں ہیں۔ لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ آپ کی سفارش پر ان کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ میں دربار شاہی میں صرف اسی غرض کے لیے موجود رہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ دونوں معذرت خواہی کے بعد آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہو گئے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خدا کے مقبول بندوں سے بے اعتقادی بھی وجہ مصیبت بن سکتی ہے۔

کسی مسافر کو آپ کے یہاں حاضری کے بعد دست آنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ رات گئے تک اس کو پچاس مرتبہ رفع حاجت کے لیے لے جایا گیا۔ لیکن جب رات کے

آخری حصہ میں آپ کی آنکھ لگ گئی اور اس کو رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے آپ کو آواز دی۔ اور جب نیند آجانے کی وجہ سے آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو اس مسافر نے چیخ کر کہا اوشیخ کہاں چلا گیا، تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ جملہ سن کر لوگوں نے آپ سے عرض کیا آپ نے اس کی پاسداری کیوں کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خراب بات سننے کے لیے کان عطا نہیں کیے میں نے تو اس کو یہ کہتے سنا کہ تیرے اوپر رحمت ہو۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور انس و جن کو تخلیق فرمایا پھر عصمت و کفایت اور جبلت کو تخلیق فرما کر حکم دیا کہ ہر نوع کے افراد ان میں سے ایک ایک شے کو اپنے لیے منتخب کر لیں۔ چنانچہ ملائکہ نے عصمت کو اختیار کیا۔ جنات نے کفایت کو اور انسانوں نے جبلت کو منتخب کیا۔ اسی لیے انسان کثرت کے ساتھ حیلہ سازی سے کام لیتا ہے۔ فرمایا کہ عہد گزشتہ میں صوفیاء جنات پر غالب رہتے تھے لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ فرمایا کہ صوفیا کی شان یہ ہے کہ وہ صوف صفا کا لباس اختیار کرے یعنی صفائی باطن کے بعد صوف استعمال کرے اور ترک دنیا کے بعد اپنے نفس پر ظلم کرتا رہے۔ پھر فرمایا کہ پاکیزگی کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہونا وجہ راحت ہے فرمایا کہ مقدرات پر شاکر رہنا اور

مصائب کا مقابلہ کرنے کا نام ہی تصوّف ہے۔ فرمایا کہ رضا کی دو قسمیں ہیں اوّل حق کے ساتھ تدبیر میں رضا اختیار کرنا۔ دوم حق سے حق کی تقدیر میں رضا اختیار کرنا فرمایا کہ مشوفات غیبی ہی کا نام ایمان ہے۔ فرمایا کہ عبادت نام ہے دائمی غم و خوشی کو ترک کر دینے کا۔ فرمایا وصل نام ہے محبوب سے اس اتصال کا جس کے بعد کچھ یاد نہ رہے۔ فرمایا کہ نفس و دنیا اور ابلیس سے کنارہ کشی کا نام تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ عبادتِ الہی سے نفس کو شکست دینے کا نام ریاضت ہے۔

حضرت قطب الدین اولیاء ابو اسحاق ابراہیم بن شہر یار گارونی کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ کا شمار قطب الاولیاء میں ہوتا ہے اور آپ شریعت و طریقت کے مقتدایان میں سے تھے۔ آپ کے فضائل و خصائل کا تفصیلی طور پر احاطہ تحریر میں لانا کسی طرح ممکن نہیں۔ آپ احکام الہیہ کی ادائیگی اور اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اسی لیے آپ کے مزار کو تریاق اکبر کہا جاتا ہے کہ جو شخص آپ کے وسیلے سے دُعا کرتا ہے اس کی مراد پوری ہو

جاتی ہے۔

آپ کے دادا آتش پرست اور والدین مسلمان تھے کہا جاتا ہے کہ جس مکان میں آپ تولد ہوئے اس رات آپ کے مکان میں نور کا ایک ستون زمین سے آسمان تک قائم ہو گیا تھا اور اس میں ہر سمت اس طرح شاخیں پھیلی ہوئی تھیں کہ ہر شاخ سے نور بکھر رہا ہے۔

حالات:

بچپن ہی میں آپ کے والدین نے قرآن کی تعلیم دلوانے کا قصد کیا تو دادا نے منع کرتے ہوئے کہا کہ ان کو کوئی پیشہ سکھانا چاہیے تاکہ والدین کی غربت کا ازالہ ہو سکے لیکن آپ نے اصرار کیا کہ میں تو قرآن ہی کی تعلیم ہی حاصل کروں گا۔ چنانچہ والدین نے آپ کا رجحان دیکھ کر ایک معلم کے سپرد کر دیا۔ آپ کے تعلیمی شوق کا یہ عالم تھا کہ تمام طلباء سے قبل مدرسہ میں پہنچ جاتے اور سب سے پہلے اپنا سبق یاد کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ اپنے تمام ساتھیوں میں سبقت لے گئے اور بہت سے علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عنفوان شباب میں عبادت کی جانب مائل ہوتا ہے اس کے باطن کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے روشن کر دیتا ہے اور چشمہ حکمت اس کی زبان سے جاری ہونے لگتے ہیں اور جو بچپن و جوانی میں خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور بڑھاپے میں تائب ہوتا ہے تو اسے فرمانبردار تو کہا جاسکتا ہے لیکن کمال حکمت تک اس کی رسائی نہیں ہوتی، پھر

فرمایا کہ جب میں بچپن میں حصول علم میں مشغول تھا اسی وقت سے مجھے راہِ طریقت کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس عہد میں یہ تین بزرگ بہت ہی صاحبِ فضیلت تھے۔ حضرت عبداللہ خفیف، حضرت حارث محاسبی، حضرت عمرو بن علی۔ چنانچہ میں نے نماز استخارہ پڑھ کر سجدے میں دُعا کی کہ اے اللہ مجھے مطلع فرما دے کہ ان تینوں بزرگوں میں سے کس کے دامن سے وابستگی اختیار کروں۔ اس دُعا کے بعد مجھے سجدے ہی میں نیند آگئی اور خواب میں ایک بزرگ اونٹ پر بہت سی کتابیں لادے ہوئے تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ تمام کتب حضرت عبداللہ خفیف کی ہیں اور انہوں نے یہ تمام کتب اونٹ سمیت تمہیں ارسال کی ہیں۔ چنانچہ خواب سے بیداری کے بعد میں سمجھ گیا کہ مجھے حضرت عبداللہ خفیف کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیے اس کے بعد حضرت شیخ اکار میرے پاس تشریف لائے اور حضرت عبداللہ خفیف کی بہت سی کتابیں مجھے عطا کیں اس واقعہ سے مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا اور میں نے انہیں کے طریقہ پر عبادت شروع کر دی۔

ایک مرتبہ آپ کے والدین نے کہا کہ تم نے درویشی تو اختیار کر لی ہے لیکن غربت کی وجہ سے تمہارے اندر مہمان نوازی کی استطاعت نہیں ہے جو درویش کا طرہ امتیاز ہے اور یہ کمزوری ممکن ہے تمہیں اپنے راستہ سے ہٹا دیں گے کا باعث بن جائے لیکن آپ نے والدین کو جواب دینے کے بجائے نموشی اختیار لی۔ اتفاق سے اسی سال رمضان شریف میں

مسافروں کی ایک جماعت آپ کے یہاں آ کر مقیم ہو گئی اور آپ کے پاس اس وقت مہمان نوازی کے لیے کوئی شے بھی موجود نہیں تھی۔ اسی وقت ایک شخص روٹیوں سے بھری ہوئی دو بوریاں اور کھانے کے لوازمات لے کر مہمان نوازی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب اس واقعہ کا علم آپ کے والدین کو ہوا تو اپنی خام خیالی پر بہت نادم ہوئے اور آپ سے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری اعانت فرماتا رہے جس حد تک ہو سکے مخلوق کی خدمت کرتے رہو اور اس کے بعد سے آپ کے کام میں کبھی مداخلت نہیں کی۔

ایک مرتبہ جب آپ نے تعمیر مسجد کا قصد کیا تو حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بیداری کے بعد اسی بنیاد پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی اور اتنی عظیم مسجد تعمیر کی جس میں تین صفیں آ سکتی تھیں اس کے بعد پھر ایک شب آپ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ تعمیر مسجد کی توسیع فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسجد کو اس قدر وسعت دے دی جتنی خواب میں دیکھی تھی۔

جب آپ نے سفر حج کا قصد فرمایا تو مشائخین بصرہ نے آپ کو دعوت دی جس میں انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے۔ لیکن آپ نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا جس کی وجہ سے مشائخین کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ لیکن آپ نے ان کی نیت کا

اندازہ لگا کر فرمایا کہ شاید تم لوگ یہ سوچ رہے ہو کہ میں گوشت نہیں کھاتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر آج سے تمہارے خیال کو قائم رکھنے کے لیے میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور تاحیات آپ اپنے اس عہد پر قائم رہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ کے تحت آپ نے کھجور اور شکر نہ کھانے کا عہد کر لیا تھا اور ایک مرتبہ جب علالت کے باعث اطبانے شکر کھانے کی تاکید کی تو آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

گازرون کے مجوسی نامی خورشید حاکم نے مفاد عامہ کے لیے جو نہر تعمیر کرائی تھی آپ نے ازراہ تقویٰ کبھی اس کا پانی استعمال نہیں کیا۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہ کھایا کرو۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی مرید نے اپنے عزیز کے ہاں جانے کی آپ سے اجازت طلب کی اور آپ کی اجازت سے جب وہ اپنے عزیز کے یہاں پہنچا تو اس کے ہمراہ کسی مہمان کے بغیر کھانا کھا کر واپس آیا تو کسی درویش سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور اس فقیر نے اس پر جو جرم عائد کیا تھا وہ صحیح ثابت ہوا جس کے نتیجہ میں اس درویش نے اس کے کپڑے اتروا کر برہنہ کر دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ مہمان کے بغیر کھانا کھانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے یہ سن کر اس نے توبہ کی اور مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

اپنے زہد و ورع کے اعتبار سے نہ تو کبھی آپ نے حرام رزق کھایا اور نہ کبھی کسب حلال کے سوا لباس استعمال کیا اسی وجہ سے آپ کا لباس بہت گھٹیا درجہ کا ہوتا تھا اور کاشتکاری کے ذریعہ اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ ابتدائی دور میں آپ کے افلاس کا یہ عالم تھا کہ بھوک رفع کرنے کے لیے اتنی کثرت سے سبز گھاس استعمال کرتے تھے کہ جسم سے سبزی جھلکنے لگتی تھی اور جسم ڈھانپنے کے لیے بوسیدہ چیتھڑوں سے لباس تیار کر لیا کرتے تھے۔ ۸، ذیقعدہ بروز یکشنبہ ۴۲۶ھ بہتر یا تہتر سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

ایک مرتبہ دوران وعظ کوئی خراسانی عالم بھی اجتماع میں شریک تھا اور پورے مجمع میں آپ کے تاثر آمیز وعظ سے ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت خراسان عالم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میرا علم اس شیخ سے کہیں زائد ہے لیکن جو مقبولیت اس کو حاصل ہے وہ مجھے تمام علوم پر دسترس کے باوجود بھی حاصل نہیں۔ اس وقت آپ نے اپنی صفائے باطنی کے ذریعہ اس کی نیت کو بھانپ کر اجتماع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قندیل کی طرف دیکھو کیونکہ آج قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ پانی کا قول ہے کہ خدا نے مجھے ہر شے پر فوقیت عطا کی ہے کیونکہ اگر میرا وجود نہ ہوتا تو لوگ شدید پیاس سے مر جایا کرتے اور مرتبہ تجھے حاصل نہیں اس کے باوجود تو میرے اوپر آ جاتا ہے۔ اس کے جواب میں تیل نے کہا میں منکسر المزاج ہوں اور تجھے غرور و تکبر ہے کیونکہ میرا تخم پہلے زمین میں ڈالا گیا۔ پھر پودا

نکلنے کے بعد کاٹ اور کوٹ کو مجھے کولھو میں پیلا گیا اس کے بعد میں نے خود کو جلا جلا کر دنیا کو روشنی عطا کی اور جس قدر اذیتیں مجھ کو پہنچائی گئیں میں نے ان سب کو نظر انداز کر دیا۔ جس کے بعد آپ نے وعظ ختم کر دیا اور وہ خراسانی عالم آپ کے مفہوم کو سمجھ کر قدموں میں گر پڑا اور ہمیشہ کے لیے ہو گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے یہ تصور ہو گیا کہ دوسروں سے صدقات لے کر مجھے فقراء پر خرچ نہ کرنا چاہیے ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس کا قیامت میں مجھ کو جواب دہ ہونا پڑے اس خیال کے تحت میں نے تمام فقرا سے کہہ دیا کہ اپنے اپنے گھر جا کر خدا کی یاد کرتے رہو۔ لیکن اسی شب میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اس لین دین سے تجھے خوفزدہ نہ ہونا چاہیے۔

دورانِ وعظ دو افراد اس خیال سے حاضر ہوئے کہ آپ سے یہ دُعا کروائیں گے کہ ہمیں دنیاوی عیش و راحت میسر آجائے لیکن آپ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا کہ لوگوں کو چاہیے کہ مجھ سے صرف خدا کے واسطے ملاقات کے لیے حاضر ہوا کریں۔ دنیا کی طلب کے لیے میرے پاس نہ آئیں کیونکہ اس نیت سے میرے پاس آنے والوں کو کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ میں خلیفہ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی پر مکمل طور سے عمل پیرا ہوں۔ اس وقت قاضی طاہر بھی شریک و عظمیٰ تھے انہیں خیال ہوا کہ شادی نہ کرنا بھی تو حکم الہی کے خلاف ہے اور آپ نے شادی نہیں کی ہے۔ پھر یہ دعویٰ آپ کا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ چنانچہ آپ نے انہیں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نکاح سے معاف کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس وقت میں جنگل میں مصروف عبادت ہو کر سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہتا ہوں تو ہر ذرہ میرے ساتھ تسبیح کرتا رہتا ہے۔

ایک یہودی مہمان خود کو مسلمان ظاہر کر کے آپ کے یہاں مقیم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا فریب آپ پر ظاہر نہ ہو جائے مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور آپ روزانہ اس کے لیے کھانا دیا کرتے، لیکن چند روزہ قیام کے بعد جب اس نے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اے یہودی تجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی؟ اس نے پوچھا کہ آپ کو میرے یہودی ہونے کا علم کیسے ہو گیا اور جانتے بوجھتے آپ نے میری خاطر مدارت کیوں کی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلم و کافر دونوں کا رزق پہنچاتا رہتا ہے۔

ایک مرتبہ وزیر کا مصاحب میر بوالفضل شرابی آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شراب نوشی سے توبہ کر لے اس نے جواب دیا کہ میں ضرورتاً تب ہو جاتا لیکن جب

وزیر کی مجلس میں دور جام چلتا ہے تو مجبوراً مجھ کو بھی پینی پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس کی محفل میں تھے شراب نوشی پر مجبور کیا جائے تو اس وقت میرا تصور کر لیا کرو۔ چنانچہ جب وہ توبہ کر کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ تمام جام و سبوشکستہ پڑے ہیں اور شراب زمین پر بہہ رہی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور وزیر کے پوچھنے پر پورا واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد سے وزیر نے کبھی اس کو شراب نوشی پر مجبور نہیں کیا۔

ایک شخص اپنے لڑکے سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس پہنچ کر توبہ کرنے والا اگر توبہ شکنی کرے گا تو اس کو دنیا میں بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن ان دونوں نے چند ہی یوم کے بعد توبہ شکنی کا ارتکاب کیا اور اس کی سزا میں دونوں آگ میں جل کر مر گئے۔

ایک پرندہ کہیں سے آکر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے، پھر ایک مرتبہ ہرن آپ کے نزدیک آکر کھڑا ہو گیا تو آپ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے اس کے بعد خادم کو حکم دیا کہ اس کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔

اقوال و ارشادات:

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو اپنے پاکیزہ و حلال

لباس کو حرام رنگ سے رنگ لیتا ہے۔ یعنی نیل سے رنگتا ہے۔ حالانکہ اس وقت آپ خود بھی نیلی چادر میں ملبوس تھے۔ لیکن فرمایا کہ یہ چادر حلال نیل سے رنگی ہوئی ہے اور یہ میرے پاس کرمان سے آئی ہے فرمایا کہ خورد و نوش کے معاملہ میں جو اپنا محاسبہ نہیں کرتا اس کی مثال جانوروں جیسی ہے۔ فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ کر ذکرِ الہی کرتے رہو۔ فرمایا کہ نور الہی حصولِ بصیرت کا ذریعہ ہے کیونکہ نورِ آخرت دونوں ہی غیب سے متعلق ہیں اور غیب کا مشاہدہ غیب ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کے لیے کم ترین عذاب یہ ہے کہ اس سے ذکرِ الہی کی حلاوت سلب کر لی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل دنیا تو انسان کے ظاہری اعتقاد کو دیکھ کر اس کو معیوب قرار دیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ باطنی عیوب سے معیوب قرار دیتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا کی تمام اشیاء کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع رہو کیونکہ دین و دنیا میں اس کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ فرمایا کہ گازرون میں چند مسلمانوں کے سوا سب آتش پرست ہیں۔ لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ معاملہ اس کے برعکس ہوگا چنانچہ اس قول کے بعد ۲۴ آتش پرستوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی فرمایا کہ جو اس مرد وہی ہے جو لیتا اور دیتا ہے اور نیم مرد وہ ہے جو لیتا نہ ہو اور بلکہ دیتا ہو اور نامرد وہ ہے جو نہ لیتا ہو اور نہ دیتا ہو۔ فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری مسجد سے لے کر آسمان تک ایک ایسی سیڑھی لٹکی ہوئی ہے اور لوگ اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور خدا نے اس جگہ کو وہ عظمت بخشی ہے کہ یہاں کی زیارت

کرنے والا آخرت میں اس کا صلہ پاتا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم پہلے لوگوں جیسا بننا چاہتے ہو تو اس بات کی کوشش کرو اگر تم ان جیسے نہیں بن سکتے تو کم از کم ان کے احباب میں شامل ہو جاؤ۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر بندے کو اپنی عطا سے نوازا ہے۔ لیکن مجھے لذت مناجات عطا ہوئی ہے اسی طرح خدا نے ہر بندے کو کسی نہ کسی شے کا اُنس عطا کیا ہے لیکن مجھ کو صرف اپنی محبت سے نوازا ہے فرمایا کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ رات میں اُٹھ کر وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم دو ہی رکعت پڑھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بیدار ہو کر کلمہ شہادت پڑھے۔

چند افراد آپ کی خانقاہ کے سامنے سے شیر کو پکڑ کر لے جا رہے تھے تو آپ نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی چال پر اعتماد نہ کرو کیونکہ ابلیس کا دام فریب ہر جگہ پھیلا ہوا ہے اور کثرت کے ساتھ شیر ان طریقہ اس کے دام میں گرفتار ہیں۔ اس وقت آپ کے کہنے کا اندازہ اس قدر تاثر آمیز تھا کہ حاضرین پر بہت دیر تک رقت طاری رہی۔ فرمایا کہ اللہ اگر تو مجھ کو قیامت میں بخشش کے قابل سمجھتا ہے تو میرے ہمراہ میرے تمام احباب کی بھی بخشش فرما دینا تاکہ سب مل کر خوشیاں منائیں اور اگر میں مغفرت کا سزاوار نہ ہوں تو پھر مجھے جہنم میں ایسے راستہ سے بھیجنا کہ دوسرے لوگ مجھے نہ دیکھ سکیں اور میرے معاندین خوش نہ ہوں۔ فرمایا کہ شہوانی جذبات

پر غلبہ نہ پانے والوں کے لیے نکاح کرنا بہت ضروری ہے تاکہ فتنہ سے محفوظ رہ سکیں اور اگر میرے نزدیک عورت و دیوار میں کوئی فرق نہ ہوتا تو میں بھی ضرور نکاح کر لیتا لیکن میری کیفیت تو دریا میں ڈوبتے ہوئے اس شخص جیسی ہے جس کو کبھی خلاصی کی اُمید ہو اور کبھی غرق ہونے کا خطرہ۔ فرمایا کہ اُنس الہی اور مناجات سے لذت حاصل نہ کرنے والا موت کے وقت سب سے زائد بدنصیب ہوتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو خدا کا انس اور مناجات حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہو۔ فرمایا کہ دنیاوی بادشاہ سے بغاوت کرنے والے کا مال و اسباب ضبط کر لیا جاتا ہے اور بزرگوں کی مخالفت کرنے والوں کا دین اللہ تعالیٰ تباہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ بندہ خوفزدہ کیوں نہ ہو جب کہ ایک طرف نفس و شیطان ہے اور دوسری جانب سلطان اور ان دونوں کے مابین بندہ عاجز و مجبور ہے۔ فرمایا کہ خوشامدی لوگوں سے کنارہ کش رہو اس لیے کہ ان مصائب سے وفتنوں کا ظہور ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں تھیلی کا منہ کھول دینے والے کے لیے خدا تعالیٰ جنت کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور اس کی راہ میں بخل کرنے والوں پر جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عام بندوں پر عذاب اور خاص بندوں پر عتاب نازل کرتا ہے اور جس وقت تک عتاب باقی رہ رہتا ہے محبت بھی باقی رہتی ہے۔ فرمایا کہ چار طرح کے لوگوں کے سامنے خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے۔ اول اہل و عیال، دوم مریض، سوم صوفیاء، چہارم

بادشاہ۔

جو لوگ حصول طریقت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے فرماتے کہ فقر و تصوف بہت سخت کام ہے کیونکہ اس میں سب سے پہلے بھوک و پیاس اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لوگ صوفی و درویش کو گداگر کہتے ہیں۔ لہذا اگر تم ان تمام چیزوں کے لیے تیار ہو تب تو درویشی کا قصد کرو ورنہ اپنے ارادے سے باز رہو اور ہر ممکن طریقے سے ذکرِ الہی میں مشغول رہو۔ بس یہی عبادت تمہارے لیے بہت کافی ہے۔ فرمایا کہ کسی کے ساتھ برائی کرنے سے خائف رہو کیونکہ کسی سے برائی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مسلط کر دیتا ہے کہ وہ اس سے برائی کرنے کا بدلہ لیتا رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے اگر تم دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے ہو تو حقیقت میں وہی نیکی ہے اور اگر تم دوسرے کے ساتھ برائی کرتے ہو تو وہ برائی حقیقت میں اپنے ہی نفس کے ساتھ کرتے ہو۔ فرمایا کہ خدا کے خزانے میں ایک ایسی شراب ہے جو صبح اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو پلاتا ہے اور وہ ہر قسم کے کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں فرمایا کہ خدا کا محبوب کبھی دنیا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔

آپ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ بوڑھے اور بچے سب ہی آپ کی زیارت کے شوق میں جمع ہو گئے اور جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ان بچوں کو آپ کے

مراتب کا علم کیسے ہو گیا آپ نے جواب دیا کہ یہ سب مجھ سے اس لیے واقف ہیں کہ جب رات کو یہ سب سو جاتے ہیں تو میں کھڑا ہو کر ان کے فلاح و بہبود کی دُعا ئیں کرتا ہوں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجاہدات کی انتہا یہ ہے کہ اپنی تمام تر سعی و مشقت اس کے سپرد کر دیں جو ہر قسم کی سعی و مشقت سے پاک ہے۔ یعنی اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اگر بادشاہ یا وزیر آپ کو اس یقین دہانی کے بعد کہ یہ کسب حلال ہے کچھ دینا چاہے تو کیا آپ قبول کر لیں گے۔ فرمایا میں اس لیے کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں نے اپنی مصلحت کو ترک کر دیا اور ترک مصلحت کرنے والے اپنے جرم کی پاداش میں دنیا میں ہی ذلیل ہو جاتے ہیں اس لیے میں ان کی کسی شے کو قبول کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا، ہر لمحہ علوم شریعت حاصل کرتے رہو کیونکہ اہل طریقت کو کسی حال میں بھی علم سے مضرت نہیں اور جب علم حاصل کر لو تو ریا سے پرہیز کرو اور اپنے علم کو مخلوق سے پوشیدہ نہ رکھو اور اپنے علم پر عمل پیرا ہو کر رضائے حق کے متلاشی رہو کیونکہ بے عمل عالم کی مثال بے روح کے جسم جیسی ہوتی ہے اور علم کا حصول دنیا کا ذریعہ بھی نہ بناؤ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ عمل آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے عزت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا نام اہل جہنم میں درج کر لیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ امور دنیاوی سے آخرت طلب کرنے

_____ کا آخرت میں کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اور حصول علم کے بعد رزق حلال حاصل کرنے سے بہتر اور کوئی شے نہیں کیونکہ رزق حلال طلب نہ کرنے والے کا کوئی عمل اور دُعا قبول نہیں ہوتی اور اگر تم نے ان سب باتوں پر عمل کر لیا تو پھر خدا کے لیے اپنی زندگی وقف کر دو۔

وفات:

انتقال کے وقت آپ نے مریدین سے فرمایا کہ میں بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اس لیے تمہیں چار نصیحتیں کرتا ہوں انہیں سن کر ان پر عمل پیرا رہنا۔ اول یہ کہ میرے بعد میرے جانشین کی اطاعت کرنا۔ دوم صبح کو روزانہ تلاوت قرآن پاک کرتے رہنا۔ سوم یہ کہ مسافر کی اچھی طرح مدارت کرنا، چہارم یہ کہ باہم پیار و محبت سے رہنا۔ آپ نے اپنے تمام ارادت مندوں کے نام درج رجسٹر کر لیے تھے اور آخری وقت یہ وصیت فرمائی کہ اس رجسٹر کو میری قبر میں رکھ دینا چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کر کے رجسٹر قبر میں رکھ دیا گیا۔

انتقال کے بعد خواب میں کسی نے دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے معمولی بخشش تو یہ فرمائی کہ میرے رجسٹر میں درج شدہ تمام مریدین کی مغفرت فرمادی۔ آپ ہمیشہ دُعا کیا کرتے تھے کہ اللہ جو میرے پاس

اپنی کوئی حاجت لے کر آئے اس کی مراد پوری فرمادے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے حالات و مناقب

تعارف:

آپ طریقت و حقیقت کا سرچشمہ فیوض و معرفت کا منبع و مخزن اور آپ کی عظمت و بزرگی مسلمہ تھی، حضرت بایزید بسطامی کا دستور یہ تھا کہ سال میں ایک مرتبہ مزارات شہدا کی زیارت کے لیے جایا کر رہے تھے اور جب خرقان پہنچے تو فضا میں منہ اوپر اٹھا کر اس طرح سانس کھینچتے جیسے کوئی خوشبو سونگھنے کے لیے کھینچتا ہے۔ ایک مرتبہ مریدین نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں ہمیں تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سرزمین خرقان سے ایک مرد حق کی خوشبو آتی ہے جس کی کنیت ابوالحسن اور نام علی ہے۔ اور وہ کاشت کاری کے ذریعہ اپنے اہل و عیال کی رزق حلال سے پرورش کرے گا اور مجھ سے مرتبہ میں تین گناہ ہوگا۔

حالات:

بیس سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ خرقان سے بعد نماز عشاء حضرت بایزید کے

مزار پر پہنچ کر یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ جو مرتبہ تو نے بایزید کو عطا کیا وہی مجھ کو بھی عطا فرما دے۔ اس دُعا کے بعد خرقان واپس آ کر نماز فجر ادا کرتے اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیت کے ساتھ اُلٹے پاؤں واپس ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے پھر بارہ سال اپنے معمول پر قائم رہنے کے بعد حضرت بایزید کی قبر سے یہ آواز سنی کہ اے ابوالحسن اب تیرا بھی دور آ گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو قطعی اُمی ہونے کی وجہ سے علوم شریعیہ سے ناواقف ہوں اس لیے میری ہمت افزائی فرمائیے، ندا آئی کہ مجھے جو کچھ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف تمہاری ہی بدولت حاصل ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ تو مجھ سے اُنتالیس سال قبل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ندا آئی کہ یہ قول تو تمہارا درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس وقت بھی سرزمین خرقان سے گزرتا تھا تو اس سرزمین سے آسمان تک ایک نور ہی نور نظر آتا تھا اور میں اپنی ایک ضرورت کے تحت تیس سال تک دُعا کرتا رہا لیکن قبول نہیں ہوئی اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا کہ تو اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع بنا کر پیش کرے تو تیری دُعا قبول کر لی جائے گی چنانچہ اس حکم پر عمل ہونے سے دُعا قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب آپ خرقان واپس ہوئے تو صرف ۲۴ یوم میں مکمل قرآن ختم کر لیا۔ لیکن بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت بایزید کے مزار سے ندا آئی کہ سورہ فاتحہ شروع کرو اور جب آپ نے شروع کی تو خرقان پہنچنے تک پورا قرآن ختم کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے باغ کی کھدائی کر رہے تھے تو وہاں سے چاندی برآمد ہوئی اور آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی تو وہاں سے سونا برآمد ہوا پھر تیسری جگہ سے مروارید اور چوتھی جگہ سے جواہرات برآمد ہوئے۔ لیکن آپ نے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور فرمایا کہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں۔ جب بھی وہ تجھ سے انحراف نہیں کر سکتا۔ ہل چلاتے وقت جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر نماز ادا کرتے اور جب نماز پڑھ کر کھیت پر پہنچتے تو زمین تیار ملتی۔

ایک دفعہ شیخ المشائخ حضرت ابو العمر ابو عباس نے آپ سے کہا کہ چلو میں اور تم درخت پر چڑھ کر چھلانگ لگائیں۔ آپ نے فرمایا کہ چلیے میں اور آپ فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر اور خدا تعالیٰ کا دست کرم پکڑ کا چھلانگ لگائیں۔ پھر ایک مرتبہ شیخ المشائخ نے پانی میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی پکڑ کر آپ کے سامنے رکھ دی۔ اس کے جواب میں آپ نے تنور میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آگ میں سے زندہ مچھلی پکڑ کر نکالنا پانی میں سے مچھلی نکالنے سے کہیں زیادہ معنی خیز ہے۔ پھر ایک دن شیخ المشائخ نے کہا کہ چلو ہم دونوں تنور میں کود جائیں پھر دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ ہم دونوں اپنی نیستی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے

کون باہر آتا ہے یہ سن کر شیخ المشائخ نے سکوت اختیار کر لیا۔

شیخ المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن کے خوف کی وجہ سے مجھے بیس سال تک نیند نہیں آئی اور جس مقام پر میں پہنچتا ہوں انہیں اپنے سے چار قدم آگے ہی پاتا ہوں اور دس مرتبہ اس کی کوشش کی کہ کسی طرح میں ان سے قبل حضرت بایزید کے مزار پر پہنچ جاؤں لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ خدا نے ان کو وہ طاقت عطا کی ہے کہ تین میل کا راستہ لمحہ بھر میں طے کر کے بسطام پہنچ جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنی چار انگلیاں پکڑ کر ایک انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو اس حدیث کا طالب ہے اس کا قبلہ یہی ہے اور جب یہ مقولہ شیخ المشائخ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے عبرت کے طور پر فرمایا کہ دوسرا قبلہ ظاہر ہو جانے کے بعد ہم قدیم قبلہ بند کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سال حج کا راستہ بند کر دیا گیا اور جو لوگ سفر حج پر روانہ ہو چکے ان میں سے کچھ واپس آ گئے اور کچھ کا انتقال ہو گیا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ شیخ المشائخ اتنے افراد کی موت کا ذمہ دار کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب ہاتھی زمین پر اپنا پہلو گرٹتا ہے تو مچھروں کی ہلاکت لازمی ہے۔

ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی مخدوشی راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دُعا بتا دیجیے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ

سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھ کو یاد کر لینا لیکن لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا سفر شروع کر دیا۔ لیکن راستے میں ان کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ تو ایک شخص جس کے پاس مال و اسباب بہت زیادہ تھا جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو صدق دل سے آپ کا نام لیا جس کے نتیجے میں مال و اسباب سمیت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب لوٹ لیے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ شخص سب کی نظروں کے سامنے آ گیا اور جب اس سے پوچھا گیا تو کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور خدا نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان۔ واپس آئی تو حضرت ابو الحسن نے عرض کیا ہم صدق سے خدا کو یاد کرتے رہے اس کے باوجود بھی ہمارا مال لوٹ لیا گیا لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرتے تھے اور ابو الحسن خلوص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے۔ لہذا تمہیں چاہیے کہ تم ابو الحسن کو یاد کر لیا کرو۔ کیونکہ ابو الحسن تمہارے لیے خدا کو یاد کرتا ہے اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہے۔

کسی مرید نے آپ سے کوہ لبنان پر جا کر قطب العالم سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس اجازت دے دی اور جب وہ کوہ لبنان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے اور تمام لوگ منتظر ہیں اس شخص نے جب ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کس کا انتظار ہے تو انہوں نے کہا کہ یہاں بیچ وقتہ نماز پڑھانے کے لیے قطب العالم تشریف لاتے ہیں ہمیں انہی کا انتظار ہے۔ یہ سن کر اس شخص کو بے حد مسرت ہوئی کہ بہت جلدی قطب العالم سے ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دیر بعد لوگوں نے صف قائم کر لی اور نماز جنازہ شروع ہو گئی لیکن جب اس شخص نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ نماز جنازہ کے امام خود اس کے مرشد حضرت ابوالحسن ہیں یہ دیکھ کر مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور ہوش آنے کے بعد دیکھا تو لوگ جنازے کو دفن کر چکے تھے اور آپ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر اس مرید نے اطمینان قلبی کے لیے لوگوں سے پوچھا کہ امام صاحب کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہی قطب العالم حضرت ابوالحسن خرقانی تھے اور اب نماز کے وقت پھر یہاں تشریف لائیں گے۔ وہ مرید انتظار میں رہا اور جب آپ نماز پڑھا چکے تو اس نے بڑھ کر سلام کر کے دامن تھام لیا لیکن شدت خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ایک جملہ بھی نہیں نکلا۔ پھر آپ نے اس کو اپنے ہمراہ لے جاتے ہوئے فرمایا تو نے یہاں جو کچھ دیکھا اس کو کبھی زبان پر نہ لانا کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ مجھ کو مخلوق کی نگاہوں سے

پوشیدہ رکھتے ہوئے مخلوق کو میرے مراتب سے آگاہ نہ فرمائے سوائے حضرت بایزید بسطامی کے جو مرنے کے بعد بھی حیات ہیں۔

ایک مرتبہ آپ سے عراق جا کر درس حدیث میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی درس حدیث دینے والا موجود نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں تو کوئی مشہور محدث نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو میں ہی موجود ہوں کہ اللہ نے اُمی ہونے کے باوجود اپنے فضل و کرم سے مجھے تمام علوم پر آگاہی عطا فرمائی ہے۔ اور حدیث تو میں نے خود حضور اکرم ﷺ سے پڑی ہے لیکن آپ کے اس قول کا اس شخص کو یقین نہیں آیا۔ چنانچہ رات کو خواب میں اس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ جو ان مرد سچی بات کہتے ہیں اس خواب کے بعد صبح سے اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر حدیث کا درس لینا شروع کر دیا اور آپ درس دیتے ہوئے کبھی یہ بھی فرماتے جاتے کہ یہ حدیث حضور ﷺ کی نہیں ہے۔ اس شخص نے جب پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم حدیث پڑھتے ہو تو حضور اکرم ﷺ کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہوں اور جو صحیح حدیث ہوتی ہے اس کو پڑھتے وقت حضور ﷺ کی پیشانی پر مسرت کی جھلک ہوتی ہے لیکن جو حدیث صحیح نہیں ہوتی اس پر آپ کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی ہے جس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ صحیح کون سی ہے۔

حضرت عبداللہ انصاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک جرم میں گرفتار کر کے پابجولا بلخ کی جانب لے چلے اور میں راستہ بھر یہ سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے کیا گناہ سرزد ہو گیا جس کی پاداش میں زنجیر سے جکڑا گیا ہے اور جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ عوام چھتوں پر چڑھے ہوئے مجھے پتھروں سے مارنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اس وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں دن حضرت ابوالحسن کا مصلے بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا یہ اسی کی سزا ہے۔ چنانچہ میں نے اسی وقت توبہ کی کہ جس کے نتیجے میں لوگ ہاتھوں میں پتھر لیے کھڑے ہو گئے اور کسی میں بھی مجھے مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور زنجیریں خود بخود ڈھوٹ کر گریں اور حاکم نے میری رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت شیخ ابوسعید اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے یہاں مہمان ہوئے تو اس وقت گھر میں چند ٹکیوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا لیکن آپ نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان ٹکیوں پر ایک چادر ڈھانپ دو اور بقدر ضرورت مہمانوں کے سامنے نکال نکال کر رکھتی جاؤ۔ چنانچہ اس عمل سے تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت دسترخوان پر بہت سے مہمان تھے اور خادم چادر کے نیچے سے روٹیاں لالا کر رکھتا جاتا تھا اور آپ کی کرامت سے چادر میں ایسی برکت ہو گئی تھی کہ مسلسل روٹیاں نکلتی جا رہی تھیں حالانکہ اس میں صرف چند ٹکیاں تھیں۔ لیکن جب خادم نے آزمانے کے لیے چادر اٹھا کے

دیکھا تو اس میں ایک روٹی بھی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت بُرا کیا اگر چادر نہ اٹھاتا تو قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر جب حضرت ابوسعید نے سماع کی فرمائش کی تو اس کے باوجود کہ آپ نے کبھی سماع نہیں سنا تھا از روئے مہمان نوازی اجازت دے دی اور جب قوال چٹکیاں بجا کر اشعار پڑھ رہے تھے تو حضرت ابوسعید نے کہا کہ اب کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے اور تین مرتبہ اپنی آستین جھٹک کر اتنی زور سے زمین پر پاؤ مارے کہ خانقاہ کی دیوار تک ہل گئیں اور حضرت ابوسعید نے گھبرا کر عرض کیا کہ بس کچھ بچے کیونکہ مکان گر جانے کا خطرہ ہو گیا ہے اور زمین و آسمان آپ کے ساتھ وجد کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ سماع صرف اسی کے لیے جائز ہے جس کو آسمان سے عرش تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک کشادگی نظر آتی ہو اور اس سے تمام حجابات ختم کر دیئے گئے ہوں۔ پھر فرمایا لوگوں سے مخاطب ہو کر کہ اگر تم سے کوئی جماعت یہ سوال کرے کہ تم لوگ اس طرح رقص کیوں کرتے ہو تو جواب دینا کہ گزشتہ بزرگوں کی اتباع میں جن کے ابوالحسن جیسے مراتب تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابوالحسن نے اپنے قبض و بسط کے احوال کو باہمی تبدیل کرنے کا قصد کیا تو دونوں بزرگ ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے جس کے بعد اچانک دونوں کی حالت تبدیل ہو گئی اور حضرت ابوسعید گھر جا کر رات بھر زانوں پر سر رکھے

ہوئے روتے رہے اور حضرت ابوالحسن رات بھر عالم وجد میں نعرے لگاتے رہے۔ صبح کو حضرت ابوسعید نے آکر عرض کیا کہ میرا خرقہ مجھے واپس کر دیجئے کیونکہ مجھ میں غم و الم برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ۔ اس کے بعد دونوں پھر بغلیگر ہو گئے اور دونوں اپنی پہلی سی حالت پر آگئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوسعید میدان حشر میں تم مجھ سے پہلے مت آنا کیونکہ تمہارے اندر شور قیامت برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے اور جب وہاں پہنچ کر میں اس شور کو بند کر دوں اس وقت تم پہنچ جانا۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابوالحسن شور قیامت کو کس طرح بند کر سکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کو یہ قوت عطا کر دی تھی کہ وہ اس پہاڑ کو جو چار میل کے فاصلہ پر تھا حضرت موسیٰ کے اوپر اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا تو پھر یہ کس طرح غیر ممکن ہے کہ ایک مومن کو وہ اتنی طاقت عطا فرما دے کہ وہ شور قیامت کو ختم کر دے۔ پھر جب حضرت ابوسعید نے رخصت ہوتے وقت احتراماً آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دیا جس کا یہ مطلب تھا کہ میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہوں اور آستان بوسی کو اپنے لیے فخر تصور کرتا ہوں۔ پھر حضرت ابوسعید نے لوگوں سے کہا کہ آپ کی چوکھٹ کے پتھر کو اٹھا کر احترام کے طور پر محراب میں نصب کر دیں لیکن پتھر نصب کرنے کے بعد جب صبح کو دیکھا گیا تو وہ پتھر پھر اپنی جگہ پہنچ چکا تھا مسلسل تین یوم تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ رات کو پتھر محراب میں نصب کر دیا جاتا

اور صبح کو پھر آپ کی چوکھٹ پر نصب ہو جاتا لہذا آپ نے حکم دیا کہ اب اس کو یہیں رہنے دو اور ابوسعید کے احترام کی نیت سے آپ نے خانقاہ کے اس دروازے کو بند کر کے آمد و رفت کے لیے دوسرا دروازہ کھول دیا۔

ایک دن آپ نے حضرت ابوسعید سے فرمایا کہا آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا کیونکہ عرصہ دراز سے میں یہ دُعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسا فرزند عطا فرمادے جو میرا ہم راز بن سکے اور اب میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسا شخص عطا کر دیا۔

حضرت ابوسعید نے کبھی آپ کے سامنے لب کشائی نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ شیخ کے بالموجبہ بات نہ کرنا ہی داخل ثواب ہے کیونکہ سمندر کے مقابلے میں دنیا کو اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر بتایا کہ خرقان آنے کے وقت میں ایک پتھر کی طرح تھا لیکن آپ کی توجہ نے مجھے گوہر آباد بنا دیا۔

حضرت ابوسعید ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے جس میں حضرت ابوالحسن کے صاحبزادے بھی موجود تھے۔ اس وقت ابوسعید نے فرمایا کہ خودی سے نجات پا جانے والے ایسے ہوتے ہیں جیسے بچہ شکم مادر سے پاک صاف نکلتا ہے اور وہ لوگ ایسے ہو گئے جس طرح عالم ارواح سے عالم خاکی میں گناہوں سے پاک آتے ہیں۔ پھر آپ نے

صاحبزادے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان میں ان صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی شامل ہیں۔

ابوالقاسم قشیری کا یہ مقولہ تھا کہ خرقان آنے کے وقت مجھ پر حضرت ابوالحسن کا خوف اس درجہ طاری تھا کہ بات کرنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ شاید مجھے ولایت کے مقام سے معزول کر دیا گیا ہے جب شیخ بوعلی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہو کر بغرض ملاقات خرقان میں آپ کے گھر پہنچے اور آپ کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں تو بیوی نے جواب دیا کہ تم ایک زندیق و کاذب کو شیخ کہتے ہو، مجھے نہیں معلوم کہ شیخ کہاں ہیں۔ البتہ میرے شوہر جنگل سے لکڑیاں لانے گئے ہیں۔ یہ سن کر شیخ بوعلی سینا کو خیال ہوا جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی گستاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہے گو میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت ادنیٰ درجہ کے انسان ہیں پھر جب آپ کی جستجو میں جنگل میں جانب روانہ ہوئے تو دیکھا کہ آپ شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر بوعلی سینا کو بہت حیرت ہوئی اور قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کی بیوی آپ کے متعلق بہت بُری باتیں کہتی ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی بکری کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔ پھر آپ بو

علی سینا کو اپنے گھر لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے اجازت دے دو کیونکہ میں دیوار تعمیر کرنے کے لیے مٹی بھگو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ دیوار پر جا بیٹھے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور جب بوعلی سینا اُٹھا کر دینے کے لیے آگے بڑھے تو وہ خود بخود زمین سے اُٹھ کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر بوعلی سینا آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔

ایک مرتبہ وزیر بغداد کے پیٹ میں اچانک ایسا شدید درد اُٹھا کہ اطباء نے بھی جواب دے دیا۔ اس وقت لوگوں نے آپ کا جوتا لے جا کر وزیر کے پیٹ پر پھیر دیا اور وہ فوراً ہی صحت یاب ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اپنا خرچہ مجھے پہنا دیجئے تاکہ میں بھی آپ ہی جیسا بن جاؤں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی عورت مردانہ لباس پہن کر مرد بن سکتی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب یہ ممکن نہیں ہے تو پھر تم میرا خرچہ پہن کر مجھ جیسے کس طرح بن سکتے ہو۔ اس جواب سے وہ بہت نادام ہوا۔

کسی نے آپ سے دعوت الی اللہ دینے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا جب تم مخلوق کو دعوت دینے کا قصد کرو، تو خود کو دعوت نہ دینا۔ اس شخص نے کہا کہ کیا کوئی خود کو بھی دعوت دیتا ہے؟ فرمایا کو یقیناً اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی دوسرا شخص دعوت

دے تو اس کو ناپسند کرو، اس طرح تم خود کو دعوت دینے والے بن جاؤ گے لیکن دعوت الی اللہ دینے والے نہیں بن سکتے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے وہ وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ بٹھا دوں گا اور تیرا لباس پہن کر خود غلام کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ جس وقت سلطان محمود حضرت ابوالحسن سے ملاقات کی نیت سے خرقان پہنچا تو قاصد سے یہ کہا کہ حضرت ابوالحسن سے یہ کہہ دینا کہ میں صرف آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ لہذا آپ نے فرمایا کہ میرے خیمہ تک تشریف لے آئیں اور اگر وہ آنے سے انکار کریں تو یہ

آیت تلاوت کر دینا۔ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولٰٓئِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنی قوم کے حاکم کی بھی اطاعت کرتے رہو۔ چنانچہ قاصد نے آپ کو جب پیغام پہنچایا تو آپ نے معذرت طلب کی جس پر قاصد نے مذکورہ بالا آیت تلاوت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ محمود سے کہہ دینا کہ میں اَطِيعُوا اللَّهَ میں ایسا غرق ہوں کہ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں۔ ایسی حالت میں وَاُولٰٓئِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ قول جس وقت قاصد نے محمود غزنوی کو سنایا تو اس نے کہا کہ میں تو انہیں معمولی قسم کا صوفی تصور کرتا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ تو بہت ہی کامل بزرگ ہیں۔ لہذا ہم خود ہی ان کے زیارت کے لیے حاضر ہوں گے اور اس وقت محمود نے

ایاز کا لباس پہنا اور دس کنیروں کو مردانہ لباس پہنا کر ایاز کو اپنا لباس پہنایا اور خود بطور غلام کے ان دس کنیروں میں شامل ہو کر ملاقات کرنے پہنچ گیا۔ گو آپ نے اس کے سلام کا جواب تو دے دیا لیکن تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے اور محمود جو غلام کے لباس میں ملبوس تھا۔ اس کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن ایاز جو شاہانہ لباس میں تھا اس کی جانب قطعی توجہ نہیں دی اور جب محمود نے پوچھا کہ آپ نے بادشاہ کی تعظیم کیوں نہیں کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ ایک فریب ہے اس پر محمود نے جواب دیا کہ یہ دام فریب تو ایسا نہیں ہے جس میں آپ جیسے شاہباز بھنس سکیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ پہلے ان نامحرموں کو باہر نکال دو پھر مجھ سے گفتگو کرنا۔ چنانچہ محمود کے اشارے پر تمام کنیریں باہر واپس چلی گئیں اور محمود نے آپ سے فرمائش کی کہ حضرت بایزید بسطامی کا کوئی واقعہ بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت بایزید کا قول یہ تھا کہ جس نے میری زیارت کر لی اس کو بدبختی سے نجات حاصل ہوگئی۔ اس پر محمود نے پوچھا کہ کیا ان کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ بلند تھا۔ اس لیے حضور ﷺ کو ابو جہل و ابولہب جیسے منکرین نے دیکھا پھر بھی ان کی بدبختی دور نہ ہو سکی۔ آپ نے فرمایا کہ اے محمود ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ولایت میں تصرف نہ کرو کیونکہ حضور ﷺ کو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کے کسی نے نہیں دیکھا جس کی دلیل یہ آیت مبارک ہے:

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

یعنی اے نبی ﷺ آپ ان کو دیکھتے ہیں جو آپ کی جانب نظر کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ سُن کر محمود بہت محظوظ ہوا۔ پھر آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ نواہی سے اجتناب کرتے رہو۔ باجماعت نماز ادا کرتے رہو۔ سخاوت و شفقت کو اپنا شعار بنالو۔ اور جب محمود نے دُعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں خدا سے ہمیشہ یہ دُعا کرتا ہوں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرمادے۔ پھر جب محمود نے عرض کیا کہ میرے لیے مخصوص دُعا فرمائیے۔ تو آپ نے کہا کہ اے محمود تیری عاقبت محمود ہو۔ اور جب محمود نے اشرافیوں کا ایک توڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جو کی خشک ٹکئی اس کے سامنے رکھ کر حکم دیا کہ اس کو کھاؤ۔ چنانچہ محمود نے جب توڑ کر منہ میں رکھا اور دیر تک چبانے کے باوجود بھی جب حلق سے نہ اُترا تو آپ نے فرمایا کہ شاید نوالہ تمہارے حلق میں اٹکتا ہے اس نے کہا ہاں، تو فرمایا کہ تمہاری یہ خواہش ہے کہ اشرافیوں کا یہ توڑا اسی طرح میرے حلق میں بھی اٹک جائے لہذا اس کو واپس لے لو کیونکہ میں دنیاوی دولت کو طلاق دے چکا ہوں اور محمود کے بے حد اصرار کے باوجود بھی آپ نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔ پھر محمود نے خواہش کی کہ مجھ کو بطور تبرک کے کوئی چیز عنایت فرمادیں اس پر آپ نے اس کو اپنا ایک پیرا ہن دے دیا۔ پھر محمود نے رخصت ہوتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ تو

بہت خوب صورت ہے۔ ہے۔ فرمایا کہ خدا نے تمہیں اتنی وسیع سلطنت بخش دی ہے پھر بھی تمہارے اندر طمع باقی ہے اور اس جھونپڑی کا بھی خواہش مند ہے یہ سن کر اس کو بے حد ندامت ہوئی اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو آپ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس نے پوچھا کہ میری آمد کے وقت تو آپ نے تعظیم نہیں کی۔ پھر اب کیوں کھڑے ہو گئے۔ فرمایا کہ اس وقت تمہارے اندر شاہی تکبر موجود تھا اور میرا امتحان لینے آئے تھے لیکن اب عجز و درویشی کی حالت میں واپس جا رہے ہو اور خورشید فقر تمہاری پیشانی پر رخشندہ ہے۔ اس کے بعد محمود رخصت ہو گیا۔

سومنات پر حملہ کرتے وقت جب محمود غزنوی کو غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور آپ کا عطا کردہ پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دُعا کی کہ اے خدا اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطا فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہو گا وہ سب فقرا کو تقسیم کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دُعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بنا پر خود ہی آپس میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہو گئی اور رات کو محمود نے خواب میں حضرت ابوالحسن کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو نے اس قدر معمولی شے کے لیے میرے خرچہ کے صدقہ میں دُعا کی اگر تو اس وقت یہ دُعا مانگتا کہ تمام عالم کے

کفار اسلام قبول کر لیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے تو یقیناً تیری دُعا قبول ہوتی۔

ایک رات آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس وقت فلاں جنگل میں ایک قافلہ لوٹ کر قزاقوں نے بہت سے افراد کو مجروح کر دیا ہے۔ لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ اسی شب کسی نے آپ کے صاحبزادے کا سر کاٹ کر گھر کی چوکھٹ پر رکھ دیا تھا اور آپ کو قطعی اس کا علم نہ ہوا اور جب یہ دونوں واقعات آپ کی بیوی کے علم میں آئے تو اس نے آپ کی ولایت سے انکار کر دیا اور کہا کہ ایسے شخص کا ذکر ہرگز نہ کرنا چاہیے جس کو دور کی اطلاع تو ہو جائے لیکن گھر کے دروازے کا علم نہ ہو سکے، لیکن آپ نے یہ جواب دیا کہ جس وقت قافلہ لوٹا گیا اس وقت تمام حجابات میرے سامنے اُٹھا دیئے گئے تھے اور جس وقت لڑکے کو قتل کیا گیا اس وقت حجابات باقی تھے جس کی وجہ سے مجھے اس کے قتل کا علم نہ ہو سکا اور جب آپ کی بیوی نے لڑکے کا سر دروازے پر دیکھا تو شفقتِ مادری کی وجہ سے بے چین ہو کر روتے پٹیتے ہوئے اپن بال کاٹ کر لڑکے کے سر پر ڈال دیئے اور انسانی تقاضے کے طور پر حضرت ابوالحسن کو بھی اپنے صاحبزادے کے قتل کا رنج ہوا اور آپ نے بھی اپنی داڑھی کے بال صاحبزادے کے سر پر ڈالتے ہوئے بیوی سے فرمایا کہ یہ بیچ ہم تم دونوں نے مل کر بویا تھا اور تم نے اپنے بال کاٹ کر اور میں نے اپنی داڑھی کے بال اس کے سر پر ڈال دیئے اس طرح ہم دونوں برابر ہو گئے۔

ایک مرتبہ مریدین سمیت آپ کو سات یوم تک کھانا میسر نہ آیا تو ساتویں دن ایک آدمی آٹے کی بوری اور ایک بکری لے آیا اور آپ کے دروازے پر آواز دی کہ میں یہ چیزیں صوفیاء کے لیے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ مجھ میں تو صوفی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لہذا تم میں سے جو صوفی ہو وہ جا کر لے لے، لیکن کسی نے اپنے صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور سب لوگ فاقہ سے بیٹھے رہے۔

آپ کے ایک بھائی بھی تھے لہذا اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول ہوتے تو دوسرے بھائی پوری رات ماں کی خدمت گزاری کرتے رہے ایک دن جب دوسرے بھائی کا نمبر ماں کی خدمت کرنے کا تھا تو اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ آج میرے بجائے والدہ کی خدمت میں رہ جائیں تو میں رات بھر عبادت کر لوں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور خود ماں کی خدمت میں رہے لیکن اسی شب عبادت کی ابتداء کرتے ہی آپ کے بھائی نے یہ غیبی ندا سنی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل میں بخش دیا۔ یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور خدا سے عرض کیا کہ یا اللہ میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کی میری مغفرت کے بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا۔ ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لیے

باعثِ خوشنودی ہے۔

چالیس سال تک کبھی آپ نے ایک لمحہ کے لیے بھی آرام نہیں کیا اور عشا کے وضو سے فجر نماز ادا کرتے رہے۔ چالیس سال کے بعد ایک دن مریدین نے فرمایا کہ مجھے تکیہ دے دو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مریدین کو اس سے بہت حیرت ہوئی اور پوچھا کہ آج آپ آرام کے خواہاں کیوں ہوئے؟ فرمایا کہ آج میں نے خدا بے نیازی اور استغنا کا مشاہدہ کر لیا ہے حتیٰ کہ تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا میرے قلب میں کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔

ایک کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آکر اُتر اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید و شبلی ہوں۔ آپ نے بھی کھڑے ہو کر زمین پر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت اور مصطفائے وقت ہوں۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس قول کا مفہوم بھی وہی ہے جو ہم منصور کے قولِ انا الحق میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ مقام محویت میں تھے اور اگر محویت میں اولیاء کرام سے خلاف شرع بھی کوئی قول و فعل سرزد ہو تو ان کو برا بھلا نہ کہنا چاہیے۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن تو نکیرین سے کیوں نہیں ڈرتا۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح جو انمر داوٹ کی گھنٹی سے خائف نہیں ہوتا اسی طرح میں بھی

مردوں سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ پھر ندا آئی کہ تو قیامت سے اور اس کی اذیت سے خوفزدہ کیوں نہیں ہوتا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب تو مجھے زمین سے اٹھا کر میدانِ حشر میں کھڑا کرے گا تو میں ابوالحسنی لباس اُتار کر بحرِ وحدانیت میں غوطہ لگاؤں گا تا کہ وحدانیت کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور جب ابوالحسن ہی نہیں ہوگا تو ملائکہ کس پر غذاب کریں گے۔

ایک مرتبہ رات کو نماز میں آپ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن تیری کیا یہ خواہش ہے کہ تیرے متعلق جو کچھ ہم کو علم ہے اس کو مخلوق پر ظاہر کر دیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اے خدا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ میں تیرے کرم سے مشاہدہ کرتا ہوں اور جس کا مجھے تیری رحمت سے علم ہے اس کو مخلوق پر کھول دوں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ انقباضِ روح کے لیے فرشتہ اجل کو میرے پاس نہ بھیجنا کیونکہ یہ روح نہ تو مجھے فرشتہ اجل نے عطا کی ہے اور نہ میں اس کو سپرد کرنے کو تیار ہوں بلکہ یہ روح تیری امانت ہے اور تجھ کو ہی واپس کرنا چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے یہ آواز سنی کہ ایمان کیا شے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایمان وہی ہے جو تو نے مجھے بخشا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ ندا آتی ہے کہ تو ہمارا ہے اور ہم تیرے ہیں لیکن میں جواب دیتا ہوں کہ تو قادرِ مطلق ہے اور میں بندہ عاجز۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں عرش کے قریب پہنچا تو ملائکہ نے صف در صف میرا استقبال کرتے ہوئے

کہا کہ ہم کرو بیاں ہیں۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ہم روحانیاں ہیں۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ ہم الہیان ہیں۔ یہ سن کر ملائکہ بہت نادم ہوئے اور مشائخین کو میرے اس جواب سے مسرت حاصل ہوئی۔

ارشادات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے مدارج اور معرفت الہی کی انتہا مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکی یعنی ان چیزوں کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے قدم عطا کئے جن سے میں عرش سے تحت الثریٰ تک پہنچ گیا اور وہاں سے پھر عرش پر لوٹ آیا لیکن مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میں کہاں اور کدھر گیا۔ پھر غیبی ندا آئی کہ جس کے قدم اور سیر ایسے ہوں ظاہر ہے کہ وہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے میں نے دل میں کہا کہ عجیب دراز اور عجیب کوتاہ سفر ہے کہ میں گیا بھی اور سفر بھی کیا لیکن پھر اپنی جگہ موجود ہوں۔ فرمایا کہ میں نے صرف چار ہزار باتیں خدا سے سنی تھیں اور اگر کہیں دس ہزار قول سن لیتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا اور کیا چیزیں ظہور میں آتیں۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے اتنی طاقت عطا کر دی تھی کہ جس وقت میں نے قصد کیا کہ ٹاٹ دیبائے رومی میں تبدیل ہو جائے تو فوراً ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ وہ طاقت آج بھی میرے اندر موجود ہے۔ فرمایا کہ گو میں ان پڑھ ہوں لیکن خدا نے اپنے کرم سے مجھ کو تمام علوم سے بہرہ ور کیا ہے اور میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی

حقیقت میں مجھے گم کر دیا ہے۔ یعنی ظاہری جسم صرف خیالی ہے کیونکہ میرا ذاتی وجود ختم ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے وہ درد عطا کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی نکل پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آجائے۔ فرمایا کہ مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتہ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے گا تو میں اپنی قبر میں سے اپنا ہاتھ نکال کر ان کے لب و دندان پر لطف الہی کا چھینٹا دوں گا تا کہ وہ شدت تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہو سکیں۔ فرمایا کہ اے اللہ مجھے وہ شے عطا کر دے جو حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک کسی کو عطا نہ کی گئی ہو کیونکہ میں چھوٹی چیز بننا پسند نہیں کرتا پھر مریدین سے فرمایا کہ مشائخ طریقت کے ساتھ جو بھلائیاں آج تک کی گئی ہیں وہ سب تنہا تمہارے مرشد کے ساتھ کی گئیں۔ فرمایا کہ میں عشاء کے بعد اس وقت تک آرام نہیں کرتا جب تک دن بھر کا حساب خدا کو نہیں دے لیتا۔ فرمایا کہ اگر قیامت میں اللہ میرے طفیل سے پوری مخلوق کی مغفرت فرما دے جب بھی میں اپنی علو ہمتی کی بنا پر جو مجھے بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے۔ منہ موڑ کر نہ دیکھوں گا۔ فرمایا کہ اے لوگو تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے جس کو آبادی و ویرانہ کچھ بھی اچھا نہ لگتا ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دم سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانے سب منور ہو جائیں گے اور خدا اس کے صدقہ میں تمام مخلوق کی مغفرت فرما دے گا حالانکہ وہ شخص دنیا میں

کبھی دُعا نہیں کرتا اور قیامت میں بھی کسی کی سفارش نہیں کرے گا۔ فرمایا کہ گوشہ تنہائی میں کبھی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کر دیتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور اگر چاہوں تو دم زدن میں تخت الثریٰ کی سیاحت کر آؤں۔ فرمایا کہ میرا ہر فعل ایک کرامت ہے حتیٰ کہ جب میں ہاتھ پھیلاتا ہوں تو ہوا میرے ہاتھ میں سونے کا ذرہ محسوس ہوتی ہے جب کہ میں نے کبھی اظہار کرامت کے لیے ہوا میں ہاتھ نہیں پھیلا یا کیونکہ جو اظہار کرامت کے لیے ظہور کرامت کی خواہش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کرامت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں سکون نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ کرامت کا یہ مفہوم ہے کہ اگر درویش پتھر سے کوئی سوال کرے تو پتھر اس کو جواب دے۔ پھر فرمایا کہ لوگ تو اپنی منزل مقصود کے حصول کے لیے دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے ہیں لیکن خدا نے مجھے اپنے کرم ہی سے منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ فرمایا کہ جب میں شکم مادر میں چار ماہ کا تھا اس وقت سے آج تک کی تمام باتیں یاد ہیں اور جب مر جاؤں گا تو قیامت تک کا حال لوگوں سے بیان کرتا رہوں گا۔ فرمایا کہ میں جن و انس، ملائکہ اور چرند پرند سب سے زیادہ واضح نشانیاں بتا سکتا ہوں کیونکہ خدا نے تمام چیزیں میرے سامنے کر دی ہیں اور اگر اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک کسی کی انگلی میں پھانس چبھ جائے تب مجھے اس کا حال معلوم رہتا ہے اور اگر میں ان رازوں کو جو میرے اور خدا کے

ماہین ہیں مخلوق پر ظاہر کردوں تو کسی کو یقین نہیں آسکتا اور جو انعامات خدا کے میرے اُوپر ہیں اگر ان کا انکشاف کردوں تو رُوئی کی طرح پوری مخلوق کے قلوب جل اٹھیں اور میں ندامت محسوس کرتا ہوں کہ ہوش و حواس میں رہ کر خدا کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ اور لب کشائی کروں اور حضور اکرم ﷺ جس قافلہ کے میرے کارواں ہوں میں خود کو اس قافلہ سے جدا کر لوں۔ فرمایا کہ خالق نے مخلوق کے لیے ایک ابتداء اور انتہا مقرر کی ہے۔ ابتدا تو یہ ہے کہ مخلوق دنیا میں جو اعمال کرتی ہے اور اس کی انتہا صلہ آخرت ہے اور خدا نے میرے لیے ایک ایسا وقت عطا کیا ہے کہ دین و دنیا دونوں ہی اس وقت کے متمنی ہیں۔ فرمایا کہ میں فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی عبادت کرتا ہوں اور اسی سے خوفزدہ رہتا ہوں۔ فرمایا کہ میں خاص بندوں سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص باتیں اس لیے بیان نہیں کرتا کہ وہ اس کے رموز سے واقف نہیں اور اپنی ذات سے اس لیے بیان نہیں کرتا کہ تکبر پیدا ہونے کا خطرہ ہے اور خدا نے میری زبان کو وہ طاقت بھی عطا نہیں کی جس کے ذریعہ میں اس کے بھیدوں کو ظاہر کر سکوں۔ فرمایا کہ میں تو شکم مادر ہی میں جل کر راکھ ہو چکا تھا اور پیدائش کے وقت جلا اور پگھلا ہوا پیدا ہوا اور جوانی سے قبل ہی بوڑھا ہو گیا۔ فرمایا کہ پوری مخلوق ایک کشتی ہے اور میں اس کا ملاح ہوں اور میں ہمیشہ اسی میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے وہ فکر عطا کی ہے جس کے ذریعہ میں پوری مخلوق کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں شب و روز

اس کے شغل میں زندگی گزارتا رہا جس کی وجہ سے میری فکر بینائی میں تبدیل ہو گئی۔ پھر شمع بنی، پھر انبساط پھر ہیبت، پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میری فکر حکمت بن گئی اور جب میری توجہ شفقت مخلوق کی طرف مبذول ہوئی تو میں نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی مخلوق کے حق میں شفیق نہیں پایا۔ اس وقت میری زبان سے نکلا کہ کاش تمام مخلوق کے بجائے صرف مجھے موت آجاتی اور تمام مخلوق کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے دیا جاتا۔ فرمایا کہ خدا اپنے محبوب بندوں کو اس مقام میں رکھتا ہے جہاں مخلوق کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ اگر میں عوام کے سامنے خدا کے کرم کا ادنیٰ سا بھی اظہار کر دوں تو سب لوگ مجھے پاگل کہنے لگیں اور جو کچھ میں نے کھایا یا دیکھا سنا اور جو کچھ خدا نے تخلیق کیا مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے کہ میں تجھ کو اپنے نیک بندوں سے ملوؤں گا اور بد بختوں کی صورت بھی تجھے نظر نہیں پڑے گی۔ چنانچہ میں دنیا میں آج جن لوگوں سے ملاقات کر رہا ہوں قیامت میں بھی اسی طرح مسرت کے ساتھ ان سے ملاقات کروں گا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خدا سے دعا کی اب مجھے دنیا سے اٹھالیا جائے تو آواز آئی کہ اے ابوالحسن میں تجھے اسی طرح قائم رکھوں گا تا کہ میرے محبوب بندے تیری زیارت کر سکیں اور جو اس سے محروم رہیں تیرا نام سن کے غائبانہ تعلق قائم کر سکیں اور میں نے تجھے اپنی پاکی سے تخلیق کیا ہے اس لیے تجھ

سے ناپاک بندے ملاقات نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ ہر عبادت کا ثواب معین ہے لیکن اولیاء کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ظاہر بلکہ خدا جتنا اجر دینا چاہے گا دے دے گا۔ اس سے اندزہ کیا جاسکتا ہے جس عبادت کا اجر خدا کی دین پر موقوف ہو اس کے برابر کون سی عبادت ہو سکتی ہے۔ لہذا بندوں کو چاہیے کہ خدا کے محبوب بن کر ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔ فرمایا کہ پچاس سال سے اس طرح خدا سے ہم کلام ہوں کہ میرے قلب و زبان کو بھی اس کا علم نہیں اور تہتر سال تک میں نے اس انداز سے زندگی گزار دی کہ کبھی ایک سجدہ بھی شریعت کے خلاف نہیں کیا اور لمحہ کے لیے بھی نفس کی موافقت نہیں کی اور دنیا میں اس طرح رہا کہ میرا ایک قدم عرش سے تحت الثریٰ تک اور ایک قدم تحت الثریٰ سے عرش تک رہا۔ فرمایا کہ مجھے خدا نے فرمایا کہ اگر تو غم و الم لے کر میرے سامنے آئے گا۔ میں تجھے خوش کر دوں گا اگر فقر و نیاز کے ساتھ حاضر ہوگا تجھے مالدار بنا دوں گا اور اگر خودی سے کنارہ کش ہو کر پہنچے گا تو تیرے نفس کو تیرا فرمانبردار کر دوں گا فرمایا کہ ایک مرتبہ خدا نے تمام عالم کے خزانے میرے سامنے پیش کر دیئے لیکن میں نے کہا کہ میں ان پر گرویدہ نہیں ہو سکتا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ اے ابوالحسن دین و دنیا میں تیرا کوئی حصہ نہیں بلکہ ان دونوں کے بدلے میں تیرے لیے ہوں۔ فرمایا کہ ترک دنیا کے بعد نہ تو میں نے کبھی کسی کی طرف دیکھا اور نہ خدا سے کلام کرنے کے بعد کسی سے کلام کیا۔ فرمایا کہ خدا نے جو مرتبہ مجھے عطا فرمایا مخلوق اس

سے نابلد ہے۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم حضرت خضر سے ملنا چاہتے ہو، اس نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا تم نے تو ساٹھ سالہ زندگی کو رائیگاں کر دیا۔ لہذا اب تمہیں اس قدر کثرت سے عبادت کی ضرورت ہے جو تمہاری بربادی کا ازالہ کر سکے۔ کیونکہ حضرت خضر اور تم کو خدا نے تخلیق فرمایا ہے اور تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے ملاقات کے خواہش مند ہو جب کہ مخلوق کا یہ فرض ہے کہ سب کو چھوڑ کر صرف خالق کی جانب رجوع کرے۔ میری حالت تو یہ ہے کہ جب سے مجھے خدا کی معیت حاصل ہوئی ہے مجھے کبھی مخلوق کی صحبت کی تمنا نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ مخلوق میری تعریف سے اس لیے قاصر ہے کہ وہ جو کچھ بھی میری تعریف میں کہے گی میں اس کے برعکس ہوں۔ فرمایا کہ جب میں نے اپنی ہستی پر نظر ڈالی تب مجھے اپنی نیستی کا پتہ چلا اور جب نیستی پر نگاہ ڈالی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کے مشاہدے سے نوازا دیا اور جب مجھے اس واقعہ سے حیرت ہوئی تو ندائے غیبی آئی کہ اپنی ہستی کا اقرار کر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تیرے سوا تیری ہستی کا کون اقرار کر سکتا ہے جیسا کہ تو نے قرآن میں فرمایا ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ

اور جب خدا تعالیٰ نے یہ راستہ کشادہ کر دیا تو میں سال بہ سال اس کی راہ کی روشنی میں کفر سے ثبوت تک پہنچ گیا۔ فرمایا کہ خدا نے مجھ کو وہ جرأت و ہمت عطا کی ہے کہ میں ایک قدم

میں ایسے مقام تک پہنچ سکتا ہوں جہاں ملائکہ کی رسائی بھی ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ جب خودی سے میرا قلب متفر ہو گیا تو میں نے اپنے آپ کو پانی میں گرا دیا۔ لیکن ڈوب نہ سکا۔ پھر آگ میں جھونکا مگر خاکستر نہ ہو سکا پھر فنا ہونے کی نیت سے مکمل چار ماہ دس یوم کچھ نہ کھایا لیکن پھر بھی موت سے ہم کنار نہ ہو سکا اور جب میں نے عجز کو اپنالیا تو اللہ نے مجھے کشادگی عطا فرما کر ان مراتب تک پہنچا دیا جن کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ فرمایا میں نے راستہ میں ٹھہر کر ارض و سما کی تمام مخلوقات کے اعمال کا مشاہدہ کیا۔ لیکن ان کے اعمال میری نظر میں بے وقعت ثابت ہوئے کیونکہ مجھے ان کی ملکیت سے مکمل طور پر باخبر کر دیا گیا تھا۔

اس وقت مجھے غیب سے یہ آواز سنائی دی کہ اے ابوالحسن جس طرح تمام مخلوقات کے اعمال تیری نگاہ میں پہنچ ہیں۔ اسی طرح ہمارے سامنے تیری بھی کوئی وقعت نہیں۔ آپ اس طرح مناجات کیا کرتے کہ اے اللہ مجھے زہد و عبادت اور علم تصوف پر قطعاً اعتماد نہیں اور نہ میں خود کو عالم وزہد اور صوفی تصور کرتا ہوں اے اللہ تو یکتا ہے اور میں تیری یکتائی میں ایک ناچیز مخلوق ہوں۔ فرمایا کہ جو لوگ خدا کے سامنے ارض و سما اور پہاڑوں کی مانند ساکت و جامد ہو کر کھڑے نہیں ہوتے انہیں جو انمرد نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ مردودہ ہیں جو خود کو فنا کر کے اس کی ہستی کو یاد کرتے رہیں۔ پھر فرمایا کہ نیک بندہ وہی ہے جو خود کو نیک کہہ کر ظاہر نہ کرے کیونکہ نیکی صرف خدا کی صفت ہے۔ فرمایا کہ اہل کرامت بننے کے لیے ضروری ہے کہ ایک یوم

کھانا کھا کر تین یوم تک بھوکا رہا جائے۔

پھر ایک مرتبہ کھانے کے بعد چار ماہ تک کچھ نہ کھایا جائے پھر ایک مرتبہ کھانے کے بعد ایک سال تک فاقہ کش رہنا چاہیے اور جب ایک سال تک فاقہ کشی کی قوت تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی تو غیب سے ایک ایسی شے کا ظہور ہوگا کہ اس کے منہ میں سانپ جیسی کوئی چیز ہوگی اور وہ تمہارے منہ میں دے دی جائے گی۔ جس کے بعد کبھی کھانے کی خواہش رونما نہ ہوگی اور مجاہدات و فاقہ کشی کرتے کرتے جب میری آنتیں قطعی خشک ہو گئیں۔ اس وقت وہ سانپ ظاہر ہوا اور میں نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے کسی واسطے کی حاجت نہیں جو کچھ بھی عطا کرنا ہے بلا واسطہ عطا فرما دے۔ اس کے بعد میرے معدے میں ایسی شیرینی جو مشک سے زائد خوشبودار اور شہد سے زیادہ شیرینی تھی پڑھ ندا آئی کہ ہم تیرے لیے خالی معدے سے کھانا پیدا کریں گے اور تشنہ جگر سے پانی عطا کریں گے اور اگر اس کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں ایسی جگہ سے کھانا کھاتا اور پانی پیتا کہ مخلوق کو بھی علم نہ ہو سکتا۔ فرمایا کہ جب تک میں نے خدا کے سوا دوسروں پر بھروسہ کیا میرے عمل میں اخلاص پیدا نہ ہو سکا اور جب میں نے مخلوق کو خیر باد کہہ کر صرف خدا کی جانب دیکھا تو میری سعی کے بغیر ہی اخلاص پیدا ہو گیا اور اس کی بے نیازی کے مشاہدہ کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس کے نزدیک پوری مخلوق کا علم جب برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور اس کی رحمت کے مشاہدے سے معلوم ہوا کہ وہ اتنا بڑا رحیم ہے کہ پوری مخلوق

کے گناہ بھی اس کی رحمت کے آگے ہٹ جاتے ہیں فرمایا کہ میں برسوں خدا کے امور میں اس طرح حیرت زدہ رہا کہ میری عقل سلب کر لی گئی تھی اس کے باوجود بھی مخلوق مجھے دانشور سمجھتی رہی۔ فرمایا کہ کاش فردوس و جہنم کا وجود نہ ہوتا تا کہ یہ معلوم ہو سکتا کہ تیرے پرستاروں کی تعداد کتنی ہے اور جہنم سے بچنے کے لیے کتنے بندے تیری عبادت کرتے ہیں۔

فرمایا کہ میں یہ دُعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو غموں سے نجات دے کر مجھے دائمی غم عطا کر دے اور اتنی قوت برداشت دے دے کہ میں اس بارِ عظیم کو سنبھال سکوں۔ فرمایا کہ میرے سر کی ٹوپی عرش پر اور قدم تختِ اثری میں ہیں اور میرا ایک ہاتھ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ یعنی خدا نے مجھ کو ارض و سما اور مشرق و مغرب کے تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے اور تمام حجابات مجھ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ خدا تک رسائی کے لیے بے شمار راستے ہیں یعنی خدا نے جتنی مخلوق پیدا کی ہے اسی قدر خدا تک رسائی کے راستے بھی ہیں اور ہر مخلوق اپنی بساط کے مطابق ان راہوں پر گامزن رہتی ہے اور میں نے ہر راہ پر چل کر دیکھ لیا، لیکن کسی راہ کو خالی نہیں پایا۔ پھر میں نے خدا سے دُعا کی کہ مجھے ایسا راستہ بتا دے جس میں تیرے اور میرے سوا کوئی اور نہ ہو۔ چنانچہ اس نے وہ راستہ مجھ کو عطا کر دیا۔ لیکن اس راستہ پر چلنے کی کسی دوسرے میں طاقت نہیں ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ طالبینِ الہی کے لیے ضروری ہے کہ غم و الالم میں بھی خوشی کے ساتھ اطاعتِ الہی کرتے رہیں کیونکہ ایسے عالم

میں اطاعت کرنیوالوں کو دوسروں کی بہ نسبت بہت جلد قرب الہی حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جو انمروہی ہے جس کو دنیا نامرد تصور کرتی ہو اور جو دنیا کے نزدیک مرد ہوتا ہے وہ حقیقت میں نامرد ہے۔

فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ ندا سنی کہ اے ابوالحسن میرے احکام کی تعمیل کرتا رہ میں ہی وہ زندہ رہنے والا ہوں جس کو کبھی موت نہیں اور میں تجھ کو ایسا ملک عطا کر دوں گا جس کو کبھی زوال نہ ہوگا۔ فرمایا کہ جب میں نے خدا کی وحدانیت پر لب کشائی کی تو میں نے دیکھا کہ ارض و سما میرا طواف کر رہے ہیں لیکن مخلوق کو اس کا قطعاً علم نہیں۔ فرمایا کہ میں نے یہ ندائے غیبی سنی کہ مخلوق ہم سے نجات کی طالب ہے حالانکہ اس نے ابھی تک ایمان کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ مفہوم یہ ہے کہ شکر نعمت کے بغیر بندے کو طالب جنت نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے بغیر جنت کبھی نہیں ملتی، فرمایا کہ ہر صبح علماء اپنے علم کی زیادتی اور زاہد اپنے زہد میں زیادتی طلب کرتے ہیں۔ لیکن میں ہر صبح خدا سے ایسی شے طلب کرتا ہوں جس سے مومن بھائیوں کو مسرت حاصل ہو سکے۔ فرمایا کہ مجھ سے صرف وہی لوگ ملاقات کریں جو یہ ذہن نشین کر لیں کہ میں محشر میں سب سے قبل مسلمان کو جہنم سے نجات دلواؤں گا۔ اس کے بعد خود جنت میں جاؤں گا اور جو شخص اس عزم میں پختہ نہ ہو اس کو چاہیے کہ نہ تو میری ملاقات کے لیے آئے اور نہ مجھے سلام کرے۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے ایسی شے عطا کی ہے جس کی وجہ

سے میں مردہ ہو چکا ہوں اور اس کے بعد وہ زندگی دی جائے گی جس میں موت کا تصور تک نہ ہوگا۔ فرمایا کہ اگر میں علماءِ نیشاپور کے سامنے ایک جملہ بھی زبان سے نکال دوں تو وہ وعظ گوئی ترک کر کے کبھی منبر پر نہ چڑھیں فرمایا کہ میں نے خالق و مخلوق سے اس طرح صلح کر لی ہے کہ کبھی جنگ نہیں کروں گا۔ فرمایا کہ اگر مجھ کو مخلوق سے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں حضر بازید کے رتبہ تک پہنچ گیا ہوں تو وہ بات جو بازید نے اللہ تعالیٰ سے کہہ مخلوق کے سامنے بیان کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ جہاں تک بازید کی فکر پہنچتی ہے وہاں میرا قدم گیا ہے اور خدا نے ان سے زائد مجھے مراتب عطا فرمائے ہیں کیونکہ بازید کا قول تو یہ ہے کہ میں نہ مقیم ہوں اور نہ مسافر اور میرا قول یہ ہے کہ میں خدا کی وحدانیت میں مقیم ہوں اور اس کی یکتائی میں سفر کرتا ہوں۔ فرمایا کہ جس دن سے خدا تعالیٰ نے میری خودی کو دور فرما دیا ہے جنت میری خواہش، جہنم مجھ سے دور بھاگتی ہے اور جس مقام پر خدا نے مجھے پہنچا دیا ہے اگر اس میں فردوس و جہنم کا گزر ہو جائے تو دونوں اپنے باشندوں سمیت اس میں فنا ہو جائیں۔ فرمایا کہ مخلوق تو وہ باتیں بیان کرتی ہے جس کا تعلق خالق و مخلوق سے ہے لیکن میں وہ بات بیان کرتا ہوں جو خدا کی ابوالحسن کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرمایا چونکہ میرے والدین نسلِ آدم سے تھے اس لیے ان کو آدمی کہا جاتا ہے لیکن میرا مقام وہ ہے جہاں نہ آدم ہے نہ آدمی۔ پھر فرمایا کہ جس نے ہر حال میں مجھ کو زندہ پایا ہے۔

حضرت بایزید ہیں ایک مرتبہ یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ

یعنی تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

پھر فرمایا کہ میری گرفت اس کی گرفت سے بھی شدید ترین ہے اس لیے کہ وہ تو مخلوق کو پکڑتا ہے۔ اور میں نے اس کا دامن پکڑ رکھا ہے۔ فرمایا کہ میرے قلب پر عشق کا ایسا غم ہے کہ پوری دنیا میں کوئی بھی اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھے اپنے قریب بلا کر فرمائے گا کہ کیا طلب کرتا ہے؟ میں عرض کروں گا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کو طلب کرتا ہوں جو میرے زمانے میں دنیا میں میرے ہمراہ تھے اور ان لوگوں کو جو میری وفات کے بعد سے میرے مزار کی زیارت کو آتے رہے اور ان لوگوں کو جنہوں نے میرا نام سنایا نہیں سنا۔ اس وقت باری تعالیٰ فرمائے گا کہ چونکہ دنیا میں تو نے ہمارے احکام کے مطابق کام کیے اس لیے آج ہم بھی تیری بات مان لیتے ہیں اور جب سب لوگوں کو میرے سامنے لایا جائے گا تو حضور کرم ﷺ ارشاد فرمائیں گے کہ اگر تو چاہے تو اپنے آگے میں تیرے لیے جگہ خالی کر دوں۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ حضور میں تو دنیا میں بھی آپ کی اتباع کرتا رہا اور یہاں بھی آپ ہی کا تابعدار ہوں۔ پھر حکم الہی سے ملائکہ ایک نورانی فرش بچھا دیں گے جس پر میں کھڑا ہو جاؤں گا اور حضور اکرم ﷺ امت کے ان بزرگوں کو حاضر

فرمائیں گے جن کو ثانی پیدا نہیں ہوا اور خدا تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھ کو کھڑا کر کے فرمائے گا اے ہمارے محبوب وہ سب تمہارے مہمان ہیں لیکن یہ ہمارا مہمان ہے۔ فرمایا کہ جن لوگوں نے میرا کلام سن لیا یا آئندہ سنیں گے ان کا معمولی درجہ یہ ہوگا کہ قیامت میں وہ بلا حساب بخش دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ اے اللہ تیرے نبی نے مجھے تیری دعوت دی اور میں نے ان کے سوا تمام مخلوق کو تیری دعوت دی۔ فرمایا کہ قیامت میں مخلوق کا ایک دوسرے سے ناطہ ختم ہو جائے گا لیکن میرا جو رشتہ خدا سے قائم ہے وہ نہیں ختم ہوگا۔ فرمایا کہ محشر میں تمام انبیاء کرام منبر نور پر جلوہ افروز ہوں گے اور تمام اولیاء کرام کی کرسیاں نورانی ہوں گی تاکہ مخلوق انبیاء و اولیاء کا نظارہ کر سکے لیکن ابوالحسن فرش یکتائی پر بیٹھے گا تاکہ خدا تعالیٰ کا نظارہ کرتا۔ فرمایا کہ صرف مقامات طے کر لینے سے قرب الہی حاصل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ بندے نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے لیا ہے اس کو واپس کر دے۔ یعنی فنا ہو جائے کیونکہ فنا بیت کے بعد ہی ذاتِ خداوندی سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ آزاد پہنچانے والے سے مخلوق دُور بھاگتی ہے اور اے اللہ میں تجھے ہمیشہ آزر دہ کیے رکھتا ہوں پھر بھی تو میرے نزدیک ہے جس کا میں کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اے اللہ میں نے اپنی ہر شے تیری راہ میں قربان کر دی حتیٰ کہ جس شے پر تیری ملکیت تھی اس کو بھی خرچ کر دیا۔ اب تو یہ خواہش ہے کہ میرے وجود کو ختم کر دے تاکہ تو ہی تو باقی رہ جائے۔ فرمایا کہ میں چالیس قدم چلا جن میں سے ایک قدم

عرش سے تحت الثریٰ تک تھا اور باقی قدموں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ میری تخلیق صرف تیرے لیے لہذا مجھے کسی دوسرے کے دامن میں گرفتار نہ کرنا۔ اے اللہ بہت سے بندے نماز و اطاعت کو اور بہت سے جہاد و حج کو اور بہت سے علم و سجادگی کو پسند کرتے ہیں لیکن مجھے ایسا بنادے کہ میں تیرے سوا کسی شے کو پسند نہ کر سکوں۔ فرمایا کہ اے اللہ مجھے ایسے بندے سے ملا دے جو تیرا نام لینے کے لیے حق کی طرح لیتے ہوں تاکہ میں بھی اس کی صحبت سے فیض یاب ہو سکوں۔ فرمایا کہ محشر میں راہ مولیٰ میں جان فدا کرنے والے شہداء کی ایک جماعت ہوگی لیکن ایسا شہید اُٹھوں گا جس کا مرتبہ ان سب شہداء سے بلند ہوگا۔ کیونکہ مجھے خدا کی شوق شمشیر نے قتل کیا اور میں ایسا اہل درد ہوں جس کا درد ہستی کی بقا تک قائم رہے گا۔ فرمایا کہ صوم و صلوة کے پابند تو بہت ہوتے ہیں مگر جو انمرد وہی ہے جو ساٹھ سال زندگی اس طرح گزار دے کہ اس کے اعمال نامہ میں کچھ درج نہ کیا جائے اور اس مرتبہ کے بعد بھی خداے نادم رہتے ہوئے عجز سے کام لے۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو افراد ایسے تھے جن میں سے ایک مسلسل ایک سال تک سجدے میں پڑا رہتا تھا اور دوسرا دو سال تک سجدے میں رہتا۔ لیکن اُمت محمد کی ایک لمحہ کی فکر و مشاہدہ ان دونوں کی سال دو سال کی عبادت سے کہیں زائد ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تم اپنے قلب کو موج دریا کی طرح پانے لگو گے تو اس میں سے ایک آگ نمودار ہوگی اور جب تم خود کو اس میں جھونک کر راکھ بن

جاؤ گے تو تمہاری راکھ سے ایک درخت نکلے گا اور اس میں پھلوں کی بجائے ثمر بقائے گا اور اس کو کھاتے ہی تم وحدانیت میں فن ہو جاؤ گے۔ فرمایا کہ خدا نے ایسے ایسے بندے تخلیق کئے ہیں جن کا قلب نور تو حید سے اس طرح منور کر دیا گیا ہے کہ اگر ارض و سما کی تمام اشیاء اس نور میں سے گزریں تو وہ سب کو جلا کر راکھ کر دے۔ مفہوم یہ ہے کہ خدا نے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن کو یادِ الہی کے سوا کسی شے سے سروکار نہیں۔ فرمایا کہ جو راز قلب اولیاء میں نہاں ہوتے ہیں اگر وہ ان میں سے ایک راز کو بھی ظاہر کر دیں تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق پریشان ہو جائے۔ فرمایا کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو چاند تاروں کی رفتار تک ان کو نظر آتی رہتی ہے اور ملائکہ بندوں کی نیکی اور بدی لے کر آسمان پر جاتے ہیں وہ بھی ان کو نظر آتے رہتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے کرم سے تمام حجابات ان کی نگاہوں سے اٹھا دیتا ہے۔ فرمایا کہ دوست، دوست کے پاس پہنچ کر عالم محویت میں خود بھی گم ہو جاتا ہے فرمایا کہ روح کی مثال ایسے مرغ کی طرح ہے جس کا ایک بازو مشرق اور دوسرا مغرب میں ہے اور قدم تحت الثریٰ میں۔ فرمایا کہ جس کے قلب میں مغفرت کی طلب ہو وہ دوستی کے قابل نہیں۔

فرمایا کہ اہل اللہ کا راز یہ ہے کہ نہ تو وہ دین و دنیا میں کسی پر ظاہر کریں اور نہ خدا تعالیٰ اس پر کسی کو ظاہر ہونے دیں۔ فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ ہی سے یہ فرمایا گیا کہ وہ تو ہمیں

ہر گز نہیں دیکھ سکتا تو پھر اس کا مشاہدہ کرنے کی س میں مجال ہے اور لَنْ تَرَ اِنِّیْ فَرَمَا کران
لوگوں کی زبان بند کر دی گئی جو اس کے دیدار کے متمنی رہتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا نے اہل اللہ
کے قلوب پر ایسا بار رکھ دیا ہے کہ اگر اس کا ایک حبہ بھی مخلوق پر ظاہر ہو جائے تو فنا ہو جائے
لیکن خدا تعالیٰ چونکہ خود ان کی نگرانی فرماتا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بار کو اٹھانے کے
قابل رہتے ہیں اور اگر خدا تعالیٰ ان کی نگہداشت سے دست بردار ہو جائے تو ان کے اعضاء
ٹکڑے ہو جائیں اور کسی طرح بھی اس بوجھ کو برداشت نہ کر سکیں فرمایا کہ جب خدا کے
مخصوص بندے اس کو پکارتے ہیں تو چرند پرند خاموش ہو جاتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جب وہ پرندے ذکرِ الہی میں مشغول ہوتے ہیں تو پوری کائنات خوف سے لرزہ بر اندام
ہو جاتی ہے اور اولیاء کرام پر تین وقت ایسے بھی آتے ہیں جب ملائکہ بھی خوفزدہ ہو جاتے
ہیں۔ **اول نقاب** روح کے وقت ملک الموت، دوم اندراج اعمال کے وقت کراما کا تین،
سوم قبر میں نکیرین سوال کرتے وقت، فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی نوازش کے بعد بندے کو ایسی
لسان غیبی عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ بھی زبان سے نکال دیتا ہے اس کی تکمیل ہو جاتی
ہے۔ فرمایا کہ جب تک مجھے یہ ایقان کامل نہیں ہو گیا کہ میرا رزق خدا کے پاس اس وقت
تک میں اپنی کوشش سے پیچھے نہیں ہٹا اور جس وقت تک یہ یقین نہیں ہو گیا کہ مخلوق ہر شے
سے عاجز ہے اس وقت مخلوق سے کنارہ کش نہیں ہوا۔ فرمایا کہ زندگی اس طرح گزارنی

چاہیے کہ کراماً کا تبین بھی معطل ہو کر رہ جائیں اور خدا کے سوا کسی پر اظہار اعمال نہ ہو سکے۔ اور اگر اس طرح زندگی بسر نہ کر سکو تو کم از کم اس طرح زندگی گزارو کہ رات میں کراماً کا تبین کو چھٹی مل جائے اور پوری رات خدا کے سوا تمہارے امور سے کوئی آگاہ نہ ہو سکے اور سب سے ادنیٰ درجہ زندگی بسر کرنے کا یہ ہے کہ جب کراماً کا تبین بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں تو عرض کریں کہ تیرے فلاں بندے نے نیکی کے سوا کوئی برا کام نہیں کیا۔ فرمایا کہ اہل اللہ کے غم اور خوشی منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا مخلوق سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ کیونکہ صرف دوست سے تعلق رکھا جاتا ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ خدا نے کچھ بندوں کو وہ قوت عطا کی ہے جو ایک شب و روز میں مکہ معظمہ پہنچ کر لوٹ بھی آتے ہیں اور بعض ایک لمحہ میں یہ فاصلے طے کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو مخلوق سے جدا کر کے فکرِ مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس کو وہ قرب عطا کرتا ہے کہ اس بندے کو مخلوق اور اس کے لوازمات سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں سے وہ تمام مقامات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور بعض بندوں کو مراتب عطا کرتا ہے کہ وہ ان کے ذریعہ لوح محفوظ کا بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں فرمایا کہ میں نے تمام مشائخین کی خدمت میں وقت گزارا لیکن کسی واپس مرشد اس لیے نہیں بنایا کہ میرا مرشد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

کسی دانش مند نے آپ سے سوال کیا کہ عقل و ایمان اور معرفت کا مقام کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے تم مجھے ان چیزوں کا رنگ بتا دو پھر میں ان کا مقام بھی بتا دوں گا۔ وہ شخص آپ کا جواب سن کر رونے لگا۔ پھر کسی نے پوچھا کہ واصل الی اللہ کون لوگ ہوتے ہیں فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا کیونکہ یہ مرتبہ محبوب خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ اہل اللہ وہ ہیں جو دنیا سے اس طرح علیحدہ ہو جائیں کہ اہل دنیا کو پتہ بھی نہ چل سکے کیونکہ مخلوق سے وابستگی میں مخلوق ان سے آگاہ رہے گی۔ فرمایا کہ اولیا اللہ اپنے مراتب کے اعتبار سے مخلوق سے ہم کلام نہیں ہوتے بلکہ مخلوق کے مراتب کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں کیونکہ ان کے مراتب کی گفتگو نہیں سمجھ سکتی۔

فرمایا کہ جو لوگ کچھ نہ جاننے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ جانتے ہیں وہ درحقیقت کچھ نہیں جانتے اور جب یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر شے سے انہیں واقف کر دیتا ہے اور معرفت کے انتہائی مدارج ان کو عطا فرماتا ہے۔ فرمایا کہ عقل و گمان سے خدا کو کوئی نہیں پہچان سکتا بلکہ جس قدر بھی جان لیا ہو یہ تصور کرے کہ کاش میں خدا کو اس سے زیادہ جان سکتا۔ فرمایا کہ نیک بندوں کو موت سے قبل ہی رجوع الی اللہ ہو جانا چاہیے۔

فرمایا کہ سب سے بہتر مریض قلب وہی ہے جو یاد الہی میں بیمار ہوا ہو کیونکہ جو اس کی یاد میں مریض ہوتا ہے وہ شفا یاب بھی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ صدق دل سے عبادت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے ان تمام اشیاء کا مشاہدہ کر دیتا ہے جو قابل دید ہوتی ہیں اور وہ باتیں سنا دیتا ہے جو سماعت کے لائق ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ راہ مولا میں ایک ایسا بازار بھی ہے جس کو شجاعان طریقت کا بازار کہا جاتا ہے اور اس میں ایسی ایسی حسین صورتیں ہیں کہ سالکین وہاں پہنچ کر قیام کرتے ہیں وہ حسین صورتیں یہ ہیں کہ کرامت، اطاعت، ریاضت، عبادت، زہد فرمایا کہ دین و دنیا اور جنگ کی راحتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں پڑ جانے والا خدا سے دور ہو جاتا ہے اور کبھی اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا بندے کو چاہیے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر یاد الہی میں گوشہ نشینی اختیار کرے اور سجدے میں گر کر بحر کرم کو عبور کر جائے اور خدا کے سوا ہر شے کو اس طرح نظر انداز کرتا جائے کہ اس کی وحدانیت میں گم ہو کر اپنے وجود کو فنا کر دے۔ فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں اول ظاہری، دوم باطنی، علم ظاہری کا تعلق علماء سے ہے اور علم باطنی علمائے باطن کو حاصل ہوتا ہے لیکن علم باطن سے بھی فزوں تر وہ علم ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سر بستہ رازوں سے ہے اور جس کی مخلوق کو ہوا تک نہیں لگ سکتی۔ پھر فرمایا کہ دنیا طلب کرنے والوں پر دنیا حکمران بن جاتی ہے اور تارک الدنیا دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ فرمایا کہ فقیر وہی ہے جو دین و دنیا سے بے نیاز ہو جائے

کیونکہ یہ دونوں چیزیں فقر سے کم درجہ کی ہیں اور قلب کا ان دونوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں۔
 فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اوقات نماز سے قبل تم سے نماز کا طالب نہیں ہوتا تو پھر تم بھی قبل از
 اوقات طلب رزق سے احتراز کرو۔ فرمایا کہ صاحب حال اپنی حالت سے خود بھی بے خبر ہوتا
 ہے کیونکہ جس حال سے وہ آگاہ ہو جائے اس کو کسی طرح بھی حال سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔
 بلکہ اس کو علم کہا جائے گا۔ فرمایا کہ جس جماعت میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو سرفراز کرنا چاہتا ہے
 اس کے تصدق میں پوری جماعت کو بخش دیتا ہے۔ فرمایا کہ علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم
 جانشین انبیاء ہیں بلکہ درحقیقت انبیاء کے جانشین اولیاء کرام ہیں کیونکہ ان کو علم باطن حاصل
 ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اکثر اوصاف میں پائے جاتے ہیں مثلاً فقر و سخا، امانت و
 دیانت وغیرہ اس کے علاوہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کو ہمہ وقت دیدار الہی حاصل تھا۔ جس
 طرح خیر و شر کو منجانب اللہ تصور فرماتے تھے اور خیر و شر پر صبر سے کام لیتے تھے اور مخلوق سے
 زیادہ ربط و ضبط سے کام نہ لیتے تھے اور پابندی وقت کے کبھی ان چیزوں سے خائف نہیں
 ہوتے تھے جن سے مخلوق خوفزدہ رہتی ہے اور نہ کبھی آپ ان چیزوں سے توقعات وابستہ
 فرماتے تھے جن سے مخلوق کو توقع ہوتی ہے۔

فرمایا کہ خدا تعالیٰ قلوب صوفیاء کے قلوب کو نور کی بینائی عطا فرماتا ہے اور اس بینائی
 میں اس وقت تک اضافہ ہوتا جاتا ہے جب تک وہ بینائی مکمل ذات الہی نہیں بن جاتی۔ فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی جانب مدعو کر کے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل سے راہیں کشادہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ بذریعہ معرفت کوئی ملاح اپنی کشتی کو غرقابی سے نہیں بچا سکتا۔ ہزاروں آئے اور غرق ہوتے چلے گئے بس ایک ذات باری تعالیٰ کا وجود باقی رہ گیا۔ فرمایا کہ روز محشر جب حضور اکرم مخلوق کے معائنہ کے لیے جنت میں تشریف لائے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر باری تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ فانی اللہ ہونے والی جماعت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچائے گا کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا فرمایا کہ خدا تعالیٰ تک رسائی کے لیے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے اور اس منزل سے کم ہمت افراد آگے نہیں بڑھ سکتے اور اگلی منازل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ہدایت و ضلالت دونوں جدا گانہ راہیں ہیں ہدایت کی راہ تو خدا تک پہنچا دیتی ہے لیکن ضلالت کی راہ بندے کی جانب سے اللہ کی طرف جاتی ہے۔ لہذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا تک پہنچ گیا وہ جھوٹا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خدا تک پہنچایا گیا ہے وہ اپنے قول میں ایک حد تک صادق ہے فرمایا کہ خدا کو پالینے والا خود باقی نہیں رہتا لیکن وہ کبھی فنا بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے اہل مراتب بندے بھی پیدا کیے ہیں جن کے قلوب اس قدر وسیع ہیں کہ مشرق و مغرب کی وسعت بھی ان کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ فرمایا کہ مردہ وہ ہیں وہ قلوب جن میں خدا کے سوا کسی اور کی محبت

جانگزیں ہو خواہ وہ کتنے ہی عبادت گزار کیوں نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ تین چیزوں کا تحفظ بہت دشوار ہے اوّل مخلوق سے خدا کے رازوں کی حفاظت، دوم مخلوق کی برائی سے زبان کی حفاظت، سوم پاکیزگی عمل کی حفاظت فرمایا کہ خدا اور بندے کے مابین سب سے بڑا حجاب نفس ہے اور جس قدر نیک لوگ گزر گئے ان سب کو نفس سے شکایت رہی حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ بھی نفس سے شاکی رہتے تھے۔ فرمایا کہ دین کو جتنا ضرر حریص عالم اور بے عمل زاہد سے پہنچتا ہے اتنا نقصان ابلیس سے نہیں پہنچتا۔ فرمایا کہ سب سے افضل امور ذکر الہی، سخاوت، تقویٰ اور صحبت اولیاء ہیں۔ فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا کی نگاہوں سے ایک ہزار میل دور بھی بھاگنا چاہو گے تو یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے اور اس میں بہت سے مفاد مضمر ہے۔ فرمایا کہ ایک مومن کی زیارت نصیب ہو جائے اس پر خدا کی رحمت ہے۔ فرمایا کہ قبلہ درحقیقت تین ہیں۔ پہلا قبلہ کعبہ ہے جو مسلمان کا قبلہ ہے۔ دوسرا بیت المقدس جو حضور اکرم ﷺ کے سوا گزشتہ تمام **انبیاء کرام** کا قبلہ ہے سوم بیت المعمور یہ آسمانی ملائکہ کا قبلہ ہے چہارم عرش یہ دُعا کا قبلہ ہے پنجم ذات باری تعالیٰ یہ جو اس مردوں کا قبلہ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا:

فَاَيْنَمَا تَوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ

یعنی جس طرف تم منہ پھیرو اسی طرف اللہ موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ طالب جب راستہ میں دس مقام پرزہر کھا چکتا ہے تب کہیں گیارہویں جگہ شکر نصیب ہوتی ہے۔ یعنی ابتداً طالبین خدا کو بے حد تکالیف و اذیتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے پھر کہیں قرب الہی میسر آتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں مکمل طور پر جستجو کی توفیق عطا نہ فرما دے اس وقت تک جستجو سے احتراز کرو کیونکہ توفیق الہی کے بغیر اگر کوئی عمر بھر بھی اس کی جستجو کرتا رہے تب بھی نہیں پاسکتا۔ پھر فرمایا کہ نفع بخش علم وہی ہے جس پر عمل کیا جائے اور بہتر عمل وہ ہے جو فرض کر دیا گیا۔ فرمایا کہ دانشمند لوگ نور قلبی کے ذریعہ خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دوست نور یقین سے دیکھتے ہیں اور جو انمرد نور معائنہ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کہاں دیکھا تو فرمایا کہ جس مقام پر میں خود کو نہیں دیکھتا وہاں خدا کو دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اکثر لوگوں نے دعویٰ تو کر دیا لیکن نہیں سوچا کہ یہ دعویٰ خود اس بات کی دلیل ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ دعویٰ خود ان کے لیے حجاب بن گیا۔ فرمایا کہ حق و باطل کا اندیشہ کرنے والے اہل حق نہیں ہو سکتے فرمایا کہ عمل کرنا گو بہتر شے ہے لیکن اتنی واقفیت ہونا ضروری ہے کہ عامل تم خود ہو یا تمہارے پس پردہ کوئی دوسرا ہے کیونکہ عمل وہی اچھا ہے جس کے پس پردہ کوئی دوسرا نہ ہو بلکہ وہ عمل تم خود کر رہے ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تاجر اپنے مالک کے مال سے تجارت کرتے ہوں اور جب وہ سرمایہ واپس لے لیا جائے تو وہ مفلس ہو کر رہ جائے۔ فرمایا کہ خدا کو ہر جگہ اس طرح حاضر سمجھو کہ

تمہارا وجود باقی نہ رہے کیونکہ تم اپنی ہستی کی بقا تک اس کی ہستی سے محروم رہو گے۔ فرمایا کہ عبادت یا تو جسمانی ہوتی ہے یا زبانی یا قلبی۔ پھر فرمایا کہ معرفت الہی ظاہری عبادت و لباس سے حاصل نہیں ہوتی اور جو لوگ اس کے مدعی ہیں کہ معرفت عبادت و لباس سے حاصل ہو جاتی ہے وہ آزمائش میں مبتلا ہیں۔ فرمایا کہ نفس کی خواہش ایک پوری کرنے والا راہ مولیٰ میں ہزار ہا تکالیف برداشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ مخلوق میں تقسیم رزق کے وقت خدا نے جو ان مردوں کو غم و اندوہ عطا کیا اور انہوں نے قبول بھی کر لیا۔ فرمایا کہ اولیاء کرام مخلوق سے متنفر ہو کر راہ مولیٰ میں مگن رہتے ہیں اور اپنا حال کبھی مخلوق پر ظاہر نہیں ہوتے دیتے اور جب اہل دنیا ان کے مراتب کو پہچان کر شہرت دیتے ہیں تو ان کا عیش بے نمک کھانے جیسا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو یہ توفیق عطا فرما دے کہ اپنے اعمال کو پس پشت ڈال کر صدق دل سے ذکر الہی میں مشغول ہو جائے فرمایا کہ متقدرات پر شا کر رہنا ایک ہزار مقبول عبادات سے افضل ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بحر کرم کا ایک قطرہ بھی کسی پر ٹپک جائے تو دنیا میں نہ تو کسی شے کی خواہش باقی رہے نہ کسی سے بات کرنے کو دل چاہے اور نہ کسی کی بات سننا گوارا ہو۔ فرمایا کہ دنیا میں کسی سے معاندت کرنا سب سے بدتر شے ہے۔ فرمایا کہ صوم و صلوة گوا افضل اعمال ہیں لیکن غزوہ و تکبر قلب سے نکال دینا اس سے بھی بہتر عمل ہے فرمایا کہ چالیس سال تک عبادت کرنا ضروری ہے۔ دس سال تو اس لیے کہ زبان میں

صداقت راست بازی پیدا ہو جائے اور دس سال اس لیے کہ جسم کا بڑھا ہوا گوشت کم ہو جائے اور دس سال اس لیے کہ خدا سے قلبی لگاؤ پیدا ہو جائے اور دس سال اس لیے کہ تمام احوال درست و اصلاحی ہو جائیں اور جو شخص اس طرح چالیس سال عبادت کرے گا وہ مراتب میں سب سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا کہ دنیا میں مخلوق سے نرمی اختیار کرو اور مکمل آداب کے ساتھ اتباع سنت کرتے رہو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ پاکیزگی کی زندگی بسر کرو کیونکہ وہ خود بھی پاک ہے اس لیے پاکیزہ لوگوں کو محبوب رکھتا ہے اور یہ راستہ مستوں اور دیوانوں کا راستہ ہے۔ فرمایا کہ موت سے قبل تین چیزیں حاصل کر لو اول یہ کہ حب الہی میں اس قدر گریہ و زاری کرو کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے لہو جاری ہو جائے دوم یہ کہ خدا سے اس قدر خائف رہو کہ پیشاب کی جگہ خون آنے لگے سوم اس کے احکام کی بجا آوری کے ساتھ عبادت میں اس طرح شب بیداری کرو کہ تمام جسم پگھل جائے۔ فرمایا کہ خدا کو اس انداز سے یاد کرو کہ پھر دوبارہ یاد نہ کرنا پڑے یعنی اس کو کسی وقت بھی فراموش نہ کرو، فرمایا کہ ایک مرتبہ اللہ کہنے سے اس طرح زبان جل جاتی ہے کہ دوبارہ اللہ نہیں کہہ سکتا اور جب تم اس کو دوبارہ اللہ کہتے سنو تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی تعریف ہے جو اس کی زبان پر جاری ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے قلب میں یاد الہی باقی ہے تو تمہیں دنیا کی کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر تمہارے قلب میں خدا کی یاد باقی نہیں ہے تو لباس فاخرہ بھی سودمند نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ

خدا کے ہمراہ مشاہدہ کرنے کا نام بقا ہے فرمایا کہ جس کو مخلوق میں تم مرد تصور کرتے ہو وہ خدا کے روبرو نامرد ہے اور جو مخلوق کی نظروں میں نامرد ہے وہ خدا کے سامنے مرد ہے۔

فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے تو مخلوق کو آگاہ فرمادیا اگر اپنی ذات سے آگاہ کر دیتا تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔ یعنی ذات الہی کی واقفیت کے بعد بندے بحر تحیر میں اس طرح غرق ہو جاتے کہ کلمہ بھی یاد نہ رہتا۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو آتشِ محبت سے خاکستر ہو چکے ہوں اور بحرِ غم میں غرق ہوں۔ فرمایا کہ درویش وہی ہے جس میں حرکت و سکون باقی نہ رہے اور نہ مروت و غم سے بہرہ ور ہو۔ فرمایا کہ لوگ صرف صبح و شام عبادت کرنے ہی سے خدا کی جستجو کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں درحقیقت اس کی جستجو کرنے والے وہ ہیں جو ہر لمحہ اس کی تلاش میں رہیں۔ فرمایا کہ اس طرح سکوت اختیار کرو کہ سوائے اللہ اللہ کے اور کچھ منہ سے نہ نکلے اور قلب میں سوائے فکرِ الہی کے اور کوئی فرق باقی نہ رہے اور تمام امور دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر اپنے اعضا کو خدا کی جانب متوجہ رکھو تا کہ تمہارا ہر معاملہ مبنی برا خلاص ہو اور اس کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ فرمایا کہ اولیا کے قلوب مٹ جاتے ہیں ان کے اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور ان کی رو حیں جل جاتی ہیں۔ فرمایا کہ خدا کی ایک لمحہ کی عبادت مخلوق کی عمر بھر کی عبادت سے افضل ہے۔ فرمایا کہ اعمال کی مثال شیر جیسی ہے اور جب بندہ اپنا قدم شیر کی گردن پر رکھتا ہے تو وہ شیر لومڑی کی طرح ہو جاتا ہے یعنی جب عمل پر

قابو پالیا جائے تو عمل آسان ہو جاتا ہے۔ فرمایا بزرگوں کا یہ قول ہے کہ جو مرید عمل کے بل پر عمل کرتا ہے اس کے لیے عمل سودمند نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ جنت میں داخلہ کی راہ قریب ہے لیکن اصل الی اللہ ہونے کی راہ دور ہے۔ فرمایا کہ دن میں تین ہزار مرتبہ مرکز زندہ ہونا چاہیے پھر فرمایا ممکن ہے کہ ایسی حیاتِ جاوداں حاصل ہو جائے جس کے بعد موت نہ ہو۔ فرمایا کہ جب تم راہ خدا میں اپنی ہستی کو فنا کر لو گے تب تمہیں ایسی ہستی مل جائے گی جو فنا ہونے والی نہیں۔ فرمایا کہ منجانب اللہ بندے کے لیے ایک ایسا راستہ ہے جس سے معرفت و شہادت نصیب ہوتی ہے اور اسی راستہ سے اللہ تعالیٰ خود کو بندے پر ظاہر کر دیتا ہے اور یہ ایسا مرتبہ ہے جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم اپنے دوستوں کے لیے محفوظ رکھتا ہے اور امن و راحت اپنے معصیت کار بندوں کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کی دوستی اس لیے ضروری ہے کہ جب مسافر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کا دوست موجود ہو تو راہ کی تمام تکالیف بھول جاتا ہے اور اس کے قلب کو تقویت حاصل رہتی ہے لہذا جب تم قیامت میں اس طرح مسافر بن کے پہنچو گے جہاں خدا تعالیٰ تمہارا دوست ہوگا تو تمہیں مسرت حاصل ہوگی۔ فرمایا کہ جو لوگ مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتے ان کے قلوب میں مخلوق کی دوستی کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور لوگ اپنی حیات کو امور خداوندی میں صرف نہیں کرتے ان کی آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر نہیں سکتی۔

فرمایا کہ زمین پر چلنے پھرنے والے لوگ مردہ ہیں اور زمین میں بہت سے مدفون لوگ زندہ ہیں۔ فرمایا کہ علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی نو عدد ازواج مطہرات تھیں اور بعض کے لیے آپ سال بھر کا کھانے کا سامان بھی جمع فرما لیتے تھے اور صاحب اولاد بھی تھے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ۶۳ سال عمر ہونے کے باوجود بھی آپ دنوں جہان سے دل برداشتہ رہے۔ یعنی آپ کے نزدیک سب مردہ تھے اور جو کچھ آپ ذخیرہ اندوزی فرماتے تھے وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے۔ فرمایا کہ جس کا قلب شوق آتش الہی سے جل جاتا ہے اس کو محبت اٹھا کر لے جاتی ہے اور اس سے ارض و سما کو لبریز کو دیتی ہے۔ لہذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دیکھنے، سننے اور چکھنے والے بن جاؤ تو وہاں حاضر رہو لیکن وہاں حضوری کے لیے تہجد اور جوانمردی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ عبادت و معصیت کو چھوڑ کر بحر کرم اور دریائے بے نیاز میں اس طرح غوطہ لگاؤ کہ خود نیست کر کے ان کی ہستی میں ابھرو۔ فرمایا کہ دریائے غیب میں مخلوق کا ایمان گھاس پھوس کی طرح کوئی اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ ہوا اس کو ساحل پر پھینک دیتی ہے۔ فرمایا کہ علماء و علم کو عابدین، عبادت کو زاہدین زہد کو معرفت الہی کا ذریعہ تصور کر کے اس کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن وہ اس لیے بے سود ہوتا ہے کہ قرب الہی کا ذریعہ صرف پاکیزگی ہے اور وہ پاک بے نیاز پاکی ہی کو پسند فرماتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جس کی زندگی خدا کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی وہ اپنے نفس اور قلب و روح پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔

فرمایا کہ اگر فانی اور باقی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہو تو جس طرح بندہ فانی خدا کو پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح قیامت میں اس کے نور سے اس کا مشاہدہ کر لے گا اور نور بقا کے ذریعہ نور خدا کو دیکھ لے گا۔ پھر فرمایا کہ اولیاء کرام صرف خدا کے محرم ہی کو دیکھتے ہیں جس طرح تمہاری اہلیہ کو کوئی غیر محرم نہیں دیکھ سکتا۔ فرمایا کہ مرید اپنے مرشد کی جس قدر خدمت کرتا ہے اسی قدر اس کے مراتب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ لوگ تو دریا میں مچھلی پکڑتے ہیں۔ لیکن اللہ والے خشکی میں مچھلی پکڑتے ہیں اور لوگ تو خشکی میں سوتے ہیں۔ لیکن اہل اللہ والے دریا میں آرام کرتے ہیں۔ فرمایا کہ دنیا میں ایک ہزار تمناؤں کو قربان کر دینے کے بعد آخرت میں صرف ایک تمنا پوری ہوتی ہے اور ایک ہزار تلخ گھونٹ زہر پی لینے کے بعد شربت کا ایک گھونٹ نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہزاروں سردار قبروں میں جا کر سوئے لیکن دین کی سرداری کے قابل ایک بھی نہ بن سکا۔ فرمایا کہ فنا و بقا اور مشاہدہ و پاکیزگی موت میں پنہاں ہیں کیونکہ ظہور الہی کے بعد سوائے اس کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ مخلوق سے وابستگی میں بشریت سے گزر کر تمام غم و آلام فنا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ پابند صوم و صلوة مخلوق سے قریب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت سے حقیقت تک ایک ہزار منازل ہیں اور حقیقت سے عین حقیقت تک ایک ہزار ایسے ایسے مقامات ہیں کہ ہر مقام سے گزرنے کے لیے عمر نوح اور صفائے قلب محمدی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ قلب بھی تین طرح کے ہوتے ہیں اول

قلب فانی جو فقرا کا مسکن ہے۔ دوم طالب نعمت قلب جو امارات کی آماجگاہ ہے، سوم قلب باقی جو اللہ تعالیٰ کی قیام گاہ ہے۔ پھر فرمایا کہ عبادت گزار تو بہت سے ہیں لیکن عبادت کو دنیا سے ساتھ جانے والے بہت قلیل اور ان سے بھی قلیل وہ ہیں جو عبادت کر کے خدا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ لیکن شجاعت یہی ہے کہ انتقال کے وقت دنیاوی عبادت کو اپنے ہمراہ لے جائے فرمایا کہ بحر عشق میں مخلوق کا گزر نہیں اور ایک ایسی در آمد و بر آمد بھی ہے جس میں بندے کے علم و کمال کا گزر نہیں۔ فرمایا کہ عاقبت نا اندیش ہیں وہ لوگ جو خدا کو دلیل کے ذریعہ شناخت کرنا چاہتے ہیں جب کہ صرف اس کو اسی کے کرم سے بے دلیل پہنچانے کی ضرورت سے کیونکہ اس کی معرفت کے لیے تمام دلائل بے سود ہیں۔ فرمایا کہ عشاق خدا کو پا لینے کے بعد خود گم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ لوح محفوظ کا نوشتہ صرف مخلوق کے لیے ہے۔ اس کا تعلق اہل اللہ سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو وہ چیزیں عطا فرماتا ہے جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔

فرمایا کہ دنیا میں غم و آلام برداشت کرتے رہو۔ ممکن ہے کہ اس کے صلہ میں آخرت حاصل ہو جائے اور دنیا میں گریہ و زاری کرتے رہو تا کہ آخرت میں مسکرا سکو اور وہاں تمہیں مخاطب کر کے فرمایا جائے کہ کیونکہ تم دنیا میں روتے رہے اس لیے آج تمہیں دائمی مسرت عطا کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ تمام انبیاء و اولیاء دنیا کے اندر اس غم میں مبتلا رہے کہ کاش اللہ

تعالیٰ کو جان سکتے۔ لیکن خدا کو جاننے کا جو حق ہے اس طرح نہیں جان سکے۔ فرمایا کہ محبت کی انتہا یہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام سمندروں کا پانی بھی محبت کرنے والے کے حق میں اُنڈیل دیا جائے جب بھی اس کی تشنگی رفع نہ ہو سکے اور مزید کی خواہش باقی رہے اور خدا سے منقطع ہو کر اپنی کرامات پر تکبر نہ کرے۔ فرمایا کہ شجاعت تو ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ایک کرامت اور اس کے مومن بھائی کو ایک ہزار کرامتیں عطا فرما دے جب بھی وہ اپنی ایک کرامت کو جذبہٴ ایثار کے تحت اپنے بھائی کی نذر کر دے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ کیا آپ کو موت سے ڈر نہیں لگتا فرمایا کہ مردے موت سے ڈر نہیں کرتے کیونکہ اللہ کی ہر وعدہ جو بندوں کے لیے فرمائی گئی ہے میرے غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور ہر وہ وعدہ جو مخلوق سے آسائش و آرام کا کیا گیا ہے میری اُمید کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے اور اگر تم سے یہ سوال کیا جائے کہ ابوالحسن سے جو فیض تمہیں حاصل ہوا ہے اس کے صلہ میں کیا چاہتے ہو تو تم کیا صلہ طلب کرو گے۔ اس پر اپنی خواہش کے مطابق جواب دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تم محبت مخلوق کے صلہ میں کیا معاوضہ چاہتے ہو تو میں جواب دوں گا کہ میں ان سب کو چاہتا ہوں۔

مشہور ہے کہ آپ نے کسی دانش ور سے یہ سوال کیا تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں آپ

نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کی معیت اختیار کیوں نہیں کرتے اس لیے دوست کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کون سی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جیسے بے علم کو تو بہت زیادہ خوفزدہ رہنا چاہیے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سب سے بہتر شے وہ ہے جس میں کوئی برائی نہ ہو۔ مشہور ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ حضرت جنید دنیا میں باہوش آئے اور ہوش کے ساتھ چلے گئے اور حضرت شبلی مدہوش آئے اور مدہوش لوٹ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان دونوں سے پوچھا جائے کہ تم دنیا میں کس طرح آئے اور کس طرح واپس ہوئے تو یہ کچھ بھی نہ بتا سکیں گے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح آیا اور کس طرح واپس ہو گیا اور آپ نے جس وقت یہ جملہ فرمایا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن تو نے بالکل درست کہا کیونکہ جو خدا سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کو خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور جب لوگوں نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زندگی کو نامرادی میں گزارنے کا نام بندگی ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ ہمیں کیا چیزیں اختیار کرنی ہوں گی جس کی بنیاد پر ہم میں بیداری پیدا ہو۔ فرمایا کہ عمر کو ایک سانس سے زیادہ تصور نہ کرو۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ فقر کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ قلب پر ایسا رنگ چڑھا جائے جس پر دوسرا کوئی رنگ نہ چڑھ سکے۔ فرمایا کہ میں خدا کے سوا کسی کو اپنے قلب میں جگہ نہیں دیتا اور

اگر کوئی خیال آ بھی جاتا ہے تو فوراً نکال پھینکتا ہوں۔ فرمایا کہ میں اس مقام پر ہوں جہاں ذرّے ذرّے کی تحقیق کا مجھے علم ہے۔ فرمایا کہ میں نے پچاس سال اس طرح گزارے ہیں کہ خدا کے ساتھ اس اخلاق سے رہا کہ مخلوق کی اس میں کوئی گنجائش نہیں تھی اور نماز عشا سے لے کر صبح تک حالتِ قیام میں رہا اور صبح سے شام تک عبادت میں مشغول رہتا تھا اور اس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھا۔ جب کہیں اس کے صلہ میں یہ مراتب حاصل ہوئے کہ ظاہر طور پر میں دنیا میں ہوتے ہوئے فردوس و جہنم کی سیر کرتا رہتا ہوں اور دونوں عالم میرے لیے ایک ہو چکے ہیں اس لیے کہ میں ہمہ اوقات خدا کی معیت میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ پہلا راستہ نیاز کا ہے اس کے بعد خلوت اس کے بعد دیدار اور اس کے بعد بیداری ہے۔ فرمایا کہ میں ظہر سے عصر تک پچاس رکعتیں پڑھا کرتا تھا لیکن بیداری کے بعد ان سب کی قضا کرنی پڑی۔ فرمایا کہ میں ۴۰ سال سے خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں کرتا۔ صرف مہمان کے کھانے کا انتظام کر لیتا ہوں اور اسی کے طفیل میں خود بھی کھا لیتا ہوں۔ فرمایا کہ امکانی حد تک مہمان نوازی کرتے رہو کیونکہ مہمان کو دونوں جہان کی نعمتوں کا لقمہ بنا کر بھی کھلا دو گے جب بھی حق مہمان نوازی ادا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ کسی مرد حق کی زیارت کے لیے مشرق سے مغرب تک سفر کرنے کی صعوبتوں کا اجر اس کی زیارت سے کم ہے۔ فرمایا کہ چالیس سال سے میرا نفس ایک گھونٹ سرد پانی کا خواہش مند ہے لیکن میں نے محروم رکھا ہے فرمایا کہ میں نے ستر

سال خدا کی معیت میں اس طرح گزار دیے ہیں کہ اس دوران ایک لمحہ کے بعد کبھی اتباع نفس نہیں کی۔

چالیس سال تک آپ کو بینگن کھانے کی خواہش رہی لیکن آپ نے نہیں کھائے اور جب ایک دن والدہ کے اصرار پر کھالیے تو اسی رات کسی نے آپ کے صاحبزادے کو قتل کر کے چوکھٹ پر ڈال دیا اور جب آپ کو علم ہوا تو اپنی والدہ سے فرمایا کہ میں نے آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اب آپ نے اپنے اصرار کا نتیجہ دیکھ لیا۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے۔ فرمایا کہ شرعی حیثیت تو تمام مساجد کی ایک ہی ہے لیکن میری مسجد کا قصہ طولانی ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے دوسری مساجد سے ایک نور نکل کر صرف آسمان تک جاتا ہے لیکن میری مسجد کا قبلہ اس کے کرم کے نور سے منور ہو کر آسمان سے بھی آگے نکل جاتا ہے اور جب اس مسجد کی تکمیل کے بعد میں اس میں جا کر بیٹھا تو ملائکہ نے یہاں آ کر ایک سبز پرچم نصیب کر دیا۔ جس کا ایک سرا عرش سے ملحق تھا اور آج تک وہ پرچم اسی طرح قائم ہے اور تا حشر قائم رہے گا۔ پھر ایک دن میں نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن جو لوگ تیری مسجد میں داخل ہو جائیں گے۔ ان پر آتش جہنم حرام ہو جائے گی اور جو لوگ تیری حیات میں یا وفات کے بعد اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر لیں گے۔ ان کا حشر عبادت گزار بندوں کے ساتھ

ہوگا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے لیے ہر جگہ مسجد ہے اور ہر یوم، یوم جمعہ اور ہر مہینہ ماہ صیام ہے لہذا بندہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی معیت اختیار کرے۔ فرمایا کہ دنیا سے میں چار سودینار کا مقروض ہو کر جانا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ کسی سائل کے سوال کو رد کر دوں۔ پھر فرمایا کہ جب قیامت میں مجھ سے یہ سوال ہوگا کہ تو دنیا سے کیا لے کر آیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تو نے دنیا میں کتنے کو میرا ساتھی بنا دیا تھا اور میں ہر لمحہ اس کی نگرانی میں لگا رہتا تھا تاکہ وہ مجھے اور دوسرے لوگوں کو کاٹ نہ لے اور تو نے مجھے نجاست سے لبریز فطرت عطا کی تھی جس کی پاکیزگی کے لیے میں نے تمام عمر صرف کر دی۔ فرمایا کہ لوگ تو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ عالم نزع اور قبر میں ہماری اعانت فرما نا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اے اللہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہماری اعانت فرما اور میری فریاد رسی کر۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے تیری محبت میں ساٹھ سال گزار دیئے اور آج تک تیری اُمید سے وابستہ ہوں۔ اس پر جواب ملا کہ تو صرف ساٹھ ہی سال سے ہماری محبت میں گرفتار ہے اور ہم تجھ کو ابد سے اپنا دوست بنائے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ ایک شب خواب میں مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرا بن جاؤں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا تیری یہ تمنا ہے کہ تو میرا ہو جائے؟

میں نے کہا نہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ تمام گزشتہ لوگوں کو یہ تمنا رہی ہے کہ میں ان کا ہو جاؤں۔ پھر آخر تجھے یہ تمنا کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ جو اختیارات تو مجھ کو عطا فرمانا چاہتا ہے اس میں بھی تیری کوئی مصلحت یقیناً ہوگی کیونکہ تو کبھی دوسروں کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے میرا اصلی روپ دکھا دے۔ میں نے دیکھا کہ میں ٹاٹ کے لباس میں ملبوس ہوں اور جب میں نے غور سے دیکھ لینے کے بعد پوچھا کہ کیا میرا اصلی روپ یہی ہے تو فرمایا گیا کہ ہاں تیری اصلی ہیئت یہی ہے۔ پھر جب میں نے پوچھا کہ میری ارادت و محبت اور خشوع و خضوع کہاں چلے گئے تو فرمایا گیا کہ وہ تو سب کچھ ہمارا تھا تیری اصلی حقیقت تو یہی ہے۔

وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ کاش میرا قلب چیر کو مخلوق کو دکھایا جاتا کہ ان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کے ساتھ بت پرستی درست نہیں۔ پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے زمین سے تمیں گزینچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ سوئے ادب کی بات ہے کہ میرا مزار حضرت جنید بسطامی کے مزار سے اونچا ہو جائے۔ چنانچہ وصیت پر عمل کیا گیا۔ لیکن آپ کی وفات سے دوسرے ہی دن ایک بجلی سی چمکی اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید پتھر آپ کے مزار پر رکھا ہوا ہے اور قریب ہی میں شیر کے قدموں کے نشان ہیں جس سے اندازہ کیا گیا کہ یہ پتھر شیر ہی نے لا کر رکھا ہے اور بعض لوگ

کہتے ہیں کہ آپ کے مزار کے اطراف میں شیر کو گھومتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ لیکن زبان زدِ عام خلق عام یہی ہے کہ آپ کے مزار کو تھام کر جو دُعا مانگی جائے گی وہ ضرور قبول ہوگی اور بہت سے تجربات بھی اس کے شاہد ہیں۔

بعض لوگوں نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دے دیا گیا جس پر میں نے عرض کیا کہ تو مجھے اعمال نامے میں کیوں اُلجھانا چاہتا ہے جب کہ میرے اعمال سے قبل ہی تو مجھ سے بخوبی واقف تھا کہ مجھ سے کس قسم کے اعمال سرزد ہو سکتے ہیں۔ لہذا میرا اعمال نامہ کراماً کاتبین کے حوالے کر کے مجھے اس جھنجھٹ سے نجات دے دے۔ تاکہ میں ہر وقت تجھ سے ہم کلام رہ سکوں۔

حضرت محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید بیمار ہوا تو خوفِ آخرت سے بہت ہی متاثر تھا اسی دوران ایک دن آپ عیادت کے لیے تشریف لائے اور مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گے۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ مجھے بیماری کا نہیں بلکہ موت کا خوف ہے آپ نے فرمایا کہ موت سے خائف نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر میں تم سے بیس سال قبل ہی مر جاؤں گا جب بھی عالم نزع میں تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ اس لیے تم موت سے مت خوف زدہ ہو۔ اس کے بعد مجھے صحت

یابی حاصل ہو گئی۔ اور جب آپ کی وفات کے بیس سال بعد حضرت محمد حسین مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے صاحبزادے کا بیان یہ ہے کہ وہ نزاعی کیفیت میں اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے کوئی کسی کے لیے تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر علیکم السلام کہا اور جب میں نے پوچھا کہ آپ کے سامنے کون ہے تو فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے عالم جان کنی میں آنے کا وعدہ فرمایا تھا لہذا وہ تشریف لے آئے ہیں اور دوسرے بہت سے اولیاء کرام بھی آپ کے ہمراہ ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ موت سے نہ ڈرو۔ یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا۔

میرے پاس مواد بہت تھا مگر زیادہ وقت نہ ہونے کی وجہ سے میں یہاں کچھ زیادہ نہیں لکھ سکا ابھی میرے پاس کافی کتابیں ہیں جن کے جواب میں اپنی صلاحیت کے مطابق لکھنا چاہتا تھا۔ جس میں احکام شریعت، زلزلہ، مقیاس حنفیت، جاء الحق اور بھی کافی کتابیں ہیں جن میں بہت کچھ اہل حدیث حضرات کے خلاف لکھا ہوا ہے میرا تو شروع سے یہ اصول رہا ہے کہ چاہے کسی مسلک کی کتاب ہو پہلے اس کا مطالعہ کرتا ہوں پھر اگر اس میں کسی بات کی گنجائش ہو تو لکھتا ہوں یہ کیا کہ انسان ایک مکتب فکر کی کتابیں پڑھ کر یہ سمجھے کہ یہی حق ہے اہل سنت و اہل جماعت کے جتنے مکتب فکر ہیں حق کا یہی تقاضہ ہے کہ ہم پہلے اس کتاب کا مطالعہ کریں پھر اسے قرآن و حدیث پہ پیش کریں اگر اس کی کوئی بات قرآن و حدیث پر

پوری نہیں اترتی تو اس کے خلاف انسان لکھ سکتا ہے اب کوئی میرے بارے میں یہ کہے کہ میں ایک طالب علم ہوں یہ علماء کا کام ہوتا ہے۔ ہم لوگوں میں یہی بات ہے کہ ہم نے سارا دین علماء کے حوالے کر دیا ہے حالانکہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر مرد و عورت پر دین سیکھنا فرض ہے اب ہمارے یہاں علماء نے یہ مشہور کر رکھا ہے تم اگر خود قرآن و حدیث کا مطالعہ کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اس طرح وہ عام انسان کو دین سے دور رکھتے ہیں تاکہ ان کے پیٹ پر پابندی نہ لگ جائے۔ اگر ہم مسلمان قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں جو بات سمجھ نہیں آتی وہ علماء سے پوچھ لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور بریلوی علماء کا تو طریقہ یہی ہے کہ اپنے عوام کو بھڑکاتے ہیں کہ ہمارے سوا سب لوگ کافر ہیں۔ میرے خیال میں بریلوی عوام بہت سادہ ہیں جہاں ان کو حضور ﷺ کی محبت کا کہا جاتا ہے وہ اس میں یہاں تک کہ اپنی تقریروں میں وہ نبی ﷺ کا رتبہ خدا سے ملا دیتے ہیں اس کی کتنی مثالیں بریلویوں کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ اسی طرح دیوبندی حضرات اپنے بزرگوں سے اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ اس کو ان کی غلطی کہنے کی بجائے اس بات پر اور بات بڑھائیں گے مگر اپنے بڑوں کی غلطی کبھی نہ تسلیم کریں گے ان دنوں دیوبند کے ایک مولوی صاحب یوٹیوب پر ہر وقت یہی درس دیتے ہیں کہ رفع یدین حضور ﷺ سے ثابت نہیں اب وہ اگر غور کریں تو امام شافعی، امام مالک، امام حنبل رفع یدین کہاں سے لے آئے وہ خود یہ

نہیں سوچتے کہ امام ابوحنیفہؒ نے نہ اپنی تقلید کا کہا ہے تو یہ لوگ جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ مقلد کو بحث کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ کسی اور کی بات کو حق کہہ رہا ہے اگر اس نے حق پہچان لیا پھر تو وہ مجتہد ہو گیا آج کل جو بھی ان کے خلاف بات کرتا ہے تو اسے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

اب آپ لوگ اندازہ کر لیں اگر ذاکر نائیک کوئی بات اولیاء کے خلاف کہتا ہے جو کہ غلط نہیں ہوتی بلکہ اس کی بات توحید پر مبنی ہوتی ہے اور بریلوی علماء کہنے لگتے ہیں وہ عالم نہیں ہے جب کہ وہ خود اپنے آپ کو طالب علم سمجھتا ہے ان دنوں بریلوی علماء کو فکر ہے اس طرح ہمارے حلوے ختم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اب بلاوڑہ شریف والے صاحب کو یہ لوگ خود ہی گمراہ کہہ رہے ہیں اور پچھلے دنوں بول ٹی وی پر بریلوی علماء کہہ رہے تھے کہ درباروں پر جو ناچ اور نشہ آور چیزیں جو کرتے ہیں اور جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں وہ سنی نہیں ہیں اسی طرح درباروں پر جتنی خرافات ہو رہی ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ سب ہم لوگوں کو بدنام کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے کی توفیق دے۔

آمین!